مصنفہ جناب حاجی مولوی عطا محمد صاحب گورکھپوری

کتاب الشہادتین

مطبوعہ مطبع حکیم برہم واقع گورکھپور

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

تالیف جناب حاجی الحرمین مولانا مولوی عطا محمد صاحب حنفی چشتی صابری گوکھووی

سنہ ۱۳۳۳ ہجری

کتاب الشہادتین

سنہ ۱۹۱۵ عیسوی

حسب ارشاد حضرت مصنف علام باہتمام گمنام خاکسار حکیم برہم

در مطبع حکیم برہم واقع گوکھووال مطبوع شد

بار اول ۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِبَیْتِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ

اشعار حمد و نعت

کس طرح حمد خالقِ اکبر ادا کرون — بیہودہ منھ سے کیا صفت کبریا کرون
صنّاعِ کن فکان و خداوند کارساز — خلّاق انس و جان و شہنشاہ بے نیاز
گہ نار کو کرم سے کرے گلشنِ نعیم — گہ بحر سے صدف تو صدف سے دُرِ یتیم
سنگِ سیہ سے لعل و زمرد عیان کرے — دریا سے ابر ابر سے دریا روان کرے
اختر بنائے تاکہ فزون ہو ضیائے خلق — اور ذات انبیا کو کیا پیشوائے خلق
آدم سے تابہ احمد ختم الرسل تمام — ہر ایک برگزیدۂ حق رہبر انام
مقبول بارگاہ ازل تھے یہ سب کے سب — اور سب کا پیشوا ہے وہ شاہنشہ عرب
مقصودِ کُن وسیلۂ عرفان کبریا — شاہِ رسل نبیِ جہان ختم انبیا

وہ اولین شگوفۂ گلزار سرمدی
وہ آخرین بہار خیابان ایزدی

وہ مرغ خوش ترانۂ بستان کبریا
وہ شمع جان فروز شبستانِ کبریا

مقصود کائنات ہے محبوب کبریا
روزِ ازل سے ہے وہ نظر کردۂ خدا

رحمت خدا کی اُسپہ ہو بیحد و بے شمار
اور اُس کی آل پر مع اصحابہ الکبار

مداح جسکا ہووے خداوند انس و جان
انسان کی کیا مجال جو ہو اسکا مدح خوان

مختار کارگاہ جہان شاہ انبیا
ممتاز بزم لم یزل و نائب خدا

تھی جس قدر نظر مین متاعِ گران بہا
چُن چُنکے سب وہ اُسکو خدا نے کیے عطا

وزراے پاے تخت دیے ایسے نامدار
فغفور چین کو جن کی غلامی کا افتخار

ہر ایک مست بادۂ خمخانۂ الست
زہاد حق شناس و مجاہد خدا پرست

اوّل وہ یار غار رسولِ فلک جناب
قرآن مین جسکا ثانی اثنین ہے خطاب

وہ فاتح بلاد عرب شاہ مومنین
وہ نیر سپہر ہدا آفتاب دین

وہ کون یعنی حضرتِ صدیق باقبول
قطب زمین سراج زمن نائب رسول

رُکنِ رکین بارگہ سیدِ رُسُل
رمز آشنا و محرمِ اسرار جزو کل

مخدوم خلق و خادم خلاق کردگار
گھر بار اُس کی راہ مین کرتا رہا نثار

اللہ کے رسول کا وہ اولین وزیر
اُمّت کا پیشوا بشر کونین کا مشیر

وہ صادق الکلام صداقت مین نامور
قرآن مین جسکے صدق کی خالق نے دی خبر

اور دوسرا وزیر وہ بے مثل و لاجواب
تھی راے جسکی متفق الوحی والکتاب

وہ فاتحِ ممالکِ روم و عراق و شام
پُر نور جسکے فیض سے عالم ہوا تمام

شاہِ زمانہ حضرتِ فاروق نامدار
مہر سپہر اُبہت و عزت و وقار

صولت وہ جس سے خانۂ بدعت خراب ہو | ہیبت وہ جس سے زہرۂ رستم بھی آب ہو

دین خدا کو قاف سے تا قاف کر دیا | عرصہ جہان کا کفر سے بس صاف کر دیا

فرماتے ہین رسولِ خدا جسکی شان مین | ہوتا نبی جو بعد مرے اس جہان مین

غیر از عمرؓ نہین یہ لیاقت کسی مین ہے | جو چاہیے کمال و سعادت اسی مین ہے

اب تیسرے وزیر کا کیا حال ہو رقم | ہے جسکی شرح وصف مین عاجز مرا قلم

حیرت یہ ہے کہ اُسکی ثنا مین مین کیا لکھون | ہمت لکھون کہ شان لکھون یا حیا لکھون

عثمانؓ باحیا و حبیب حبیب رب | وہ جامعِ کتاب خدا سرور عرب

قیصر تھا جس کے قصر معلے کا پیشکار | فغفور وہان سراچۂ دولت کا پردہ دار

فیاض دہر وکان سخا مخزنِ ہمم | حاجت روائے شاہ و گدا معدنِ کرم

اللہ رے صدق و سوز زہے زہد و اتقا | قرآن مین جس کو قانت و ساجد کہے خدا

کس طرح سے وزیر چہارم کو مین لکھون | وہ منھ کہان سے لاؤن جو مین اُن کا نام لون

وہ نام جسکے لینے سے دل کو شفا ملے | وہ رہنما کہ جس سے رہِ کبریا ملے

مشکل کشائے خلق و شہ تخت لافتا | مولائے جن و انس مہ برج مصطفا

شاہِ سریر ملک ولایت خدیو دین | فرمان روائے روم و عرب میر مسلمین

شاہِ عرب امیر عجم شاہِ اولیا | شیر خداؓ اخی نبی نفس مصطفاؐ

شمشیر زن براہِ خداوند کردگار | خیبر شکن دلاور و جرار باوقار

تیغ اُسکی وہ کہ قہر خدا اک جہان کہے | وہ ضرب جس سے شیر ژیان الامان کہے

باب علوم مصطفوی عاشق خدا | سرِ کمال احمد مرسل شہ ہدا

مولانا حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے شجرہ مین لکھا ہے سے ہادی عالم علی مشکلکشا کے واسطے ۱۲

دل مین تھا اُسکے نشۂ وحدت بھرا ہوا
سینہ وہ جس مین نور ولایت بھرا ہوا

مصداق رمز نادِ علیًّا و سنجلی
صلِّ علی النبی وسلام علی علیؓ

بیٹے دیے رسول کو حق نے وہ نامدار
سو جان سے جنکے نام پہ ہو جائیے نثار

ہے ایک گر سپہر امامت کا آفتاب
تو دوسرا ہے برج ولایت کا ماہتاب

جب دیکھتے تھے اُنکو رسولِ فلک جناب
فرماتے شاد ہو کے ھُما سیّدا شباب

اور والدہ کا اُنکے نہ پوچھو کچھ احترام
بیٹی رسول پاک کی مخدومۂ انام

عفت یہ ہے کہ پردۂ عصمت مین نام ہے
خاموش ہو قلم کہ ادب کا مقام ہے

نام اُس جناب پاک کا کب لب پہ لا سکین
تعظیم جس کی سرور عالم کیا کرین

خاتون بارگاہ جہان بضعۂ نبیؐ ہین
بنت رسول ہر دو سرا زوجۂ علیؓ

محبوب رب کی عظمت و شوکت کو دیکھیے
یہ اہل بیت جسکو خدا نے عطا کیے

اصحاب اُسکو بخشے تو سب کیسے نامور
قرآن جن کی مدح مین ناطق ہے سربسر

یہ سب فضیلتین تھین رسول کریم کی
اب دیکھو ہم سے بندون پہ رحمت رحیم کی

ایسے رسولِ پاک کو جو پیشوا کیا
ہمسے خطا شعارون کا رتبہ بڑھا دیا

تھی اُنکے لب پہ رات دن اُمت کی گفتگو
اور ہم گناہگارون کی بخشش کی جستجو

کرتے تھے ہاتھ اُٹھا کے یہی رب سے التجا
یا غافر الذنوب ویا سامع الدعا

محشر مین جب کہ جمع ہو مخلوق یا الٰہ
امت کو میری آتش دوزخ سے ہو پناہ

ایمان پر ہو خاتمہ ان سب کا اے کریم
چھوٹے نہ انسے تا بہ لحد راہ مستقیم

دنیا مین سب عذابون سے انکو امان ملے
عقبیٰ مین تیرے فضل سے باغ جنان ملے

القصہ کیا کہون کہ وہ آقاے دوسرا
کن کن عنایتون سے کیا کرتے تھے دعا

کیا مقتدا کو امت عاصی پہ تھی عطا
معراج مین خیال شفاعت لگا رہا
دنیا مین خلق ہوتے ہی بس امتی کہا
وقتِ وفات امت عاصی کا دھیان تھا

قربان اُسکی شفقت و رحمت پہ جائین ہم
ایسے رسولِ پاک پہ قربان دل جگر
بھولا نہ جو ہمین اُسے کیونکر بھولائین ہم
فرزند ہون نثار فدا مادر و پدر

ایسے رسولِ پاک کے لختِ جگر کا آہ
افسوس کوفیون نے دغا کی بلا کے گھر
اُمت نے ظلم کرکے کیا خانمان تباہ
آلِ رسول کو کیا مہمان خوب تر

ایک ایک قطرہ آب سے ترسایا صبح و شام
باغِ رسول جو کہ تھا شاداب سربسر
اپنے نبی کی آل کو بھوکھا رکھا تمام
برباد کرکے آگ لگائی تمام تر

حیرت کا ہے مقام نہین اسمین اختیار
خاموش ہو **عطا** یہ ہے اسرار کردگار

اما بعد بندۂ خاکسار ذرۂ بمقدار خاکپاے صاحبان ذوی الابصار امیدوار رحمت پروردگار ابوسعید **عطا محمد** غفرلہ اللہ الصمد ابن الحاج مولوی محمد باب اللہ ونبیرۂ مولانا محمد رستم علی اسکنہما اللہ فی الجنۃ۔ اہل السنۃ والجماعۃ مذہبًا والحنفی مشربًا چشتی صابری مسلکًا ہندی گورکھپوری وطنًا۔ ناظرین وسامعین رسالہ ہذا کی خدمت مین عرض رسا ہے کہ ماجراے شہادت جناب سبطین طیبین حضرات حسنین علیہما السلام کا ذکر کرنا اور اُنکے فضائل و مصائب کا بیان کرنا داخل حسنات و موجب برکات ہے۔

احادیث معتبرہ سے ثابت ہے کہ محبت اللہ و رسول وآل رسول جزء ایمان ہے اور عداوت رسول وآل رسول کفر۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ مُغْضَبًا حَتَّى اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يُؤْذُوْنَنِيْ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّنِيْ وَلَا يُحِبُّنِيْ حَتّٰى يُحِبَّ ذُرِّيَّتِيْ اَخْرَجَهُ ابن حبان

روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا آپ نے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب کی حالت مین دولت خانہ سے باہر تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر خدای عزوجل کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کیا حال ہے اُن لوگون کا جو میرے اہل بیت کے حق مین مجھے ایذا دیتے ہین قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کوئی بندہ ایمان نہین لاویگا یعنی مومن نہوگا جب تک کہ مجھے دوست نہ رکھے اور نہین دوست رکھیگا مجھے جبتک کہ وہ میری ذریت سے محبت نکرے روایت کیا اسکو ابن حبان نے۔

روایت ہے عبد المطلب ابن ربیعہ سے کہ کہا اُنھون نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین داخل ہوتا ہے ایمان کسی مرد کے دل مین مگر میرے قرابتیون کی محبت سے۔ روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی نے۔ اور یہی روایت ترمذی کی عبد المطلب سے مصابیح اور مشکوۃ المصابیح مین ہے۔ جسکا ترجمہ مظاہر الحق مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے دست قدرت مین میری جان ہے نہین داخل ہوگا کسی شخص کے دل مین ایمان یہانتک کہ دوست رکھے تمکو یعنی اہل بیت کو واسطے محبت خدا کے اور اُسکی رضا کے اور اُسکے رسول کی محبت سے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْءٍ اَسَاسٌ وَاَسَاسُ الْاِسْلَامِ حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَحُبُّ اَهْلِ بَيْتِهٖ - اخرجه البخاری فی تاریخہ والسیوطی فی احیاء المیت -

روایت ہے امام حسن علیہ السلام سے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک چیز کے لیے ایک بنیاد ہے اور اسلام کی بنیاد محبت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپکے اہل بیت کی - روایت کیا اسکو امام بخاری نے اپنی تاریخ مین اور امام سیوطی نے احیاء المیت مین -

روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کب ہون گے ہم مومن - اور ایک روایت مین ہے مومن صادق فرمایا جب محبت کرو اللہ سے - عرض کیا کب محب ہوتا ہے اللہ کا - فرمایا جب محبت کرے اُسکے رسول سے - پھر پوچھا کب محب ہوتا ہے اُسکے رسول کا - فرمایا جب پیروی کرے اُسکے طریقہ کی اور عمل کرے اُسکی سنت کے مطابق اور محبت کرے اہل بیت سے بسبب اُسکی محبت کے پس آل رسول کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے ہے -

فرمایا اللہ تعالی نے قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى بتیان مین ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے اکابر انصار خدمت سید اخیار مین حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ آپ ہماری بہن کے بیٹے ہین اور دین مین آپ ہمارے رہبر ہین اور ہم دیکھتے ہین کہ خرچ آپ کا بہت ہے اور آمدنی کم - اگر حکم دیجیے تھوڑا مال اپنا بخوشی خاطر ہم جمع کر کے لے آئین اور حضور کے خادمون کے سپرد کر دین تا کہ وہ

اپنی حاجتوں مین صرف کرین اور آپکے دل مبارک کو اِس طرف سے فراغت حاصل ہووے - پس یہ آیت نازل ہوئی کہ کہہ مین حکم آلہی پہونچانے مین کسی سے بدلا نہین چاہتا ہون - لیکن دوستی چاہتا ہون مین قرابت مین - بعضون نے کہا ہے کہ آپ کے قرابیتون کے ساتھ دوستی مراد ہے یعنی مین مزد رسالت نہین چاہتا - لیکن میرے ذوی القربیٰ کو دوست رکھو - اور ابن عباس فرماتے ہین کہ صحابہ نے بعد نزول اس آیت کے عرض کیا یا رسول اللہ آپکے ذوی القربیٰ کہ جنسے مودت کرنا چاہیے کون ہین - فرمایا علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام - کذا فی تفسیر حسینی پارہ پچیس سورۂ شوریٰ -

امام ابو الحسن بن احمد الواحدی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى قَالُوْا مَنْ قَرَابَتُكَ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ قَالَ عَلِىٌّ وَفَاطِمَةُ وَاَبْنَاهُمَا - اخرجہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم والدیلمی -

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ کہدو یا رسول اللہ نہین مانگتا مین تم سے اسکی اجرت مگر قرابیتون کی مودت لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہین جنکی مودت کو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے آپنے فرمایا وہ علی اور فاطمہ اور اُنکے دونون بیٹے ہین - روایت کیا اسکو احمد اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور حاکم اور دیلمی نے -

تحفہ اثنا عشریہ مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی لکھا ہے - صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ فخر المطابع -

"خاندان نبوت کی شان مین چار لفظ استعمال ہوے ہین - آل - اہلبیت - عترت

ذوی القربیٰ۔

اور صحیح مسلم مین سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ اور فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؑ علیہم السلام کو پس فرمایا حضرت نے اللھم ھؤلاء اہل بیتی۔ یعنی اے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں۔

واخرج الترمذی ان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اخذ الحسن والحسین فقال من احبّنی واحبّ ھذین وابا ھما وامّھما کان معی فی درجتی یوم القیٰمۃ وقال ھذا حدیث منکر۔

اور روایت کی ترمذی نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ جو مجھکو دوست رکھے گا اور ان دونوں کو دوست رکھیگا اور انکے ماں باپ کو دوست رکھیگا وہ شخص میرے ساتھ ہوگا قیامت کے روز۔ اور کہا ترمذی نے یہ حدیث منکر ہی

تحریر الشہادتین میں ہے کہ حدیث منکر محدثین کی اصطلاح مین وہ ہے کہ راوی غیر ثقہ ثقہ کے خلاف روایت کرے اور یہ از قسم ضعیف ہے۔ لیکن جب دوسرے ثقہ مثل ابن حبان وامام حنبل کی روایت کے ساتھ تقویت اور استحکام ثبوت میں رکھتی ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن قابل اعتماد کے ہے۔ اسی وجہ سے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ بھی سر الشہادتین میں لائے۔

عن انس انّ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال احبّ اھل بیتی الیّ الحسن والحسین۔ اخرجہ الترمذی انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سب اہلبیت سے مجھے زیادہ تر پیارے حسن اور حسین ہین۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔

رواہ احمد وابن ماجہ والحاکم والدیلمی۔

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے حسن اور حسین کو پس اسنے دوست رکھا مجھکو اور جس نے بغض رکھا ان سے پس بغض رکھا مجھ سے۔ روایت کیا اسکو امام احمد بن حنبل نے اور ابن ماجہ اور حاکم اور دیلمی نے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کی محبت کے لیے بارہا تاکید فرمائی اور ارشاد فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی اُسکے ساتھ ہوگا جس کو دوست رکھیگا۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ۔ یعنی جو شخص دوست رکھتا ہے کسی شی کو اُسکا ذکر بہت کرتا ہے۔ پس ذکر اہلبیت علامت محبت سے ہے۔ آپ نے حسنین کی شان مین فرمایا ہے اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَهٰذَانِ اِبْنَایَ وَهُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا۔ یعنی حسن وحسین دونون سردار ہین جوانان بہشت کے اور یہ دونون میرے بیٹے ہین اور یہ دونون میرے دو پھول ہین دنیا مین

صوفی

ہست بر اہل معرفت روشن	صفت حضرت حسین وحسن
آن یکی نور دیدۂ نبوی ست	وان دگر شمع جان مصطفوی ست

آن یکی اختریست تابندہ	وان دگرگوہریست رخشندہ	
آن یکی ماہ آسمان جلال	وان دگرسرو بوستان جمال	

اسکے ماجراے جگرسوز کا ذکر و بیان موجب حسنات و برکات ہے بشرطیکہ روایات
صحیح ہون روایات غلط و احادیث موضوعہ کا پڑھنا اور سُننا داخل سیئات سے ہے
نہ موجب حسنات ۔

صوفی

جائیکہ ہست ذکرحسین و بلاے او		رحمت نزول می کند از کبریاے او
آبی زند بآتش دوزخ درین جہان		چشمیکہ ہمچو ابر بہ گرید براے او
گوہر ببار از صدف دیدہ برحسین		کاول برو ز حشر بیابی بہاے او
آن سرکہ جای داشت بہ پہلوی مصطفےٰ		از جور کوفیان شدہ برنیزہ جاے او
بردند تیرہ دل سرآن شاہ دین بہ شام		پرنور گشت شام ز صبح لقاے او
او رفت تشنہ لب ز جہان و جہان بشوق		سرمی زند چو سایہ بہر نقش پاے او

بخشد چو جرم من بہ قیامت عجب مدار	
او پادشاہ عالم و صوفی گداے او	

چونکہ اس واقعہ مین اُردو رسالے بہ کثرت ہین اور بہتیرے احادیث موضوعہ و بیانات
غیر موقوعہ درج ہین ۔ بالتخصیص مرثیون مین بلا تحقیق شاعرانہ مضمون آرائی ہے اور رطب و
یابس اکثر رسالون مین بھرا ہے اور یہ اُردو والون کا قصور نہین ہے قدما کی بڑی بڑی
کتابون مین مثل تواریخ اور احادیث مین جو زبان عربی مین ہین وہی سب تمام موضوعات
و مہملات سے مالامال ہین اُنمین تمیز کرنا محدثین و مجتہدین کا کام ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رح

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں لکھتے ہین وَقَدْ صَنَّفَ جَمَاعَۃٌ مِنَ الْقُدَمَاءِ فِی مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ تَصَانِیفُ فِیْھَا الْغَثُّ وَالسَّمِیْنُ وَالصَّحِیْحُ وَالسَّقِیْمُ وَفِی ھٰذِہٖ الْقِصَّۃِ الَّتِی صَنَّفْتُھَا غِنًی یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا قصہ بہت سے متقدمین نے تصنیف کیا جن مین بہتیری رطب ویابس غلط وصحیح باتین موجود ہین - اور جو قصہ مین نے لکھا ہے وہ صحیح اور دیکھنے والون کے لیے کافی ہے -

حافظ موصوف نے جو واقعہ شہادت کا لکھا ہے اُسکی اصل عبارت عربی مع ترجمہ کے اپنے محل پر اس کتاب مین لکھدیا ہے - دیکھنے سے معلوم ہوگا -

جھوٹی باتین جوڑکر موزون کرنا اور اُنکو الحان موسیقیہ مین رواج دینا اور اُنہین قاعدون سے مجالس مین پڑھنا منع ہے -

شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ ایک سائل کے جواب مین تحریر فرماتے ہین کہ وہ کتاب اور مراثی جن مین احوال واقعی نہین ہین بلکہ جھوٹ اور بہتان اور حقیر کرنا بزرگون کا ہے اُنکا نہ پڑھنا درست ہے اور نہ سُننا کہ حدیث مین ان چیزون کے سُننے اور پڑھنے سے ممانعت آئی ہے - از فتاوی عزیزی

روایت ہے ابی اوفی سے کہا اُنھون نے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیون سے - رواہ ابن ماجہ -

یہان مرثیہ سے مراد وہی واہی تباہی باتین ہین - اگر احوال واقعی ہون تو اس قسم کے مرثیے اور کتاب کے سننے مین کوئی مضائقہ نہین ہے - جیساکہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی و مولانا عبد الحی صاحب وغیرہ علما نے فتوی جواز کا دیا ہے اور فرمایا کہ باعث نزول رحمت و برکت ہے اور یہ امر مشروع ہے -

سبب تالیف کتاب

اس بندۂ ناچیز نے کتاب مجانی الادب مین یہ اشعار دیکھا۔ قال علیؑ ؎

لَا دَارَ لِلْمَرْءِ بَعْدَ الْمَوْتِ يَسْكُنُهَا	إِلَّا الَّتِي كَانَ قَبْلَ الْمَوْتِ بَانِيهَا

یعنی فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ مرد کے لیے بعد مرنے کے کوئی مکان نہین ہے جسمین وہ سکونت کرے مگر وہی ہوگا جو اپنے مرنے سے پیشتر خود اسکا بنانے والا ہوگا یعنی اپنی دنیاوی زندگی مین آخرت کے لیے اپنے آرام کا ٹھکانا کرلیگا وہی نفع مین ہیگا

اور دوسرے کا قول ہے ؎

وَمَا مِنْ كَاتِبٍ إِلَّا سَيَفْنٰى	وَيُبْقِي الدَّهْرُ مَا كَتَبَتْ يَدَاهُ
فَلَا تَكْتُبْ بِكَفِّكَ غَيْرَ شَيْءٍ	يَسُرُّكَ فِي الْقِيٰمَةِ إِنْ تَرَاهُ

اور نہین ہے کوئی لکھنے والا مگر عنقریب وہ فنا ہوجائیگا ❊ اور باقی رکھیگا زمانہ اُس تحریر کو جسکو وہ لکھ جائیگا ❊ پس تو مت لکھ اپنے ہاتھ سے سوائے اُس چیز کے کہ قیامت مین خوش کردیوے جب تو اُسکو دیکھے ❊

پس مین نے سوچا کہ قیامت مین اپنا نامہ اعمال پڑھنا ہوگا اور اُسمین اپنی تقریر و تحریر سب ہوگی۔ پس بہتر ہے کہ اپنے نامہ اعمال مین ذکر خدا و رسول و اہلبیت کا ہو۔ اور قرآن و احادیث سے وہ ذکر جو باعث ہدایت مومنین و مسلمین ہو لکھون کہ مرنے کے بعد ارحم الراحمین بہ تصدق اہلبیت اطہار اسکے صلہ مین نجات دیوے اور خاتمہ بخیر ہو بدینوجہ ایک رسالہ **توشہ آخرت** دربیان برزخ و قیامت لکھکر شایع کیا جسمین امر بالمعروف و نہی عن المنکر و ہدایت امور خیر برائے مسلمین ہے دوسرا یہ رسالہ مناقب

اہلبیت و تذکرہ مصائب حسنین علیہما السلام مین لکھا اور دوسری وجہ ہے کہ دلائل الخیرات
مین ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ
کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ مَا دَامَ اسْمِیْ فِیْ ذٰلِکَ الْکِتَابِ
یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے درود بھیجا مجھ پر کسی کتاب مین لکھکر
تو ہمیشہ درود بھیجا کرتے ہین اسپر فرشتے جب تک لکھا رہتا ہے نام میرا اس کتاب مین۔
اور مولوی محمد نہال الدین کاکوروی ضلع لکھنؤ نے اپنے رسالہ وسیلۂ نجات مین لکھا ہے
کہ حدیث مین آیا ہے مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ کِتَابٍ لَمْ یَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَا
دَامَ اسْمِیْ فِی الْکِتَابِ یعنی جو شخص درود لکھے میرے نام پر کتاب مین ہمیشہ
فرشتے بخشش چاہتے ہین اسکے واسطے جب تک نام میرا اس کتاب مین ہے اِس
حدیث کو بہت سے علماے حدیث نے روایت کیا ہے۔ انتہیٰ۔

وفی روایۃ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَنِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْکَ
اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ وَمَنْ صَلَّتْ
عَلَیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ کذا فی دلائل الخیرات اور روایت
مین عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ آئے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام کہا اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہین درود
بھیجتا ہے آپ پر کوئی شخص آپ کی امت سے مگر یہ کہ درود بھیجتے ہین اسپر ستر ہزار
فرشتے اور جس آدمی پر درود بھیجا فرشتون نے تو ہوگا وہ آدمی جنتی۔

اور فرمایا اللہ تعالی نے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ

مُصِيبَةٌ قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ترجمہ اور خوشخبری دو اُن صبر کرنے والون کو کہ جب پہونچے اُن پر مصیبت تو کہین ہم اللہ کے ہین اور اُسیکی طرف پلٹ جانے والے ہین یہ لوگ ایسے ہین کہ اُن پر اُنکے پروردگار کی طرف سے درود و رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت پائے ہوے ہین۔

پس اس کتاب مین حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک بہت جگہ آئے ہین اور اُنکے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھا گیا ہے اور مصیبت وغم کے مقام پر انا للہ وانا الیہ راجعون بھی لکھا گیا ہے اور یہ موجب رحمت وبرکت کا ہے اور پڑھنے والے اور سننے والے دونون کے لیے نجات آخرت وثواب عظیم کا باعث ہے۔ لہذا حتی الامکان روایات معتبر ومستند کو اس رسالہ مین درج کیا اور خوفاً علی التطویل کل روایات نہین لکھا بنظر اختصار ضروری باتون پر اکتفا کیا اور جن کتابون سے اخذ کیا ہے وہ یہ ہین۔

صحیح بخاری عربی مطبوعہ مصر۔ ارشاد الساری معروف بہ قسطلانی شرح صحیح بخاری عربی مطبوعہ مصر۔ تیسیر القاری وشیخ الاسلام شرح صحیح بخاری بزبان فارسی مطبوعہ علوی۔ صحیح مسلم ونووی شرح صحیح مسلم مطبوعہ مصر عربی۔ سنن ابو داؤد۔ جامع ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ کتب احادیث صحاح ستہ۔ مشکوۃ المصابیح۔ اشعۃ اللمعات فارسی ومظاہر الحق اُردو شرح مشکوۃ المصابیح۔ مسند امام احمد۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ علامہ ابن حجر عسقلانی۔ میزان الاعتدال۔ صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔ تاریخ الخلفا علامہ حافظ امام سیوطی۔ سر الشہادتین عربی وبستان المحدثین فارسی مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ۔ تحریر الشہادتین فارسی شرح سر الشہادتین مولوی شاہ سلامت اللہ

جونپوری - تفسیر حسینی - و تفسیر کشاف - ہدایۃ الکونین الی شہادۃ الحسنین استاذنا مولانا
ابوالخیر محمد معین الدین مرحوم ساکن کڑے مانک پور وغیرہ ایک ایک روایت کو کتب مذکورہ
بالا مین دیکھا اور نیز دیگر کتب مثل دیلمی و ابن ماجہ وغیرہ کی وہ روایات ہین جو اکثر کتب
مذکورہ مین موجود ہین اور جو روایت کہ سوائے صحاح ستہ کے ملی اور وہ دوسری معتبر
کتابون مین نہین تھی اور مشتبہ معلوم ہوئی اُسکو نہین لکھا -

اب ناظرین باتمکین سے عرض ہے کہ اس رسالہ کے نظم و نثر کو ملاحظہ فرما کر اس
نادان کج مج زبان کو دعائے خیر سے محروم نہ فرمائین اور جو کچھ غلطی یا ضعف سہو یا غفلت
سے اسمین رہ گئی ہو اُس سے مطعون نہ فرمائین بلکہ حاشیہ پر اُسکی کیفیت لکھ دیوین تا کہ
دوسرے واقف ہو جائین اور یہ فقیر بھی بازپرس قیامت سے بری ہو - کیونکہ اسوقت
میرے سامنے بہت احادیث و اقوال رطب و یابس موضوع و بے بنیاد ہر طرح کے
اور مختلف فیہ موجود ہین اُنمین جہان تک مجھکو معتبر و صحیح معلوم ہوے تحریر مین آئے -
انسان سہو و خطا سے بری نہین ہو سکتا خصوصاً مجھ ایسا نادان کہ اس کار اہم کو
بہ نیت ثواب اپنے ذمہ لیا اور ظلوماً جہولا کا مصداق بنا - رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ -

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اہل بصیرت پر مخفی نرہے کہ جو کمالات کہ منتشر تھے تمام انبیا علیہم السلام مین
حق تعالیٰ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اُن سب کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جمع کیے

سو جد شاہ شہیدان کربلا مین تھے	جُدا جُدا جو کمالات انبیا مین تھے

از مولف

مد نظر تھا حق کو جو عالم کا پیشوا
منظور تھا جو رتبۂ عالی بڑھائیے
آدم کی سب فضیلت و خلعت عطا ہوئی
کیا عزت و وقار کا سامان عطا کیا
کیا کیا عطا ہے آپ پہ رب جلیل کی
وہ حسن جسکو لاکھ برس مہر و مہ نہ پائے
اورون کو گر صحیفۂ و فرمان عطا ہوا
زہد و سخا و حلم کا مجمع بنا دیا
بخشی خدا نے ذات مین اسکے وہ برتری
کس منہ سے اسکی شوکت و عظمت کا ہو بیان
قرآن مین گرچہ خالق اکبر نے جا بجا
پر نام لے کے انکو فقط یاد کر لیا
رتبہ تو دیکھنا مرے عالی جناب کا
نام شریف حق نے لیا گرچہ جا بجا
کس کس محبتون سے خدا ہے پکارتا
یا ایہا النبی سے ملقب کہین کیا
داعی کہین کہا تو مبشر کہین کہا
ہے ایک جا بشیر تو آیا کہین نذیر

کیا کیا کمال اسکو خدا نے کیے عطا
لاکھون کمال ذات مین حضرت کے بھر دیے
داؤد کی صدا و خلافت عطا ہوئی
شوکت یہ دی کہ ملک سلیمان عطا کیا
گر شکر نوح کا ہے تو خلت خلیل کی
یوسف کو جسکی چاہ مین برسون کنوئین جھنکائے
یہان رہنمائے خلق کو قرآن عطا ہوا
فضل و کمال و علم کا مرجع بنا دیا
تعظیم سے ہے پشت پہ مہر پیمبری
جس پر خدائے پاک سدا ہو درود خوان
اور انبیا کا ذکر ہے اکثر بیان کیا
القاب اور کچھ بھی مقرر نہین کیا
جس جا پہ ذکر قبلۂ عالم کا آگیا
پر ہر جگہ خطاب و لقب ایک ملا ہوا
یٰس کہین کہا کہین طٰہٰ اسے کہا
گہ ایہا الرسول خطاب اسکو ہی دیا
شاہد کہین کہا تو مدثر کہین کہا
لکھا کہین سراج تو ہے ایک جا منیر

اللہ رے برگزیدگی و عزت و وقار
بے مثل جو خدا نے اُسے خلق تھا کیا
خلقت مین تھا جو سب سے مقدم وہ نامو
تھی جس قدر نظر مین متاع گران بہا
افضل تھی شش جہت مین جو کعبہ کی سرزمین
تا مولدِ شہنشۂ عالی پناہ ہو
اور تخت گاہ سرورِ عالی جناب ہو
تختہ وہ اس قدر دلِ خالق کو بھا گیا
آدم کی بھی خطا وہین جاکر ہوئی معاف
قربانی ذبیح وہین پر کیا قبول
عظمت کو اُس جگہ کے ذرا کیجیے نگاہ
جو چاہیے کمال مین وہ سب پایا اُسے
تا بارگاہِ قبلۂ ہر دوسرا بنے
کیونکر نہ وہ مقام ہو محبوب انس و جان
القصہ جو خزانۂ رحمت مین تھا بھرا

کیا کیا خطاب دیتا ہے خلاق کردگار
سایہ بھی اُسکے قد کے مقابل نہ آسکا
انعام سے بھی حق کے ہوا پہلے بہرور
چُن چُن کے سب وہ اُسکو خدا نے کیے عطا
بخشی وہ جاے پاک براے خدیو دین
بندون کی حشر تک وہ زمین قبلہ گاہ ہو
تا حشر سب جہان وہان کامیاب ہو
آخر اُسی جگہ حرم کبریا بنا
کشتی نے نوح کی بھی کیا جاکے وہان طواف
دنبہ جنان کا حق نے وہین پر کیا نزول
اللہ کا حرم شہ والا کا تخت گاہ
ہجرت کو حق نے شہر مدینہ دیا اُسے
وہان گھر خدا کا یہان حرمِ مصطفےٰ بنے
فرمانرواے کون و مکان کا ہو وہ مکان
وہ سب حبیب پاک کو اپنے کیے عطا

غرض جو وصف کہ فرادے فرادی انبیا علیہم السلام مین تھے وہ سب ذات پاک سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم مین جلوہ گر ہوے۔ پس گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر جملہ اوصاف انبیا علیہم السلام تھے۔ ؎

حُسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

اور اوصاف جو انبیا علیہم السلام میں نہ تھے سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم
کو عنایت ہوئے تاکہ آنحضرت افضل و ممتاز اور انبیا سے ہوں چنانچہ زیادہ کیے حق سبحانہ
تعالیٰ نے آنحضرت میں اقسام ولایت۔ تصرفات۔ محبوبیت مطلقہ برگزیدگی مطلق۔
دیدار حق۔ نزدیکی اتم۔ شجاعت عظمیٰ۔ جہاد نفس نفیس علم وسیع۔ عرفان اتم منصب قضا۔
منصب فتویٰ۔ منصب اجتہاد۔ منصب احتساب کہ ان چاروں منصب کے قواعد اور
جزئیات کتب حدیث میں نہایت تصریح کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور قاضیوں اور
مفتیوں اور مجتہدوں کے دستور العمل ہیں۔ عالم ارواح میں سب سے پہلے پیدا ہونا۔ ان
کمالوں میں کوئی دوسرا سوا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں ہے۔
اسی طرح اور کمالات غیر مشترکہ ہیں جیسے تمام عمر جماہی کا نہ آنا۔ اور احتلام کا نہ ہونا اور
عرق بدن سے مشک وعنبر کی خوشبو آنا اور نعل شریف کا ہمرنگ بدن ہونا۔ اور آگے
پیچھے اندھیرے اجالے میں برابر دیکھنا اور زمین کا وقت قضائے حاجت پھٹ جانا
اور بول و غائط کا فی الفور غائب ہوجانا اور اس مکان سے مشک کی خوشبو ظاہر ہونا
اور اثر فضلہ زمین پر نہ دیکھنا اور مختون پیدا ہونا اور ناف بریدہ بطن مادر سے نکلنا۔
اور ماہتاب سے باتیں کرنا اور حرارت شمس میں ابر کا سایہ کرنا اور درختوں کا حضرت
کی طرف متوجہ ہونا اور بدن اور کپڑوں کا مکھی سے محفوظ رہنا اور تا مدت سواری مرکب
بول و براز نہ کرنا اور مرقد شریف پر ایک فرشتہ مقرر ہونا کہ جو کوئی حضرت پر درود پڑھے
وہ حضور میں پہونچا دے اور اعمال امت کے ہر روزہ عرض کیے جانا اور اپنی امت
کے واسطے اعمال بد پر استغفار کرنا اور حضرت حق کا آپ کی قسم کھانا اور معراج
میں مع روح و جسد آسمانوں پر تشریف لے جانا اور خدائے پاک کو بچشم سر دیکھنا۔ اور

کافروں سے فرشتوں کا لڑنا وغیرہ اور مرتبہ وسیلہ کا حاصل کرنا کہ ان کمالات میں بھی
کوئی پیغمبر حضرت کا شریک نہین ہے اور ہزاروں مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جانب
خدا سے پیغام لیکر آنا اور دیگر کمالات جن کے لکھنے سے قلم عاجز اور اُنکے بیان سے زبان
حق وستر قاصر ہے ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ لٰکِنْ بَقِیَ لَہٗ کَمَالٌ لَمْ
یَحْصُلْ لَہٗ بِنَفْسِہٖ وَھِیَ الشَّھَادَۃُ لیکن آپ میں ایک کمال باقی رہ گیا تھا کہ
حضرت کی ذات خاص میں حاصل نہ تھا یعنی شہادت باوجودیکہ یہ درجہ آپ کو بہت
محبوب و مرغوب تھا حتی کہ ارشاد فرمایا کہ وُدِدْتُّ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ
اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ یعنی دوست رکھتا ہوں میں اسکو کہ قتل کیا جاؤں
راہ خدا مین اور پھر زندہ کیا جاؤن اور پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر
قتل کیا جاؤں۔ لیکن مشیت ایزدی نے اسکو پسند نہ فرمایا۔ اسکی وجہ مولانا شاہ عبدالعزیز
صاحب نے سر الشہادتین مین تحریر فرمائی ہے وَالسِّرُّ فِیْ عَدَمِ حُصُوْلِھَا لَہٗ بِنَفْسِہٖ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ لَوِ اسْتُشْھِدَ فِی الْحَرْبِ لَاَدّٰی ذٰلِکَ اِلٰی کَسْرِ
شَوْکَۃِ الْاِسْلَامِ وَاخْتِلَالِ الدِّیْنِ فِیْ نَظَرِ الْعَوَامِ اور درجہ شہادت کا آپکی
ذات میں حاصل نہونے کا بھید یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوتے جہاد کفار
میں تو شوکت اسلام کی ٹوٹ جاتی اور دین میں عوام کے نزدیک خلل پڑتا یعنی عوام کے
ایمان میں اس خیال سے خلل آجاتا کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو کافرون کے ہاتھ سے کیوں
مارے جاتے جیسا کہ جنگ اُحد میں شیطان علیہ اللعن نے جعال بن سراقہ صحابی کی صورت
پر ظاہر ہوکر جھوٹی خبر مشہور کیا تھا کہ اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ آگاہ ہو کہ محمد قتل کیے
گئے۔ اسکی وجہ سے کون کون حیرانی و پریشانی تھی کہ لشکر اسلام میں پڑی اور کون کون

تردد و خرابی تھی جو گروہ مسلمانوں میں نہ واقع ہوئی بلکہ ایک جھوٹ جس سے یہ انقلاب عظیم مسلمانوں میں پڑا کہ کتنے مسلمان دین اسلام سے گریز کیا چاہتے تھے اگر عیاذاً باللہ شہادت صریحی ذات اقدس کو ہوتی مقام غور ہے کہ انجام اسکا کیا ہوتا۔ بعض سیدھے مسلمان ہندوستانی جو تیغ زنی و شجاعت و جنگ کے عادی نہیں۔ مولانا کے اس قول پر اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل سے شوکت اسلام کی کیوں ٹوٹتی کیا اسلام ایسا کمزور مذہب ہے۔ آج اسلام بزرگان دین و مقتدایان اسلام کے تصدق میں مستحکم ہو گیا ورنہ زمانہ سابق میں کیا جنگ جو و عصبناک آدمی ابتدا اسلام میں جہالت سے بری ہو سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے دلاور اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے بہادر و حضرات حسنین علیہما السلام ایسے پیارے نواسے رسولؐ کے ساتھ لوگوں نے کیا کیا۔ وہ بھی تو مسلمان ہی تھے۔ یزید کے زمانے میں مسلمان کہنے کو تھے جنگ حرہ میں صحابہ مدنی کے ساتھ کیا کیا۔ ماں بیٹوں میں بہن بھائی میں نکاح۔ شراب حلال۔ زنا مباح۔ یہ بھی کوئی دین اسلام تھا۔ خوارج و نواصب و روافض سب ہی تو مسلمان کہلاتے اور ہزاروں طرح سے سبّ و شتم و لعن و طعن کرتے تھے اب بھی اُن لوگوں کے عقائد والے کیا اس فعل ارتداد سے مارے گئے غرضیکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ہاتھ سے شہید ہوتے مثل انبیاء سابق کے دین اُنکے بعد ہرگز سلامت نہ رہتا۔ سب مرتد ہو جاتے۔ چونکہ حق تعالی جل شانہ کو یہ دین متین تا قیامت باقی رکھنا منظور تھا اس وجہ سے ایسے الزام و فتنہ سے دین کو محفوظ رکھا وَلَوِ اسْتُشْهِدَ عَلَنَهً وَّسِرًّا كَمَا وَقَعَ لِبَعْضِ خُلَفَائِهِ لَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَمْرُ شَهَادَتِهٖ اور اگر ناگہان بے علمی میں چپکے چپکے شہید ہو جاتے جیسے حضرت

کے بعض خلیفہ یعنی حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ و حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ
شہید ہوئے تو امر شہادت کا مشہور ہوتا اور کامل ہوتا۔ مرتبہ اُسکا اسواسطے کہ کمال مرتبہ
شہادت کا یہ ہے کہ مارا جائے وہ شخص غربت و بلا میں اور پی کیے جائیں گھوڑے اور
مرکب اُسکے اور ڈالدیا جائے زمین پر لاشہ اُسکا اور گھوڑے دوڑائے جائیں اُسکے لاشے پر
اور مارے جائیں سامنے عزیز و اقارب اُسکے اور لوٹ لیا جائے تمام مال اُسکا اور قید کیے
جائیں عورتیں اور یتیم اُسکے اور ہو یہ سب امر محض راہ خدا میں حسبتہً للہ۔
پس حکمت الٰہی اور اُسکی کارسازی نے چاہا کہ ملجائے یہ بڑا کمال حضرت کے کمالون
میں بعد آپکی وفات کے اور بعد گزرنے ایام خلافت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے کہ
منافی مغلوبیت و مظلومیت کے ہے بواسطہ بعضے مردان اہل بیت کے بلکہ بواسطہ اُس
شخص کے جو بہت ہی قریب ہو حضرت کے اقربا میں اور نہایت ہی عزیز ہو آپکے
اولاد میں بلکہ بمنزلہ آپکے بیٹون کے ہو تاکہ ملجائے اُسکا حال حضرت کے حال میں اور
داخل ہو اُس کا کمال حضرت کے کمال میں پس متوجہ ہوئی عنایت الٰہی بعد گذرنے ایام
خلافت خلفاء راشدین کے اس کمال کے ملانے پر۔ پس قائم کیا حق سبحانہ تعالیٰ
نے حضرت حسنین علیہما السلام کو مقام جد بزرگوار یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر
اس کمال جلیل القدر میں اور گردانا حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حسنین
علیہما السلام کو آئینہ واسطے ملاحظہ کرنے کمال آنحضرت صلی اللہ کے اور بنایا حق
تعالیٰ نے حسنین علیہما السلام کو دو رخسارے واسطے مشاہدہ کرنے جمال سراپا کمال
آنحضرتؐ کے تاکہ صورت کمالیہ شہادت کی اس آئینہ رسول نما میں دیکھی جاوے اور
صفائی طینت حسنین علیہما السلام کی عینک شہادت رسول الثقلین کی ہووے۔

از تحریر الشہادتین۔

چونکہ اس شہادت جلی کے لیے بیکسی و بے یاوری لازمی تھی اسوجہ سے مشیت ایزدی نے پہلے حضرت سرورکائنات فخر موجودات سیدالانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ عاطفت حضرت امام حسین علیہ السلام کے سراقدس سے اُٹھالیا۔ اُسکے بعد ہی بہ عجلت تمام والدہ مکرمہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بھی مفارقت گوارا فرمائی۔ بعدہ والد معظم حضرت علی مکرم کا بھی سایہ سر پر نہ رہا۔ ردائے یتیمی سر مبارک پر چڑھی۔ اُسکے بعد برادر بزرگ حضرت امام حسن جو قوت بازو تھے وہ بھی جدا ہوئے اُسوقت کوفیوں نے بھی دغا و فریب سے حرمین شریفین چھوڑایا۔ کوفہ میں بلایا اثنائے راہ میں سرزمین کربلا میں مبتلائے بلا کیا۔ نہ ادھر کا کیا نہ اُدھر کا۔ تین دن تک بھوکا پیاسا کرکے مع اعزا و اقربا شہید کرڈالا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہتر ہوگا کہ پہلے ذکر وفات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعدہٗ رحلت بتول اُسکے بعد شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہٗ۔ پھر شہادت امام حسن علیہ السلام کا حال لکھا جائے۔ تب شہادت امام حسین علیہ السلام کا بیان ہو۔ بعونہ تعالیٰ۔

بیان وفات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

حامۂ جگر فگار واقعۂ جان گداز وفات لکھنے سے قاصر ہے لیکن چونکہ حدیث نبوی حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ مرہم زخم جگر ہے۔ لہذا ضرور ہوا کہ کچھ حال اس سانحہ قیامت خیز کا بھی لکھے۔

روایت ہے کہ ہجرت کے دسویں برس سرورکائنات سیدالانبیا سندالاصفیا

صلی اللہ وسلم نے حج ادا کیا اور احکام دین تلقین فرما کر کلمات رخصت فرمانے لگے کہ شاید آئندہ سال پھر اتفاق حج کا ہو اسیواسطے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہین اور اس سال میں سورۂ اِذَا جَآءَ نازل ہوئی آپ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے اہل بقیع اور شہدائے احد کے واسطے دعائے مغفرت فرمائی۔ پہلے میمونہ جاتون کے گھر میں درد سر لاحق ہوا حسب مرض کی شدت ہوئی ازواج مطہرات عیادت کے لیے وہین حاضر ہوئین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی طرف دیکھکر فرمایا کہ کل مین کہاں ہون گا۔ سب نے معلوم کیا کہ شاید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف رکھنا منظور ہے۔ تمام ازواج مطہرات اسی بات پر راضی ہوئیں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اُسی شدت مرض مین اہلبیت کی دستیاری سے حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں تشریف لاے اور درد سر کی کمال شدت تھی۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ **روایت** کرتے ہین کہ ایک دن میں حالت مرض مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا دیکھا تپ اس شدت سے تھی کہ بدن مبارک پر ہاتھ نہ رکھ سکا ابو سعید سے **روایت** ہے کہ شدت و حرارت تپ کی چادر کے اوپر سے محسوس ہوتی تھی اور کوئی ہاتھ نہ رکھ سکتا تھا۔

روایت ہے کہ شدت مرض میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور اپنے پاس بٹھایا اور اپنی رحلت کا حال سنایا حضرت سیدہ نے شور واویلا شروع کیا اور کہا ہاے افسوس مدینہ خراب ہوا انصار اور اصحاب یہ حال دیکھکر نہایت حیران و پریشان ہو کے حوالی و اطراف میں مسجد کے جمع ہوے اور گریہ وزاری سے شور قیامت برپا کیا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کی بیقراری و اضطراب کو سُنکر مسجد میں تشریف لائے جیسا کہ محمد بن عبدالرحمن بن فلاد کی روایت سے واضح ہے۔

عن محمد بن عبد الرحمن بن فلاد وكان من رهط حارث بن عبد الله حيث اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيد علي وفضل بن عباس في مرض وفاته قال فخرج يعتمد عليهما حتى جلس على المنبر وعليه عصابة فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد ايها الناس فما ذا تستنكرون من موت نبيكم الم ينع اليكم نفسه وينع اليه انفسكم ام هل خلد احد ممن بعث قبلي ونعيوا اليه فاخلد اليكم وانى لاحق بربي وقد تركت فيكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا بعدي كتاب الله بين ايديكم تقرءونه صباحا ومساء فيه ما تاتون وما تدعون فلا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا وكونوا اخوانا كما امركم الله الا ثم اوصيكم بعترتي اهل بيتي۔

اخرجه السيد ابو الحسين يحيى بن الحسن في كتابه اخبار المدينه

روایت ہے محمد بن عبدالرحمن بن فلاد سے کہ وہ حارث بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں سے تھے حتکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم علی اور فضل بن عباس کا ہاتھ پکڑ کر مرض وفات میں حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے اور ان دونوں پر تکیہ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور حضور کے سر اقدس پر اسوقت دستار مبارک سیدھی تھی پس خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو تم اپنے نبی کے مرنے سے کیوں گھبراتے ہو کیا تمہاری جانیں جیسی ہیں ویسی اسکی جان نہیں ہے اور تمہاری جانیں اسکی جان ایسی نہیں ہے۔ آیا جو مجھ سے پہلے آیا ہے اور جو لوگ کہ رسالت کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ انمیں کوئی ہمیشہ رہا ہے کہ میں تم میں ہمیشہ رہوں پس میں اپنے رب کے ساتھ ملنے والا

ہون۔ یعنی تم مین دو چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے اسکے ساتھ تمسک کیا تو تم میرے بعد
گمراہ نہوگے ایک خدا کی کتاب ہے کہ تم اُسے صبح وشام پڑھتے ہوا سمین وہ امور ہیں جو
تمھین پیش آئینگے اور جنکا کہ تمکو وعدہ دیا گیا ہے پس آپس مین مت جھگڑو اور نہ حسد کرو اور نہ
دشمنی کرو جیسے کہ خدا نے تمکو حکم کیا ہے۔ آپس میں بھائی بنجاؤ پھر میں تمکو اپنے جو تین اہلبیت
کی نسبت وصیت کرتا ہون۔ روایت کیا اسکو سید ابوالحسین یحیی ابن الحسن نے اپنی کتاب
اخبار المدینہ مین۔

اور پھر آپ سب کے حق میں دعاے خیر فرمائی اور دولت سرا میں تشریف فرما ہوے
اور بیماری آپ کی بڑھ گئی اور حالت نزع کی طاری ہوئی۔ شدت حال کی اور سکرات موت
کی اسقدر تھی کہ رنگ چہرۂ مبارک کا کبھی زرد اور کبھی سُرخ ہوتا تھا اور ایک پیالہ پانی کا سامنے
رکھا تھا بار بار اپنے منھ پر ملتے تھے اور فرماتے تھے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ عَنْ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ
اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ حالت نزع میں سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ کے زانو پر تھا
ہاتھ آسماں کی طرف اُٹھا کر فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی کہ یکبارگی روح
پر فتوح قالب پاک سے پردازکر کے دار البقا کو رحلت فرما ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ ہ

ہر دم ہزار تحفہ زما بر رواں تو	اے جان صد ہزار چو ما وقف جاں تو

حضرت سیدہ واویلا وامصیبتاہ کہکے فریاد کرتی تھیں میرے باپ تو نے حق کی دعوت
قبول کی۔ میرے باپ تو نے جنۃ الفردوس میں نزول کیا۔ باباجان تیرے موت کی خبر جبرئیلؑ
کو کون پہونچائے۔ باباجان وحی آلہی تیرے بعد کس کے پاس آئیگی۔ افسوس اب
حسنین کی پاسداری کون فرمائیگا۔ افسوس اب جبرئیل میرے گھر کیوں آئینگے۔ بار خدایا

نہ مجھے اپنے باپ کے دیدار سے محروم مت رکھ۔ یا خدایا مجھے اپنے حلیب کی زیارت سے بے نصیب مت کر اسی طرح تا زیست فراق پدر میں گریاں و نالاں رہیں اور اکثر فرمایا کرتی تھیں اور رویا کرتی تھیں ؎

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا		صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

ترجمہ وہ مصیبت مجھ پر پڑی کہ اگر دن روشن پر پڑتی تو وہ رات ہو جاتی۔ اہلبیت اطہار اور اصحاب کبار موافق وصیت کے غسل اور تجہیز اور تکفین عمل میں لائے اور نماز جنازے کی نوبت نہ نوبت موجب حکم کے پڑھ کر دفن کیا۔

تضمین

حجرۂ عائشہ یا بود از در رشک چمن		یا ہمان حجرہ شد امروز مرا در ادفن
یا ہم بود دست و روزنہ خانہ سخن		یا ملند ست ازاں خانہ بہر سو شیون

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

تازہ تر بود ز حسن برج او باغ و بہار		خار بشکست عمق در دل اصحاب کبار
ہر زمن پیش سطر بود زیس لیل و نہار		چوں سالند کنوں در صحبت بلبل زار

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

سال حسرت پی بستاں شدہ ہمچون کاکل		زرمت بر خویش بپیچیدہ برنگ سنبل
گفت برہم زدہ آرام من آں غیرت گل		نامرادل شدہ تو بیر سال اے بلبل

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

متبدل شده ما ورد و الم عیش و طرب
از غمش جامہ دریدند جوانان عرب

روز در چشم جہان تیرہ تر آمد از شب
کعبہ گردید سیہ پوش و جہان زد بہ تعب

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

اندریں واقعہ آزردہ ز جان گشت بلال
سبب زندگیش بود حضوری و وصال

بود پروانۂ آں شمع شبستان جمال
گفت اکنوں بجہان زیستنم ہست محال

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

یک طرف عائشہ آتش زدی از نالہ بجان
یک طرف گریہ کنان بود علیؓ و عثمانؓ

یک طرف فاطمہ زہرا ز یتیمی گریان
یک طرف بر لبِ صدیقؓ و عمرؓ شور و فغان

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

بود با دیدہ گرفتار اویسِ قرنی
تا شنید اینکہ سفر کرد نگارِ مدنی

در غمش بادیہ پیما ز غریب الوطنی
نعرہ می کرد بصد جان کنی و سینہ زنی

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

گاہ بوے ز نسیمِ سحری مے طلبید
گاہ سر خود صفت بید ز غم می لرزید

گہ رحسرت بسوی یثرب وبطحا می دید	گاہ بے ساختہ از درد جگر می نالید

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْن

بیان فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا از وقت ولادت تا رحلت

تواریخ صحیحہ میں حالات ساب سیدۃ النسا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا اس طرح رقم ہے کہ وہ نونہال گلستان احمدی و نوزادۂ بوستان محمدی نیر برج ہدایت دُر مکنوں دُرج معرفت جناب حضرت قبل نبوت مکہ معظمہ میں بطن مبارک جناب اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ سے پیدا ہوئیں آپ کے سنہ ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک قبل نبوت ہے اور بعض کے نزدیک سال نبوت میں واقع ہوئی ہے روایات صحیحہ یہ ہے کہ بعد نبوت واقع ہوئی ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ پانچ برس قبل نبوت ولادت باکرامت ہوئی۔

روایت ہے کہ حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش مبارک میں دیا۔ آپ نے فاطمہ نام رکھا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَمَّیْتُ فَاطِمَۃَ لِاَنَّ اللّٰہَ فَطَمَھَا مِنَ النَّارِ رواہ الدیلمی۔

روایت ہے انس ابن مالک سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے فاطمہ اس وجہ سے نام رکھا کہ اُسکو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے جدا رکھا ہے روایت کیا اسکو دیلمی نے۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابنتی فاطمہ حوراء آدمیہ لم تحض ولم تطمث انما سماھا فاطمۃ لان اللہ عزوجل فطمھا من النار اخرجہ النسائی

روایت ہے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بیٹی فاطمہ نوع انسان میں حور ہے وہ حیض ونفاس سے پاک ہے میں نے اسکا نام فاطمہ اسوجہ سے رکھا کہ اسکو اللہ جل شانہ نے دوزخ سے جدا کیا ہے۔ روایت کیا اسکو نسائی نے

عن علیؓ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل ما البتول فانا سمعناک یا رسول اللہ تقول مریم بتول وفاطمہ بتول فقال البتول التی لم ترحمرۃ قط ای لم تحض فان الحیض مکروہ فی بنات الانبیاء رواہ الحاکم۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بتول سے کیا معنی ہیں ہمنے آپکو سنا کہتے ہوئے مریم بتول اور فاطمہ بتول پس فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بتول وہ ہے جس نے سُرخی کبھی نہ دیکھی ہو یعنی اسکو کبھی حیض نہوا ہو۔ کیونکہ انبیا علیہم السلام کی لڑکیوں میں حیض مکروہ ہے روایت کیا اسکو حاکم نے۔

عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نزل ملک من السماء فاستاذن اللہ ان یسلم علی فبشرنی بان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ رواہ احمد والترمذی والنسائی والحاکم وابن حبان۔

روایت ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا اور اُسنے اللہ پاک سے میرے سلام کرنے کی اجازت طلب کی پس مجھے خوشخبری دی کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ روایت کیا اسکو احمد بن حنبل اور ترمذی اور نسائی اور حاکم اور ابن حبان نے۔ اور ایک روایت میں ابن حبان کے ہے کہ سب جہان کی عورتون کی سردار ہے سوائے مریم بنت عمران کے۔ اور ایک روایت مین حاکم کے انسؓ بن مالکؓ سے ہے کہ میری امت کی سب عورتوں سے بہتر فاطمہ بنت محمدؐ ہے۔ اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب سیدہ کو فرمایا کہ بیشک اللہ پاک تجھکو اور تیری اولاد کو قیامت کے دن عذاب نہیں کریگا۔

عَنْ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَالْمُسْلِمُ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ فَمَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ رواہ الدیلمی واحمد والحاکم

روایت ہے مسور بن مخرمہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے پس جس نے اسکو غصناک کیا اُسنے مجھے غصناک کیا۔ اور ایک روایت مین دیلمی و احمد و حاکم کے بجائے اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ کے اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ ہے یعنی جسنے اسکو ایذا دی پس بیشک اُسنے مجھکو ایذا دی۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَۃَ یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ اللّٰہَ یَغْضِبُ بِغَضَبِکِ وَیَرْضٰی بِرِضَاکِ رواہ ابو یعلیٰ والحاکم والطبرانی وابو نعیم فی الحلیۃ۔

روایت ہے جناب امیر علیہ السلام سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے کہ اے فاطمہ بیشک اللہ تعالی غضبناک ہوتا ہے تیرے غضبناک ہونے سے اور راضی ہوتا ہے تیری رضامندی سے۔ روایت کیا اسکو ابو یعلی اور حاکم اور طبرانی نے اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور دیلمی نے بھی روایت کیا ہے۔

روایت ہے کہ جب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آپ کے حضور میں تشریف لاتی تھیں آپ تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے اور اکثر اوقات اپنی چادر مبارک بچھا کر اپنے پاس بٹھاتے اور نصیحت بھی فرماتے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ اٰخِرُ عَھْدِہٖ بِاِتْیَانِ فَاطِمَۃَ وَاَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ عَلَیْہِ اِذَا قَدِمَ فَاطِمَۃُ رواہ احمد والبیہقی۔

یعنی ثوبان سے روایت ہے کہ جب حضرت سفر کو تشریف لیجاتے تو رخصت ہونے کے سب سے پیچھے حضرت سیدہؓ کے پاس آتے اور جب سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے صاحبزادی کے گھر تشریف لاتے۔ تاکہ زمانہ مفارقت حضرت سیدہ سے جس قدر کم ہو بہتر ہے۔ الغرض جیسی محبت آپکو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے تھی اپنی اولاد میں سے کسی کے ساتھ نہ تھی۔

امام سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے افضل ہونے میں تین مذہب ہے بعض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اور بعض سکوت کرتے ہیں

لیکن صحیح تر یہ ہے کہ جناب سیدہؓ حضرت صدیقہؓ سے افضل ہیں۔ اور جناب امام

مالک سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ فاطمہ پیغمبر کے گوشت کا ٹکڑا ہے اور میں فضیلت
نہین دیتا کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت کے ٹکڑے پر اور امام سُبکی رح نے
فرمایا ہے کہ جو کچھ مختار ہمارا اور دین ہمارا ہے یہ ہے کہ فاطمہ افضل ہیں بعد اُسکے خدیجہ الکبریٰ
تب حضرت عائشہ۔ انتہیٰ کلام سیوطی۔ حدیثوں میں واقع ہے کہ آنحضرت نے فاطمہ زہرا کو
خطاب کر کے فرمایا کہ مین اور تو اور علی اور حسن اور حسین علیہم الصلوۃ والسلام ایک مکان اور
ایک مقام پر ہوں گے جنت میں۔ کذا فی مظاہر الحق جلد ۱۱ ربع فی مناقب اہلبیت۔
حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
حضور میں حاضر تھا کہ آثار وحی آپکے چہرہ نورانی پر ظاہر ہوے۔ جب وحی آچکی تو آپنے فرمایا
کہ اے انس تمکو معلوم ہوا کہ اسوقت جبرئیل میرے پاس کیا پیغام لائے ہیں میں نے عرض
کیا اللہ اور اُسکا رسول زیادہ جاننے والا ہے۔ آپنے فرمایا جبرئیل رب العالمین کیطرف سے
پیغام لائے کہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی کے ساتھ کر دو پس اے انس تو جا اور ابو بکر اور
عمر اور عثمان اور طلحہ اور زبیر اور جماعت اکابر انصار کو جلد بلا کر لا کہ حق تعالی کا حکم بجالاؤں
اور فاطمہ کا عقد نکاح علی مرتضی کے ساتھ باندھوں۔ حضرت انس بموجب ارشاد نبوی
سب کو بُلا کر لائے۔ بعد اُسکے آپنے حضرت علی رض کو طلب فرمایا اور حضرت علی رض نے لیے
بدن کی زرہ اسّی درم کو فروخت کر کے سامان نکاح مرتب کیا پس آپ نے اُس مجلس مین
خطبہ نکاح کا پڑھا اور حاضرین سے فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رض سے
فرمایا کہ میرے پروردگار نے حکم بھیجا کہ عقد نکاح میری فاطمہ کا علی ابن ابیطالب سے کر دوں
سو مین نے بموجب حکم پروردگار تمہارا نکاح فاطمہ سے اوپر مہر چار سو مثقال چاندی کے باندھا
اے علی تم اس پر راضی ہوے حضرت علی نے عرض کیا راضی ہوا میں یا رسول اللہ اسکے

بعد حضرت علی سجدے میں گرے شکر کرنے کے لیے پس جب اپنا سر مبارک سجدہ سے اُٹھایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کے واسطے برکت دیوے اور تم دونوں کی کوشش نیک کرے اور تم دونوں سے اولاد پاکیزہ کثرت پیدا کرے۔ انس کہتے ہیں کہ واللہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان دونوں سے اولاد پاکیزہ کثرت پیدا کی۔ روایت کیا اسکو احمد نے مناقب میں اور ابو حاتم نے۔

جناب سیدہ علیہا السلام کی وفات کا بیان

کتب آثار و تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نے اس سرائے فانی سے ملک جاودانی کو رحلت فرمائی تمام مدینہ منورہ میں شور قیامت برپا ہوا تھا۔ اُن سب میں عاشق زار رسول حضرت بتول کا وہ حال ہوا کہ بیاں سے باہر ہے۔ رات دن رویا کرتی تھیں۔ ایک روز بعد وفات خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے سیدہ میری خوشی اسمیں ہے کہ تم بہت نہ رویا کرو کہ سارے مدینہ میں شور محشر برپا ہوتا ہے جناب سیدہؓ نے فرمایا کہ مجھکو فراق پدر میں رونا اچھا معلوم ہوتا ہے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّهَا لَمْ تَضْحَكْ فِیْ مُدَّةِ حَیَاتِهَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهَا كَانَتْ تَذُوْبُ مِنَ الْحُزْنِ عَلَیْہِ وَشَوْقِهَا اِلَیْہِ۔ اخرجہ ابن عساکر فی تاریخہ۔

جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب سیدہ علیہا السلام بعد سرور عالم صلعم کے اپنی مدت حیات میں نہیں ہنسیں اور غم میں گھلتی رہیں اور جناب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے شوق میں گھلتی رہیں۔ روایت کیا اسکو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں۔

القصہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کوئی مرض بجز باپ کی جدائی کے نہ تھا چنانچہ باپ کے غم میں چھ مہینے تک زندہ رہیں مگر کسی شخص نے کبھی آپ کو خندان نہ پایا آخر کار اس غم جانکاہ میں یہ حالت ہوگئی کہ طاقت سست اور خاست کی بالکل جاتی رہی اور تاب و توانائی نے یکبارگی جواب دیا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ فَاطِمَةَ عَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ وَّدُفِنَتْ لَيْلًا اخرجہ ابن عساکر

روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ مہینہ زندہ رہیں اور رات کو دفن کی گئیں۔ روایت کیا اسکو ابن عساکر نے۔

اور بعض روایت میں تین مہینہ اور بعض میں سودن ہیں اور استیعاب میں عبدالبر نے لکھا ہے کہ روایت ہے عروہ رضی اللہ عنہ سے کہ جناب سیدہ علیہا السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ مہینہ بعد فوت ہوئیں۔ اسمیں اختلاف بہت ہے لیکن صحیح اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ چھ مہینہ تک زندہ رہیں۔ رمضان شریف کی تیسری تاریخ روز دوشنبہ کو وفات پائی۔ اسما بنت عمیس نے غسل دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ متولی اور کارپرداز تھے۔

نزل الابرار میں ہے کہ جناب سیدہ کے جنازہ کی نماز حضرت علی نے پڑھی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت عباس نے پڑھی تھی

تذکرہ خواص الامۃ مین ہے کہ جناب سیدہ علیہا السلام عقیل بن ابی طالب کے گھر کے گوشہ میں دفن ہوئیں اور بعض کہتے ہین کہ جنۃ البقیع میں آپکا جسد اطہر مدفون ہے چنانچہ مدینہ منورہ مین دونون مقام پر فاتحہ وسلام پڑھتے ہین۔ مین نے وہان کے مزورین اور دیگر اشخاص مدنی سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ عقیل کا مکان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان سے قریب تھا اسوجہ سے مسجد نبوی میں روضہ منورہ کے قریب مزار فاطمہ زہراؑ ہے اور جنۃ البقیع میں بھی مزار مبارک ہے اور وہین حضرت امام حسن علیہ السلام وغیرہ کی بھی مزار ہے۔

اب شاہزادوں کی گریہ وزاری اور غم مادری سے اشکباری کس زبان سے بیان کی جاوے کہ ہنوز رسول مقبول کی جدائی کا الم دل سے دور نہوا تھا کہ ماں کی مفارقت کا غم سر پر پڑا اور حضرت شیر خدا علی مرتضی کا صدمہ اٹھانا اور دونون شاہزادون کو سمجھانا ایسا واقعہ اندوہناک ہے کہ جسکے بیان کرنے سے دل اندوہگین چاک چاک ہے

تضمین از صوفی

چون ازین وار محن رخت سفر بست بتول دل حسنین ازین واقعہ گردید ملول	دور شد از دل او داغ جدائی رسول حضرت شیر خدا بود بہ زاری مشغول

رفت از دار فنا فاطمہ زہرا افسوس
کرد یکبار مرا بیکس وتنہا افسوس

داغ دوری رسول عربی بود بدل یک دل وداغ فراوان وہزاران مشکل	فاطمہ نیز روان کرد ازین جا محمل ہست بیتابی دل صورت مرغ بسمل

رفت ار دارہا فاطمہ زہرا افسوس
کرد یکبار مرا بیکس و تنہا افسوس

بود مالال حسن از فرقت مادر بسیار	چشم او گشت ازیں واقعہ چوں ابر بہار
صورتِ نرگس گلزار شدہ از غم بیمار	آمدی پیش پدر نالہ کشیدی ہر بار

رفت ار دارہا فاطمہ زہرا افسوس
کرد یکبار مرا بیکس و تنہا افسوس

از علی ہیچ کسے بود نہ غمخوار حسین	ابر شرمندہ شدہ از چشم گہر بار حسین
داغ افتادہ بر جان و دل زار حسین	داشت زبیگو نہ فغاں لعل شکر بار حسین

رفت ار دارہا فاطمہ زہرا افسوس
کرد یکبار مرا بیکس و تنہا افسوس

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی ولادت و فضائل کا بیان ہو

کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ محامد اور فضائل حضرت آفتاب آسمان ولایت و ماہتاب برج ہدایت امام المشارق والمغارب سیدنا علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ کے اسقدر ہیں کہ امکان نہیں کہ اسکا عشر عشیر بھی بیان کر سکے۔ اہلبیت اطہار و اصحاب کبار اکثر آپ کے مدح خواں اور اولیائے کرام آپکے نام پر دل و جان سے قرباں ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد ہیں۔

امام احمد اور نسائی وغیرہما سے منقول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان سے زیادہ حدیثیں جیّد اسانید کے ساتھ روایت نہیں ہوئیں

اور امام سیوطی نے کہا کہ اسکا سبب یہ ہے کہ علی متاخرین اور اُنکے زمانہ میں اختلاف واقع ہوا اور بہت سے مخالفین نے اُنکے ساتھ جنگ کیا اور اُنپر خروج کیا پس علماء نے چاہا کہ اُنکے مخالفین کی تردید کے لیے اُن کے مناقب مشتہر کریں اِس سبب سے بہت صحابہ اُنکو روایت کرتے تھے۔ الا خلفائے ثلثہ کے بھی مناقب بہت ہیں اُنکے برابر بلکہ اُنسے زیادہ کذا فی مظاہر الحق۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا اخرجه الترمذی وابونعیم۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اُسکا دروازہ ہے۔ روایت کیا اُسکو ترمذی اور ابونعیم نے اور مشکوۃ المصابیح میں بھی یہ حدیث ترمذی سے منقول ہے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث غریب ہے۔

اشعۃ اللمعات و مظاہر الحق شرح مشکوۃ میں ہے کہ ایک روایت میں اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ اور ایک روایت میں اَنَا دَارُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ہے اور ایک روایت میں بہ زیادہ ہے فمن اراد العلم فلیاته من بابه اس ذکر کرنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور بڑائی معلوم ہوئی اور واقع میں حضرت علی ایسے ہی ہیں۔ کیونکہ آپ بہ نسبت بعض صحابہ کے بہت بزرگی اور علم رکھتے ہیں لیکن انحصار بابیۃ کا آپکے حق میں نہیں ہے۔ تمام صحابہ بمنزلہ دروازوں کے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور اگر باب العلم سے مراد باب القضا ہو تو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تخصیص ہے

جیسا کہ آپ کی شان مین آیا ہے اِنَّہٗ اَقضَاکُمْ۔

روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے کہا اُنھون نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مین علم کا شہر ہون اور علیؑ اسکا دروازہ ہے۔ حاکم نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ایک جماعت نے اُسکی روایت کی ہے اور علائی اور ابن حجر عسقلانی حافظان حدیث نے اِس حدیث کو حسن کہا ہے۔

یہ حدیث پوری نہیں ہے بلکہ ایک ٹکڑا ہے جیر فردوس مین یہ حدیث پوری اس طرح پر ہے اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَاَبُوبَکرٍ اَسَاسُھَا وَعُمَرُ حِیطَانُھَا وَعُثمَانُ سَقفُھَا وَعَلِیٌّ بَابُھَا یعنی مین علم کا شہر ہون اور ابوبکر اُسکی بنیاد ہین اور عمرؓ اُسکی دیوار ہین اور عثمان اُسکی چھت ہین اور علیؑ اسکا دروازہ ہین۔ حافظ ابوسعید نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے باعتبار طرق کے صحیح اور ضعیف اور موضوع نہین ہے ازمظاہر الحق۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت مَن اَفتَاکُم بِصَومِ عَاشُورَاءَ قَالُوا عَلِیٌّ قَالَت اَمَا اَنَّہٗ اَعلَمُ بِالسُّنَّۃِ اخرجہ ابوعمر فی الاستیعاب۔

روایت ہے جناب اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ پوچھا اُنھوں نے لوگون سے کہ کس نے فتویٰ دیا تمکو عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا لوگون نے کہا حضرت علی نے اُم المومنین نے فرمایا آگاہ ہو کہ وہ سنت (حدیث) نبوی کو زیادہ جاننے والے ہین۔ روایت کیا اسکو ابوعمر نے استیعاب مین۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لَا یُفتِیَنَّ اَحَدٌ فِی المَسجِدِ وَعَلِیٌّ حَاضِرٌ اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب۔

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آپنے فرمایا کہ ہرگز کوئی فتوی بیان کرے مسجد میں جبکہ حضرت علیؓ موجود ہوں۔ روایت کیا اسکو ابوعمر ابن عبدالبر نے استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب معروف و مشہور و معتبر کتاب ہے۔

عَنْ اَبِی حَرْبِ بْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ اَنَّ عُمَرَ اَرَادَ رَجْمَ الْمَرْءَۃِ الَّتِیْ وَلَدَتْ لِسِتَّۃِ اَشْہُرٍ فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ وَحَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ ثَلَاثُوْنَ شَہْرًا وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ فَالْحَمْلُ سِتَّۃُ اَشْہُرٍ وَالْفِصَالُ فِیْ عَامَیْنِ فَتَرَکَ رَجْمَہَا وَقَالَ لَوْلَا عَلِیٌّ لَہَلَکَ عُمَرُ اخرجہ ابن السمان۔

روایت ہے ابی حرب بن ابی الاسود سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا ایک عورت کے رجم کا جو نکاح کے چھ مہینہ بعد بچہ جنی تھی پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بچہ کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینہ ہے۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بچہ کا دودھ چھوڑانا دو برس ہے پس حمل کی مدت چھ مہینے ہوئی اور دودھ چھوڑانے کی دو برس پس عمر رضی اللہ عنہ نے اُسکے رجم کرنے کو چھوڑ دیا اور کہا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا تھا۔ روایت کیا اسکو ابن سمان نے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا نَزَلَ فِیْ اَحَدٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ مَا نَزَلَ فِیْ عَلِیٍّ۔ اخرجہ ابن عساکر و ابن مردویہ و ابن حجر فی الصواعق۔

روایت ہے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں نازل ہوئیں آیات کتاب اللہ سے کسی کے حق میں جسقدر کہ نازل ہوئیں حضرت علی

رضی اللہ عنہ کی شان ہیں۔ روایت کیا اسکو ابن عساکر اور ابن مردویہ نے اور ابن حجر نے
صواعق محرقہ میں۔

قولہ تعالیٰ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ
وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرین میت کہ چاہتا ہے اللہ یہ کہ
دور کرے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تمکو خوب پاک کرنا۔

یہ آیت ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
آل عبا کے حق میں دعا فرمایا اور کہا کہ یہ بھی میری اہلبیت ہیں۔ چونکہ رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی اور آل عبا آیہ تطہیر میں شامل ہوگئے۔ اگر آل عبا کے حق
میں نازل ہوتی تو دعا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ ام سلمہ نے عرض کیا کہ انا معھم
آپ نے فرمایا اِنَّکِ عَلَی الْخَیْرِ۔ کیونکہ اسکے حق میں یہ آیہ نازل ہوئی ضرورت دعا
کی نہیں فافہم کذا فی تحفہ اثنا عشریہ

عن اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ اِنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اِنَّمَا
یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ
تَطْھِیْرًا نَزَلَتْ فِیْ بَیْتِیْ وَاَنَا جَالِسَۃٌ عِنْدَ الْبَابِ وَفِی الْبَیْتِ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَحَسَنٌ وَ
حُسَیْنٌ فَجَلَّلَھُمْ بِکِسَاءٍ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَخَاصَّتِیْ
اَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا فَقَالَتْ وَاَنَا مَعَھُمْ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّکِ عَلَی الْخَیْرِ اخرجہ المسلم والترمذی وصححہ۔

روایت ہے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا انھوں نے یہ آیت

میرے گھر میں نازل ہوئی اور میں بیٹھی تھی دروازے کے پاس اور گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام تھے حضرت نے انکو کملی اوڑھا کر فرمایا اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے حامی ہیں ان سے نجاست کو دور کر اور ان کو پاک کر خوب پاک کرنا پس میں نے کہا یا رسول اللہ میں بھی انکے ساتھ ہوں فرمایا تم بہتری پر ہو (یعنی ازواج سب طیب و طاہر ہیں اور صاحب فضیلت ہیں۔ اس وجہ سے آپ نے فرمایا انک علی الخیر) روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی نے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا فرمایا اللہ برتر نے اور کھلاتے ہیں کھانا اُسکی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مَرِضَا فَعَادَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَقَالَا يَا اَبَا الْحَسَنِ لَوْ نَذَرْتَ عَلٰى وَلَدَيْكَ فَنَذَرَ عَلِيٌّ وَّفَاطِمَةُ وَفِضَّةُ جَارِيَةٌ لَّهُمَا اَنْ يَّصُوْمُوْا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَشُفِيَا وَمَا مَعَهُمْ شَيْءٌ فَاسْتَقْرَضَ عَلِيٌّ مِّنْ شَمْعُوْنَ الْيَهُوْدِيِّ الْخَيْبَرِيِّ ثَلٰثَةَ اَصْوُعٍ مِّنَ الشَّعِيْرِ فَطَحَنَتْ فَاطِمَةُ صَاعًا وَّاخْتَبَزَتْ خَمْسَةَ اَقْرَاصٍ عَلٰى عَدَدِهِمْ وَوَضَعُوْهَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ لِيُفْطِرُوْا فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ سَائِلٌ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ اَنَا مِسْكِيْنٌ مِّنْ مَّسَاكِيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ اَطْعِمُوْنِيْ اَطْعَمَكُمُ اللّٰهُ مِنْ مَّوَائِدِ الْجَنَّةِ فَاٰثَرُوْهُ وَبَاتُوْا لَمْ يَذُوْقُوْا اِلَّا الْمَاءَ وَاَصْبَحُوْا صِيَامًا فَلَمَّا اَمْسَوْا وَوَضَعُوا الطَّعَامَ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ يَتِيْمٌ فَاٰثَرُوْهُ وَوَقَفَ عَلَيْهِمْ اَسِيْرٌ فِي الثَّالِثَةِ فَفَعَلُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ

فلمّا اصبحوا اخذ علیؓ بید الحسن والحسین واقبلوا علی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فلمّا ابصرھم وھم یرتعشون کالفراخ من شدّۃ الجوع قال ما اشدّ ما یسوءنی ما اریٰکم وقام فانطلق معھم فرایٰ فاطمۃ فی محرابھا قد التصق ظھرھا ببطنھا وغارت عیناھا فساءہٗ ذٰلک فنزل جبرئیل وقال خذھا یا محمّد ھنّاک اللہ فی اھل بیتک فقرء ھذہ الآیۃ ویطعمون الطعام الآیۃ۔ اخرجہ الزمخشری فی الکشاف۔

روایت ہے ابن عباس سے کہ ایک مرتبہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام بیمار ہوگئے پس اُنکی عیادت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ہمراہ لیکر گئے پس دونوں صاحبوں نے کہا اے ابوالحسن اگر آپ نذر مانتے اپنے دونوں صاحبزادوں کے لیے تو بہتر تھا پس حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما اور اُنکی لونڈی فضہ نے نذر مانی تین روزے رکھنے کی پس حسنین علیہما السلام نے اُس بیماری سے شفا پائی سب نے نذر کے روزے رکھے اور اُنکے پاس اُسوقت کوئی چیز نہ تھی جو شام کو افطار کے لیے کام آتی پس قرض لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شمعون یہودی سے جو خیبر کا رہنے والا تھا تین صاع جو پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع کو پیسکر پانچ روٹیاں موافق اُنکی تعداد کے پکائیں اور اُن کے سامنے رکھا تاکہ سب لوگ روزہ افطار کریں پس کھڑا ہوگیا اُنکے سامنے ایک سائل اور کہا السلام علیکم یا اہلبیت محمد میں مسکین ہوں مسلمان مسکینوں میں سے مجھے کچھ کھلاؤ کھلائیگا تمکو اللہ تعالیٰ جنت کے دسترخوانوں سے پس سب نے ایثار کیا[1] اپنا کھانا بخشدیا اور پانی سے

[1] ایثار کردیا ایثار کے معنی جو یہ کہ اپنا کھانا دوسرے کو دیدے ۱۲ منہ

افطار کرکے سو رہے اور پھر دوں بھر روزہ رکھا جب شام ہوئی اور افطار کے لیے اُنکے سامنے کھانا رکھا گیا پس ایک سائل نے پکارا میں یتیم ہوں سب نے اپنا کھانا اُسے دیدیا اور پانی سے افطار کرکے سو رہے پس اسی طرح تیسرے روز ایک قیدی کو بخشدیا پس جب صبح ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسنین کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے وہ دونوں صاحزادے جوزۂ مرغ کی طرح کانپ رہے تھے حضرت نے انکو دیکھکر فرمایا انکی یہ کیا حالت ہے جس سے مجھے رنج پیدا ہورہا ہے پھر آپ حضرت علی کے ساتھ اُنکے گھر میں تشریف لے گئے۔ جناب سیدہ کو محراب میں دیکھا کہ اُن کا پیٹ پیٹھ سے لپٹ گیا ہے۔ اور اُنکی آنکھوں میں ضعف سے حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت کو یہ دیکھکر نہایت ملال ہوا اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے یا محمدؐ یہ لیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اہلبیت کے نسبت تہنیت دیتا ہے اور آیہ پڑھی یطعمون الطعام علی حبہ الآیہ۔ علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں لکھا ہے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَلُوْنِىْ اِلَّا عَلِيًّا۔ رواہ احمد۔

روایت ہے سعید ابن مسیب سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں تھا کوئی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایسا کہ کہے پوچھو تم مجھ سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے۔ روایت کیا اسکو امام احمد بن حنبل نے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ فرمایا اللہ

تعالیٰ نے جزین نیست کہ اے محمد تو ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک راہ دکھانے والا ہے۔ عَنْ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِیٌّ الْھَادِ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلٰی عَلِیٍّ وَقَالَ بِكَ یَھْتَدِی الْمُھْتَدُوْنَ۔ اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ والحافظ ابونعیم فی کتابہ ما نزل من القرآن فی علی وابوبکر بن مردویہ۔

روایت ہے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ڈرانے والا ہون اور علی راہ بتانے والے ہین اور آپنے اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے حضرت علی کی طرف اور کہا اے علی تجھ سے ہدایت پائینگے ہدایت پانے والے۔ روایت کیا اسکو ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب نزل من القرآن فی علی مین اور ابوبکر بن مردویہ نے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھکر فرمایا میں منذر ہون اور علی کے کندھے کیطرف اشارہ کرکے فرمایا تو ہادی ہے اور تجھ سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے روایت کیا اسکو ابوحریرا ور ابن مردویہ نے اور ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی اور ابن عساکر اور ابن النجار نے اور سیوطی نے در منثور میں۔

ف مفسرین نے اس آیہ کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا منذر و ہادی دونون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے۔ اور شیعہ اس آیہ سے استدلال کرتے ہین حضرت علی کی خلافت کا۔ اور اس قسم کی احادیث کی نسبت بھی محدثین مختلف ہیں۔ لیکن راقم کے نزدیک اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں اس قسم کی احادیث جو ان دونون حدیثون کے علاوہ اور احادیث بھی ہین لاباس بہ ہے کیونکہ صورت واقعہ اور نیز

امام سیوطی کا درمنثور میں روایت کرنا اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا بیان مطابق ہے۔ لہٰذا اس کو داخل کتاب کیا واللہ اعلم بالصواب۔

تحفہ اثنا عشریہ میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی اس حدیث کے تحت میں بہت طویل تحریر ہے اور مختلف مقامات میں لکھا ہے جسکا خلاصہ مضمون اس مقام پر لکھا جاتا ہے۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے کمالات امت کو پہونچے ہیں ایک کمالات ولایت کہ تمام اولیاء اللہ کو پہونچے ہیں اور قیامت تک جاری رہیں گے۔ دوسرے کمالات نبوت ہیں جو بطفیل آپ کے تمام صحابہ کرام کو پہونچے اور تابعین اور تبع تابعین میں کمتر پہونچے اور یہ کمالات بعد قرون ثلاثہ مخفی ہو گئے۔ اور کمالات ولایت کے قطب ہدایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور امامت اسی قطبیت سے مراد ہے اور صحابہ ان کمالات ولایت میں اُنکی طرف محتاج ہیں گو کہ اہل سنت افضلیت شیخین کے قائل ہیں لیکن بحکم اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَانِ یعنی انسان احسان کا بندہ ہے حضرت علی علیہ السلام کے زیادہ شکر گذار ہیں اور کمالات نبوت کے قطب ہدایت حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں اور وزارت کے خطاب سے مشرف ہوئے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَزِیْرَایَ فِی الْاَرْضِ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ یعنی رُوئے زمین پر میرے دو وزیر ہیں۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کمالات نبوت اور ولایت دونوں قطبیت ہدایت کا حصہ رکھتے ہیں۔ اسی واسطے آنکو ذی النورین کہتے ہیں اور کمالات نبوت کمالات ولایت سے بہتر ہیں۔ کیونکہ کمالات نبوت

میں تجلی ذات کی بے پردۂ صفات کے ہے اور کمالات ولایت میں تجلی ذات کی پردۂ صفات میں ہے۔ پس جناب امیر علیہ السلام دروازۂ علم قرار دیے گئے کہ مراد علم صفات سے ہے اور صحابہ کمالات نبوت پر اکثر نظر رکھتے تھے اور کمالات ولایت کا مقابل میں کمالات نبوت کے چنداں اعتبار نہیں اس واسطے تمام صحابہ اور جناب امیر علیہم السلام افضلیت شیخین کے قائل تھے اور اس پر اجماع ہو گیا۔ پس اس اجماع سے افضلیت خلفائے ثلثہ کی جناب امیر پر اور افضلیت جناب امیر کی تمام صحابہ پر بعد خلفائے ثلثہ کے ثابت ہوئی

اور تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ فخر المطابع کے صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ میں ہے۔ ولہذا محققین صوفیہ نوشتہ اند کہ شیخین حامل کمالات نبوت بودہ اند و حضرت امیر حامل کمالات ولایت ولہذا کارانبیا کہ جہاد با کفار و ترویج احکام شریعت و اصلاح امور ملت است از شیخین خوب تر سرانجام یافت و کار اولیا از تعلیم طریقت و ارشاد با حوال و مقامات سالکین و تنبیہ بر غوائل نفس و ترغیب بر زہد در دنیا از حضرت امیر بیشتر مروی گشت پس گویا زمان شیخین بقیہ زمان نبوت بود و زمان حضرت امیر ابتدائے دورۂ ولایت شد لہذا شیوخ طریقت و ارباب معرفت و حقیقت آنجناب را فاتح باب ولایت محمدیہ و خاتم ولایت مطلقہ انبیا نوشتہ اند و از ینست کہ سلاسل جمیع فرق اولیاء اللہ بآنجناب منتہی می شود و مانند جدا ول از بحر عظیم منشعب میگردد و چنانچہ سلاسل تلمذ فقہائے شریعت و مجتہدین ملت بشیخین و نواب ایشان مثل عبد اللہ بن مسعود و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و عبد اللہ بن عمر میرسد و استحصال علوم ایشان میگردد و ہمیں ست کہ حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را با ایشان وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ ہست و نام شیخین را

دریں مقامات کسے برزبان نمی آرد ودرفاتحہ ودرود ونذر ومنت وعرس ومجلس کسے شریک
نمی کند وامور تکوینیہ را وابستہ ایشاں نمی داند گو معتقد کمال وفضیلت ایشاں باشد الخ
یعنی محققین صوفیہ نے لکھا ہے کہ شیخین حامل کمالات نبوت کے تھے اور حضرت
امیر حامل کمالات ولایت کے تھے اسی وجہ سے ترویج احکام شریعت وصلاح امور ملت
شیخین سے خوب سرانجام پائے اور تعلیم طریقت وہدایت حضرت امیر سے زیادہ جاری ہو
پس گویا زمانہ شیخین بقیہ زمانہ نبوت تھا اور زمانہ امیر ابتدا دورۂ ولایت ہوا۔ اسی واسطے
مشائخ طریقت واصحاب معرفت وحقیقت نے آپکو فاتح باب ولایت محمدیہ اور خاتم
ولایت مطلقہ انبیا لکھا ہے۔ اسی وجہ سے تمام فرق اولیاء اللہ کے سلسلے آپ پر منتہی
ہوتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اور اُنکی ذریت طاہرہ کو
تمام امت مثل پیروں اور مرشدوں کے پوجتی ہے اور امور تکوینیہ کو اُن سے وابستہ
جانتی ہے اور فاتحہ ودرود اور صدقات اور نذر ومنت اُنکے نام پر رائج ومعمول ہو گیا
چنانچہ کل اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے اور نام شیخین کا ان مقدمات میں کوئی شخص
زبان پر نہیں لاتا اور فاتحہ ودرود اور نذر ومنت اور عرس ومجلس میں کوئی شریک نہیں
کرتا اور امور تکوینیہ کو اُن سے وابستہ نہیں جانتا۔ گو معتقد اُنکے کمال اور فضیلت کا
ہوا انتہی از تحفہ اثنا عشریہ۔

پس تحفہ اثنا عشریہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نبوت ورسالت
مثل نور آفتاب کے ہے اور زمانہ ولایت مثل نور ماہتاب کے ہے۔ اور کمال
نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب ہے۔ اور نسبت ولایت
کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کنسبۃ القمر الی الشمس ہے اور نسبت علماء واولیاء

کی ان دونوں کے ساتھ کنسۃ النجوم الی القمر والشمس سے ہے جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

تواریخ کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کی جماعت چار گروہ ہو گئی تھی۔ اول گروہ بنی امیہ کا تھا جو ابتدا خلافت سے حضرت کا مخالف ہو گیا تھا جسکی بڑی جماعت شام میں تھی۔ یہ گروہ بوجہ خصومت کے جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بالکل روایت نہین کرتا تھا بلکہ برسر محراب و ممبر اسی گروہ کی بدولت ایک سو برس سے زیادہ دن یعنی عبد العزیز بادشاہ کے وقت تک جناب امیر علیہ السلام کے نام پر سب وشتم ہوتا رہا جو اس عبد العزیز بادشاہ نے موقوف کرایا اور اسی گروہ کو حضرت علی کی شہادت کے بعد خلافت نصیب ہوئی۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو حضرت علی کی خلاف تو نہیں تھا لیکن بظاہر طرفدار بھی نہ تھا۔ یہ بنی امیہ کے رعب کی وجہ سے جناب امیر علیہ السلام کا نام زبان پر نہیں لاسکتا تھا احادیث کا روایت کرنا تو دشوار تھا۔ تیسرا گروہ خود جناب امیر کے متبعین سے تھا لیکن جنگ صفین میں اس گروہ کے دو فریق ہو گئے تھے۔ ایک گروہ بالکل خلاف ہو گیا جو خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ گروہ پہلے گروہ سے بھی زیادہ جناب امیر سے عداوت رکھنے لگا۔ اور جنگ نہروان کے بعد تو یہی گروہ حضرت امیر کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ چنانچہ اسی گروہ کے ہاتھ سے حضرت شہید بھی ہوئے۔ یہ لوگ بوجہ عداوت و دشمنی حضرت امیر سے حدیث روایت نہین کرتے تھے۔ چوتھا گروہ وہ تھا جو دل وجان سے حضرت کی محبت پر ثابت قدم تھا اول تو اُسکی تعداد نہایت قلیل تھی دوم یہہ گروہ بھی بخوف

سی امیہ مخفی طور سے حضرت امیر سے روایت کو بیان کرتے تھے اور ظاہر طور سے حضرت امیر کا نام زبان پر نہیں لاتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ اسی گروہ مین تھے۔

تاریخ الخلفا مین امام سیوطیؒ نے ابن سعد سے روایت کی ہے کہ خوارج میں سے عبدالرحمن بن ملجم مرادی اور برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکیر تمیمی تین آدمی مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور باہم معاہدہ کیا کہ علی اور معاویہ اور عمرو بن العاص تین شخصوں کو قتل کرنا چاہیے۔ ابن ملجم نے کہا میں علی کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں اور برک نے کہا میں معاویہ کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں اور عمرو بن بکیر نے کہا میں عمرو بن العاص کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں اور تینوں نے باہم یہ عہد کیا کہ یہ امر ایک ہی شب میں گیارھویں رمضان یا سترھویں کو واقع ہو پھر اُنمیں سے دو بجانب دمشق اور مصر کو روانہ ہوئے اور حضرت امیر علیہ السلام کے شہید کرنے کو ابن ملجم کوفہ میں پہونچا اور خارجیوں میں سے اپنے دوستوں سے ملاقات کیا۔ پس وہ اپنے مہم کا ارادہ کرنے لگے۔ رمضان کی سترھویں سنہ ۴۰ھ شب جمعہ کو پس سا ... علی علیہ السلام صبح کو بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمانے لگے کہ میں نے آج رات کو خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپکی امت سے مجھے کیا کیا صعوبتیں اور جھگڑے پیش آئے ہیں۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ اسکے حق میں دعا کرو میں نے کہا اے پروردگار ان کے بدلے میں مجھے انسے بہتر لوگوں کی صحبت عطا کر اور میرے عوض انکو کسی بد کی صحبت عطا کر اس درمیان میں ابن النباح موذن نے اذان دی حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازہ سے باہر نکلے اور پکارنے لگے ایہا الناس الصلوۃ الصلوۃ ابن ملجم نے بڑھکر آپکی پیشانی سے اوپر سر کے ایک طرف تلوار ماری کہ دماغ مین بیٹھ گئی پس ہر طرف سے

لوگ دوڑ پڑے اور اُسکو پکڑ لیا اور باندھ لیا جناب امیر علیہ السلام جمعہ اور ہفتہ کے روز
تک زندہ رہے اور یکشنبہ کے روز رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی تنہائی اور بیکسی کس
زباں سے بیان ہو کہ ابھی ماں کا قلق اور غم دل سے دور نہ ہوا تھا کہ باپ کا رنج والم سر
پر پڑ گیا اب سر پر کوئی مونس اور مددگار بجز ذات پروردگار باقی نہ رہا پہلے تو جناب رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا داغ مفارقت اُسکے بعد حضرت خاتون قیامت کی رحلت
پھر جناب شہنشاہ ولایت کے شہادت کی مصیبت کس کس بار غم والم کے متحمل ہوں۔

روکر حسین بولے کہ اے میرے کبریا پھر فاطمہ کا سایہ مرے سر سے اُٹھ گیا	پہلے تو اس جہان سے نبی نے سفر کیا اب مرتضیٰ کا داغ الم سر پہ ہے پڑا

تا کے زمانہ داغ غم بر جگر نہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

کس کس کی دلسے یاد بھلاؤں میں دلفگار بزم جہاں میں شمع صفت ہوں میں اشکبار	اک دل ہے میرا سینہ پڑے داغ بیشمار لالہ کیطرح دل ہے مرا غم سے داغدار

تا کے زمانہ داغ غم بر جگر نہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

بیان فضائل حسنینؓ و محبت اہلبیت اطہار

چونکہ قبل بیان شہادتین اول بیان فضائل حسنین علیہما السلام ضروری ہے اس لیے
بیان کرتا ہوں کہ اول تو یہ دونوں صاحبزادے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے

تھے۔ اس دعوی کی دو دلیلیں ہیں اَلْاَوَّلُ اَنَّ ابْنَ الْبِنْتِ لَهٗ حُکْمُ الْابْنِ
وَلِهٰذَا یُعَدُّ عِیْسٰیؑ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ترجمہ اول یہ کہ بیٹی کا بیٹا حکم
بیٹے میں ہے اور اسی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں شمار کیے گئے اسواسطے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے اور حضرت مریم
بنی اسرائیل یعنی فرزندان یعقوب سے ہیں پس حضرت عیسیٰ حضرت مریم کے رشتے سے
بنی اسرائیل سے کہلائے پس بواسطہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حضرات
حسنین علیہما السلام بھی بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے وَالثَّانِیُ اَلنَّبِیُّ
فَقَدْ ثَبَتَ بِطُرُقٍ مُتَعَدِّدَةٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ هُمَا اِبْنَایَ۔ ترجمہ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت نے دونوں کو
متبنی کیا تھا چنانچہ بہت روایتوں سے ثابت ہوا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا
شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَهٰذَانِ ابْنَایَ وَهُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ
الدُّنْیَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسن
وحسین سردار ہیں بہشتی جوانوں کے اور یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور یہ دونوں
دو پھول ہیں میرے دنیا میں۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا
فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔ اخرجہ ابن عساکر۔

روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

جس نے حسنین سے محبت رکھی اُسے مجھ سے رکھی اور جس نے اُنسے عداوت رکھی مجھ سے رکھی۔ روایت کیا اسکو ابن عساکر نے۔

وَعَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ ھٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا رواہ الترمذی والطبرانی والنسائی۔

روایت ہے اسامہ بن زید سے کہ فرمایا حضرت نے کہ یہ دو شخص یعنی حسن اور حسین دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں خداوندا میں اُسکو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ اُنکو اور اُنکو جو اُن سے محبت رکھتے ہیں روایت کیا اسکو ترمذی نے اور طبرانی اور نسائی نے بھی۔ یہ حدیث ترمذی میں باب مناقب الحسنین میں ہے اور مشکوۃ المصابیح میں یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ واضح ہو کہ دعائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہہ مقبول ہے پس دوست رکھنا اللہ کا دوستدار حسنین علیہما السلام کو یقینی ہے۔

روایت کی ہے ابی شیبہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ سے فرمایا کہ میں حسنین کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اُنکو دوست رکھ اور دشمن رکھ اُسکو جو اُنکو دشمن رکھے۔ از مشکوۃ المصابیح۔

اور یہی طبرانی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص حسنین کو دوست رکھے میں اُسکو دوست رکھتا ہوں اور جسکو میں دوست رکھوں اُسکو خدا بھی دوست رکھے اور جسکو خدا دوست رکھے وہ بہشت میں جائیگا اور جو شخص حسنین سے دشمنی رکھے میں اُس سے دشمنی رکھتا ہوں اور جسکا میں دشمن ہوا

اُسکا خدا دشمن ہوا اور جسکا خدا دشمن ہوا تو اُسے دوزخ نصیب ہوگی اور ہمیشہ عذاب میں رہیگا اور اسی مضمون کی ایک حدیث طبرانی نے مسند سلمان میں روایت کی ہے اور وہ یہ ہے عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ اَحْبَبْتُهُ وَمَنْ اَحْبَبْتُهُ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا اَبْغَضْتُهُ وَمَنْ اَبْغَضْتُهُ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ رواہ الطبرانی فی مسند سلمان۔

حب ایشان دلیل صدق و وفاق	بغض ایشان دلیل کفر و نفاق
قرب شان پایۂ علو و جلال	بُعد شان مایۂ عتو و ضلال

اب ان احادیث سے معلوم کرلینا چاہیے کہ یزید اور اُسکے انصار اور اعوان کا جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا آخرت میں کیا حال ہوگا۔ ولھذا لا یتوقف فی شانه ولا فی اعوانه وانصاره۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ فِي الْحُسَيْنِ اَيْضًا كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رواہ البخاری۔

یعنی امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حسن اور حسین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّاْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ رواہ الترمذی۔

اور جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ سینہ سے سر تک حسن مشابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حسین سینہ سے قدم تک روایت کیا اسکو ترمذی نے اور صحیح کہا اسکو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک جان دو قالب تھے اور دونوں مل کر گویا آنحضرت کی تصویر تھی اور گویا صورت جسمیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم دو حصہ ہو کر بادہ خلقت دونوں نور دیدہ صورت میں جلوہ فرما تھی اور جس طرح صورت میں یہ دونوں صاحبزادے اشبہ تھے اُسی طرح اخلاق اور عادات میں مشابہ تر تھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَيْضًا فِي الْمِشْكٰوةِ۔

ترجمہ صحیح مسلم میں وارد ہوا کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور آپکے پاس ایک کملی سیاہ تھی سو حسن ابن علی آئے حضرت نے اُنکو کملی میں لے لیا پھر حسین ابن علی آئے اُنکو بھی داخل فرمایا۔ پھر فاطمہ علیہا السلام آئیں اُنکو بھی داخل فرمایا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ آئے اُنکو بھی اُڑھا لیا پھر حضرت نے فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الآیۃ یعنی اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اور ستھرا کرے تمکو ایک ستھرائی سے۔

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ عَهِدَا فَدَخَلَ الرَّجُلُ لِيُسَلِّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم وهو يُصَلِّي فَرَأَى الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ يَرْكَبَانِ عَلَى عُنُقِهِ مَرَّةً وَيَمُرَّانِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَحَلْمَهُ

فَلَمَّا فَرَغَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ الرَّجُلُ مَا نَقَطَعَانِ الصَّلٰوةَ فَعَصَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ نَاوِلْنِي عَهْدَكَ فَاخَذَهُ فَمَزَّقَهُ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَلَا اَنَا مِنْهُ اخرجه النسائی۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے واسطے پروانہ لکھا وہ حضور میں سلام کرنے کے واسطے حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت نماز مین تھے اُسنے دیکھا کہ حسنین علیہما السلام کبھی آپکی گردن مبارک اور کبھی پشت پر سوار ہوتے ہین اور آگے اور پیچھے سے چلے جاتے ہین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوے تو اُس شخص نے کہا ان دونون نے کیا نماز کو حرام کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب میں آکر اُس آدمی سے کہا اپنا پروانہ ہمکو دے اور اُس سے وہ پروانہ لیکر پھاڑ ڈالا اور فرمایا جو کوئی ہمارے چھوٹون پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم سے نہین ہے اور نہ ہم اُسکے ہیں روایت کیا اسکو نسائی نے۔

اور ابن عساکر نے انس سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص مجلس میں کسی کی تعظیم نہ کرے۔ مگر حسنین اور اُنکے اولاد کی۔

شیخ ابو سعید ماوردی نے مناقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مین لکھا ہے کہ یہ حضرت توقیر اور احترام سادات میں نہایت مبالغہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن مجلس وعظ میں چند مرتبہ تعظیم کو کھڑے ہوے اور بیٹھے اور سبب ظاہر نہ ہوا اہل مجلس نے پوچھا کیا سبب تھا۔ فرمایا کہ ان مین ایک لڑکا علوی ہے۔ ہر گاہ میں اُسکو دیکھتا ہوں

تعظیم کے واسطے اُٹھتا ہوں۔ از سیر الاولیا

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ شیخ امان پانی پتی سنا ر ارشاد طالبیں و درس متعلمیں بیٹھے ہوتے اور اطفال سادات کبھی آتے تو یہ حضرت اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُس دم تک کھڑے رہتے کہ وہ لڑکے کھیل کود کے چلے جاتے۔ لوگوں نے پوچھا اسکا کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ اماں کی کیا مجال ہے جو بیٹھا رہے اور اولاد رسول کھڑی رہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا

رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی واخرجہ احمد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم

اور **روایت** ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے ہمارے آگے ناگہان آئے حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور آپ دونوں صاحب سُرخ کرتے پہنے تھے اور گر گر پڑتے تھے زمیں پر یعنی بسبب کم سنی اور کمزوری کے پس اُتر پڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اور اُٹھا لیا دونوں صاحبزادوں کو اور بٹھایا اپنے آگے پھر کہا سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جز ایں نیست کہ تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں یعنی محل آزمائش و امتحان ہیں دیکھا ان

دونوں لڑکوں کو کہ چلتے تھے اور گر گر پڑتے تھے پس میں صبر نہ کر سکا سبب اُنکی محبت کے یہان تک کہ موقوف کی مین نے بات اپنی اور اُٹھا لیا میں نے ان دونوں کو۔ روایت کیا اسکو ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی نے کذا فی المشکوۃ اور امام احمد اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

اس مقام سے شفقت حضرت سید الانبیا دیکھنا چاہیے اور مصائب ملاحظہ حضرت سید الشہدا پر واقعہ کربلا میں گزرے ہیں خیال کرنا چاہیے کہ کیسا موجب رنج عنصر لطیف اور صدمہ روح شریف نہ ہوا ہوگا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے میں بھی ساتھ ہوا جب گھر کے حوالی میں آئے تو حسینؑ کو گلے سے لپٹا لیا۔ اور فرشتے نے اپنے پرون سے سایہ کیا۔ پھر آپنے حضرت حسنؑ کو گلے سے لگایا اور فرشتے نے حسینؑ کو گود میں لے لیا اور سب لوگ یہ احوال دیکھتے تھے کہ آنحضرت لے چلے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابوایوب انصاری نے التماس کیا کہ یا رسول اللہ حسن کو ہم لیویں کہ آپ کو تکلیف نہ ہو۔ فرمایا نہیں جانتے کہ حسنین دنیا اور آخرت میں بزرگ ہیں اور باپ انکا اُنسے بہتر ہے۔ پھر فرمایا آج مین بزرگی دیتا ہوں انکو جس چیز سے انکو خدائے تعالی نے بزرگی دی ہے۔ پس خطبہ فرمایا اور کہا کہ اے لوگو خبر دوں تمکو کہ بہترین آدمی از روے جد و جدہ کے کون ہے۔ حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے ارشاد ہوا کہ حسن و حسین ہین کہ جد انکا رسول خدا اور جدہ اُنکی خدیجۃ الکبری بنت خویلد۔ پھر فرمایا خبر دون تمکو کہ بہترین خلائق از روے والدین کے کون ہے۔ بولے بلے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ حسن و حسین کہ باپ اُن کا علی ابن ابی طالب اور ماں اُنکی فاطمہ بنت رسول اللہ

پھر فرمایا کہ جبر دون بہترین خلائق سے از روے چچا وپھوپھی کے بوسے نعم یا رسول اللہ
فرمایا کہ حسن وحسین کہ چچا ان کا جعفر ابن ابی طالب اور عمۂ انکی ام ہانی بنت ابی طالب
پھر فرمایا خبر دون تمکو بہترین مردم سے از روے خال وخالہ کے بولے آرے یا رسول اللہ
فرمایا کہ حسن وحسین ہین کہ ماموں اُن کا قاسم ابن رسول اللہ اور خالہ اُنکی زینب بنت
رسول اللہ۔ اے خبردار ہو کہ باپ اور ماموں اور خالہ اُنکی جنتی ہیں اور یہ بھی جنتی ہین اور
جو انکو دوست رکھے وہ بھی بہشتی ہے۔ اسی طرح طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے
شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جذب القلوب الی دیار المحبوب مین مقام آداب
زیارت ائمہ اہلبیت اور اُسکے ثواب مین کتاب فصل الخطاب سے حدیث طویل
بروایت حضرت امام رضاؑ مشتمل بر آداب زیارت ودعا جو وقت نزدیک ہوے
مزارات کے آئی ہے نقل کی ہے اور اُسکے خاتمہ مین لکھا ہے۔ اِنِّیْ اَبْرَءُ اِلَی اللّٰہِ
مِنْ عَدُوِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ یعنی تحقیق مین یکسو
ہون اللہ کیطرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن سے اور اُن کے آل کے دشمن سے
جن اور انس مین سے۔ پس محبت اہلبیت سرمایۂ ایمان اہل سنت ہے اور مخالف
اس سے غافل ہیں۔ انتہی کلامہ۔
حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ تحفہ اثنا عشریہ مین فرماتے ہیں کہ تمام سلسلے
صوفیہ اہلسنت کی طریقت میں منتہی ہوے ہین ائمہ پرپس یہ حضرات اہل بیت جمیع فرق
اہلسنت کے پیر ہیں اور معلوم ہے کہ اہل سنت کے نزدیک عظمت اور وقعت پیر
کی کس مرتبہ پر ہے اور کیسی محبت پیرون سے یہ کرتے ہین اور پیرون کے بغض واہانت
کو ارتداد طریقت جانتے ہیں۔ اب انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ مدار اہلسنت کا کیا ہو

یہی شریعت اور طریقت جسکو وہ موقع ریاست اور بزرگی جانتے ہیں اور کبراے شریعت یعنی چاروں فقہا اور عظماے طریقت یعنی اصحاب خانوادہاے صوفیہ دونوں فرقے انہیں حضرات سے علاقہ رکھتے ہیں اور زلہ رباے خوان فیض انہیں حضرات کے ہیں پس اہلبیت کے بغض کی نسبت اہل سنت کی طرف کرنا بلاشک محسوسات کا انکار اور دعوی اجتماع اضداد کا ہے اسکو کوئی عاقل تجویز نہین کرسکتا۔ اور اہل سنت کو نواصب کا لقب دینا ایسا ہی ہے جیسا کوئی نور کو ظلمت اور آفتاب کو تاریک کہے۔

شیخ امان پانی پتی شارح لوائح فرماتے ہیں کہ سرمایۂ درویشی میرے نزدیک دو چیزیں ہیں۔ ایک تہذیب اخلاق۔ دوسرے محبت خاندان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور فرماتے تھے کہ کمال محبت یہ ہے کہ محبت رسول سے اُسکے متعلقوں کی طرف تجاوز کرے۔

پس علامت کمال محبت حق کی یہ ہے کہ اُسکی محبت میں متابعت اُسکے حبیب کی کرے اور علامت کمال محبت پیمبر کی محبت اُنکی اہلبیت کے ساتھ ہے۔ انتہی

اور صاحب لمعات اپنی بیاض مین لکھتے ہیں کہ حضرت نے حکم دیا اپنی اہلبیت کی محبت اور دیگر سابقین کی محبت کا جو مہاجرین وانصار سے ہیں تو ہم نے انکو دوست رکھا رسول کی محبت سے کہ وہ آپ ہی کی محبت کا شعبہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اپنے والد ماجد کے رسالہ اعتقادیہ کی شرح میں لکھتے ہین کہ اعتقاد حضرات اہلبیت نبوت کا دو مرتبہ رکھتا ہے۔ پہلا جو باتفاق فریقین لازم ایمان اور رکن اسلام ہے اور عام وخاص سب اُسمیں شریک ہین اگر کوئی اُسمیں قصور کرے تو نواصب وخوارج مین شمار ہو اور دائرۂ ایمان سے باہر ہو جاوے

نعوذ باللہ من ذلک یہی مرتبہ ہے کہ محبت ان حضرات کو مثل ایمان بہ پیمبر کے فرض جانے اور عداوت کو مثل کفر کے حرام سمجھے۔ اور یہ حضرات یقیناً اہل بہشت سے ہیں اور یہ تعظیم و توقیر انسے پیش آنا چاہیے اور اس مرتبہ اعتقاد کو لازم ہی کہ انکے دشمنوں کو دشمن رکھے اور اسکا ضمیمہ یہ ہے کہ وہ مناقب جو از روے آیات و احادیث ثابت ہیں اپنے تصانیف میں روایت کرے۔ دوسرا مرتبہ انکے اعتقاد کا وہ ہے جو عوام کاملین رکھتے ہیں اور بعض مراتب قرب و کمال کو مخصوص ان حضرات کے ساتھ معلوم کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔

یہ بیان ہے مختصر عقائد اہل سنت کا دربارۂ اعتقاد اہلبیت کے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اولاً محبت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے دل میں رکھے پھر انکے اولاد کی محبت اور جس طرح محبت اولاد رسول اللہ فرض ہے اسی طرح محبت اصحاب رسول اللہ بھی فرض ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میرے اصحاب سے دشمنی مت کرو۔ میرے بعد پس جس شخص نے دوست رکھا انکو سو میری محبت سے دوست رکھا اور جسنے انکو دشمن رکھا پس میری عداوت سے دشمن رکھا اور جسنے انکو ایذا دی مجھکو دی اور جسنے مجھکو ایذا دی خدا کو ایذا دی اور جسنے خدا کو ایذا دی قریب ہی کہ خدا اس سے مواخذہ کرے۔

اور مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ فی باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ حُبُّ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنَ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهُمَا كُفْرٌ۔ وَحُبُّ الْأَنْصَارِ مِنَ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ۔ وَحُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ۔ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَمَنْ حَفِظَنِي فِيهِمْ فَأَنَا أَحْفَظُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ یعنی محبت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ایمان سے ہے

اور اں دونوں سے عداوت کفر ہے - اور محبت انصار سے ایمان سے ہے اور
اُنکی عداوت کفر ہے - اور محبت عرب کی ایمان سے ہے اور اُنکی عداوت کفر ہے -
اور جو شخص گالی دے میرے اصحاب کو پس اُسپر خدا کی لعنت ہے اور جو میری حفاظت
کرے اُمیں پس میں اُسکی حفاظت کرونگا قیامت کے دن -

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَیْتِیْ فِیْكُمْ كَمَثَلِ
سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَّكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ - رواہ احمد
کذا فی المشکوۃ والجریر فی تاریخہ -

روایت ہے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھوں نے اُسوقت جبکہ کعبہ شریف
کا دروازہ پکڑے ہوسے تھے کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
تھے کہ میرے اہلبیت کی مثال تم مین مثل کشتی نوح علیہ السلام کے ہے کہ جو اُس پر
سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے خلاف کیا وہ ہلاک ہوا - روایت کیا اسکو امام احمد
بن حنبل نے اپنی مسند مین جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے اور اِس حدیث کو جریر نے
اپنی تاریخ مین بھی لکھا ہے -

فصل الخطاب مین عبداللہ ابن عباس سے روایت منقول ہے کہ
جب شہر مدائن خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے
فرش چرمی مسجد مین بچھایا اور جمیع غنائم وہان جمع کیے - اول امام حسن علیہ السلام
تشریف لائے اور فرمانے لگے یا امیرالمومنین ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے عطا
کرو - پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بالبرکۃ والکرامۃ اور ہزار درہم نذر کیے - جب

اصحاب دولت خانہ کو تشریف لے گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے
اُنکو بھی ہزار درہم دیے۔ پھر عبداللہ ابن عمرؓ آئے اُنکو پانچ سو درم دیے۔ حضرت عبداللہ
نے کہا یا امیر المومنین مین جوان ہون کہ حضور میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی
جہاد کرتا تھا اور حسنین علیہما السلام صغیر السن تھے اور کوچہ ہاے مدینہ مین کھیلا کرتے
تھے۔ تم اُنکو اُنہنے ہزار ہزار درم دیے اور مجھکو پانچ سو۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ اے بیٹے تو ایسی فضیلت تو حاصل کر جو حسنین کو ہے تجھکو بھی ہزار درم دون کیونکہ
باپ اُنکے علی مرتضی اور ماں اُنکی فاطمہ زہرا اور جد شریف اُنکے محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم
اور جدہ اُنکی خدیجۃ الکبری اور چچا اُنکے جعفر طیار اور پھوپھی اُنکی اُم ہانی اور ماموں اُن کے
ابراہیم ابن رسول اللہ اور خالہ اُنکی رقیہ و اُم کلثوم دختران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس
عبداللہ ابن عمر ساکت ہو گئے اور یہ خبر حضرت علی مرتضی کو پہونچی تو اُنھوں نے کہا میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ عمر چراغ اہل جنت ہیں جنت میں اُسکے بعد
یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو وہ ایک جماعت مسلمانوں کے ساتھ دروازہ علی
مرتضی کرم اللہ وجہہ پر گئے اُسیوقت حضرت امیر علیہ السلام باہر تشریف لائے حضرت
عمرؓ نے کہا کہ اے علی تم نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو چراغ
اہل جنت فرمایا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا ہاں میں نے یہ حدیث آنحضرت سے
سُنی ہے پس امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا علی یہ حدیث اپنے ہاتھ سے
مجھے لکھ دیجیے۔ حضرت نے دست مبارک سے لکھدیا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
هٰذَا مَا ضَمِنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جَبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِی الْجَنَّةِ
خلاصہ یہ کہ علی ابن ابی طالب عمرؓ کا ضامن ہوا اور لکھ دیتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے عمر کے حق میں فرمایا تھا کہ جبرئیل نے خدا کی طرف سے مجھے خبر دی
کہ عمر ابن خطاب چراغ ہے اہل جنت کا جنت میں پس حضرت عمر نے وہ نوشتہ
لے لیا اور اپنی اولاد کو سپرد کرکے وصیت کی کہ جب میری وفات ہو بعد غسل
و تکفین کے یہ کاغذ کفن میں رکھ دینا تاکہ اسکے ذریعہ سے خدا کی ملاقات کروں
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ کاغذ کفن میں رکھ دیا گیا بعض علما
فرماتے ہیں کہ معنی سراج اہل جنت کے یہ ہیں کہ وہ چالیس اصحاب جنکی تمامی
حضرت عمر سے حاصل ہوئی وہ سب جنتی ہیں اور عمرؓ اون میں چراغ ہین کیونکہ
اسلام اُن کا انتخاب کے سب سے قوی ہوگیا اور اسطرح اظہار اسلام کیا
جسطرح راہرو چراغ کی روشنی سے ہدایت پاتا ہے۔ کذا فی النھایہ للجذری
واضح ہو کہ ان دونوں بزرگون مین ایسی محبت باہم تھی کہ ایک دوسرے
کو اپنے نفس پر فضیلت دیتے تھے کہ تصنیفات محققین اس سے مالا مال ہیں
اگرچہ یہ مقام مقتضی بیان فضیلت صحابہ کا نہ تھا مگر اس لحاظ سے کہ محبت
اہل بیت مین یہ تحریر ہورہی ہے سو وہ محبت بلا محبت صحابہ ناتمام تھی اس لیے
بیان بعض مراتب کا صدور ہوگیا ورنہ فضائل خلفائے ثلثہ وجملہ صحابہ کرام سے
کتب احادیث اسقدر مملو ہین کہ اگر ایک ایک کی صفت لکھی جائے تو ایک
ایک رسالہ جدا گانہ ہو جاوے اور یہ کتاب فضائل و مصائب اہل بیت مین
ہے۔ اب پھر مقصد اوّل پر آیا اور دل یہ چاہتا ہے کہ جسطرح شہادت خفی اور جلی

علحدہ علحدہ بیان کی جائیگی اسیطرح قبل شہادت کے کچھ کچھ فضائل سبطین علیہما السلام علحدہ اُن کے حال مین لکھے جائین تاکہ اس کتاب میں زیادہ تر برکت ہو جائے اور سُننے والوں کو بھی سرور علی السرور پیدا ہو۔

بیان فضائل حضرت امام حسن علیہ السلام

علی ابن حسین سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کے تولد کا وقت ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسما بنت عمیس اور ام ایمن کو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی خدمت مین بھیجا کہ آیۃ الکرسی اور معوذتین پڑھے اور جب خبر تولد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگی تو آپ تشریف لائے اور یہ دعا پڑھی اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُعِیْذُکَ وَلَدَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم

اور یحییٰ بن زکریا سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور عیسیٰ ابن مریم چھ مہینے کے پیدا ہوئے اسی باعث سے اہل شریعت نے اقل مدت حمل چھ مہینہ مقرر کی ہے۔

اور اسما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو لاؤ سو مین زرد کپڑے مین لپیٹ کر لائی تو حضرت نے وہ کپڑا دور کیا اور فرمایا کہ مین نے منع نہ کیا تھا کہ مولود کو پارچہ زرد مین مت لپیٹو تب مین نے سفید کپڑے میں لپیٹ کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے کان مین اذان اور بائین میں اقامت فرمائی اور حسن نام رکھا۔

اور فصول المہمہ مین لکھا ہے کہ ساتوین دن آنحضرت نے نام آپکا حرب
سے حسن کیا ہے پھر اپنے ہاتھ سے ایک دنبہ ذبح کر کے عقیقہ کیا اور ایک ران
دایہ کو دی۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے ابن عباس سے اور صحیح کیا اس کو
جریمہ اور ابن الجارود نے۔

اور موی مبارک ترشوائے ہو رن اُسکے چاندی صدقہ دی کنیت اُنکی
ابو محمدؓ اور القاب تقی و نقی و ذکی و طیب و سبط و ولی مگر مشہور سید ہے آپکی
ولادت متصل رمضان سال سوم ہجرت مین ہوئی ہے اور جب حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت حسن ساڑھے سات برس کے تھے آپ سے
تیرہ حدیثین مروی ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنَ الْحَسَنِ۔ کذا فی اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ یعنی حضرت انس ابن مالک سے
روایت ہے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تر مشابہ سوائے
حسن کے نہ تھا۔

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح رسالہ حلیہ مبارک مین لکھتے ہین کہ جو کوئی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھتا حالانکہ اُس نے زندگی مین نہ دیکھا
تھا اور صحابہ سے بیان کرتا تو صحابہ اُسکی تشبیہ پوچھتے اگر بینندہ خواب امام حسن کی
تشبیہ بیان کرتا تو صحابہ یقین لاتے ورنہ نہین۔

اور امام احمد و نسائی و بغوی و طبرانی و حاکم و بیہقی نے عبد اللہ ابن شداد
سے اور اُس نے اپنے باپ سے **روایت** کی ہے کہ ایک دن حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب یا عشا کے واسطے مسجد میں تشریف لائے امام حسن بھی ساتھ تھے ان کو بٹھلا کر حضرت نے نماز شروع کی تو آنحضرت نے سجدہ دراز کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ مین نے سر اوٹھا کر دیکھا تو پس پشت مبارک سوار تھے پھر میں سجدہ مین چلا گیا جب فراغت ہوئی تو مقتدیوں نے التماس کیا کہ یا رسول اللہ اس توقف سے ہمکو گمان ہوا کہ کوئی امر جدید پیدا ہوا یا وحی آگئی آنحضرت نے فرمایا کہ دونون مین کوئی بات نہ تھی بلکہ یہ بیٹا میرا حسن سوار تھا سو مین نے اس کا اوتارنا مکروہ جانا تاوقتیکہ اپنی خوشی سے نہ اوترے اور یہ حدیث نسائی کی عبارت سے یہ ہے۔

عن عبد اللہ بن شداد عن ابیہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی احدی صلاتی العشاء وھو حامل حسنا او حسینا فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضعہ ثم کبر للصلوۃ فاطال سجدۃ من الصلوۃ فرفعت راسی واذا الصبی علی ظھر رسول اللہ وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی الصلوۃ قیل یا رسول اللہ انک سجدت بین ظھری صلوتک سجدۃ اطلتھا حتی ظننا انہ قد حدث امر او انہ یوحی الیک قال کل ذلک لم یکن ولکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتی یقضی حاجتہ اخرجہ النسائی۔

اور روایت کی امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے باپ امام محمد باقر سے کہ امام حسن علیہ السلام نے بیدرہ حج پیادہ کئے حالانکہ گھوڑے کوتل

آپ کے آگے چلتے تھے اور دنیا حضرت نے راہ خدا میں تمام مال اسباب دو بار اور
تقسیم کیا راہ خدا میں نصف مال اپنا تین بار یہاں تک کہ دو بار راہ خدا میں ایک جوتہ
اور ایک رکھا اور ایک موزہ دیا اور ایک رکھا و منجملہ اخلاق پسندیدہ آنحضرت
علیہ السلام کے یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک روز آپ مسند امامت پر جلوہ فرما تھے
اور اہالی و موالی گرداگرد آپ کے مثل ہالہ کے گرد چاند کے بیٹھے تھے کہ ایک
مرد نے کہ فارس سے تھا آکر پوچھا رئیس مجلس کون ہے اور نام اسکا کیا ہے حضرت
امام حسن علیہ السلام نے اسکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا میں ہوں حسنؑ ابن علیؑ
اس کافر نے کہا وہی علیؑ جو خونخوار اور بہت جبار تھا اور کلمات ناشایستہ
و ناملائم حضرت علیؑ کی شان میں کہے حضار مجلس گرامی نے اسکے کلمات ناصواب
و خرافات کو سنکر بہت پیچ و تاب کھائے چاہا کہ اس بے ادب کو سزا دیں کہ
حضرت امام حسنؑ نے سب کو اس حرکت سے باز رکھا اور اسکے حال پر
متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے شخص تیرے طرز کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ تو کسی رنج
میں مبتلا اور کسی مصیبت میں گرفتار ہے اگر تو بھوکا ہے طعام لذیذ تیرے واسطے
لاؤں اور اگر پیاسا ہے پانی سرد موجود ہے اگر قرض دار ہے تیری قرض ادا کردوں
اگر تیرا کوئی دشمن ہو تیری مدد کروں اس مرد کافر نے اسطرح کا کلام دلآویز
و شیریں سنکر بمقابلہ اپنے کلام زہرآمیز و خشونت انگیز کے شرمندہ ہو کر اول حضرت
امام حسن علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا تو بیشک بیٹا علی ولی اللہ کا ہے
کہ وہ فاتح خیبر اور شمشیر تھا اور وہ مرد مشرف باسلام ہو کر ندیمان خاص میں
مرتبہ اختصاص فائز ہوا اور تمام عمر حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں رہا

حضرت امام حسن علیہ السلام کی کرامتوں کا حصر نہیں ہے کہ اُسکو بیان کروں ہر ایک
سخن کرامت اور ہر ایک فعل اعجاز تھا اور ایک کہ تیرہ سو برس ہوئے ہیں ان کی
باشرف اولیاء امت محمد یہ میں ظاہر ہیں اور جس طرح کے معجزے انبیا رسلین سے
سرزد ہوئے ہیں اسیطرح کی کرامتیں اولیاء اس امت سے ہوئی ہیں برکت محض
انھیں حضرت کی برکت سے ہیں

کسی راہ میں سے ہے کہ ایک روز حضرت امام حسن علیہ السلام بیٹھے ہوئے
تھے کہ ایک مرد نے ان سے کچھ صدقہ مانگا آپ کے پاس کچھ نہ تھا کہ اُسکو عطا
فرماتے شرم آئی کہ سائل خالی ہاتھ پھر جائے ان نے فرمایا کہ میں تجھکو ایک چیز بتا
دیتا ہوں کہ اس سے تیرا کام بخوبی نکل جائے گا اُس نے کہا فرمایئے ان نے فرمایا
کہ خلیفہ کے پاس جا اُسکی بیٹی مرگئی ہے اسکو تڑا رنج ہے اُس نے کسی کی تعریت ہی
نہیں سُنی ہے تو اسطرح جا کے تعزیت کر سکھے اُس سے فائدہ ہو گا اوس نے کہا کہ
یاد کرا دیجئے ان نے فرمایا کہ اُس سے کہو کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تیرے سامنے
اسکو قبر میں ہوتا یا اور تجھکو اسکی قبر پر بٹھلایا اور اسکی لوٹ آئی کہ وہ تیری قبر پر بیٹھی
چنانچہ سائل نے خلیفہ کے پاس جا کر انھیں کلمات سے تعزیت کی یہ سُنکر اس کا
رنج و ملال جاتا رہا اور حکم دیا کہ اُسکو صلہ اچھا دیا جائے اور کہا مجھے قسم ہے سچ بتا کہ
یہ تیرا ہی کلام ہے اُس نے کہا نہیں بلکہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا سکھایا ہوا
ہے خلیفہ نے کہا تو سچ کہتا ہے کہ وہ معدن کلام فصیح ہیں اور اُسکو اور دینے کا حکم دیا۔

اور اخلاق و حلم اس مرتبہ تھا کہ آپ کو چھ مرتبہ زہر دیا گیا اور زیاں پر نہ لائے
جب ساتویں مرتبہ زہر نے اپنا کام تمام کیا تو امام حسین علیہ السلام آئے اور کہنے لگے

کہ اے بھائی اگر آپ زہر دینے والے کو جانتے ہوں تو بتلا دیجئے میں اُس سے
عوض لوں حضرت امام حسنؑ نے فرمایا۔ اے عزیز میرے باپ علی مرتضیٰ اور میرے
جد امجد محبوب خدا اور میری ماں فاطمہ زہرا اور میری جدہ خدیجۃ الکبریٰ یہ سب لوگ
غماز نہ تھے خداوند تعالیٰ منتقم حقیقی ہے وہ تم سے اچھا انتقام لے گا قیاس سے
قصاص نہیں ہے ؎

امامی کو امامت را حسن بود	حسن آمد کہ جملہ حسن ظن بود
سخن گر بگذرد از چرخ اخضر	ہنوز از وصف او باشد فروتر

دو گیتی را وجودش زیب و زین ست
نظیر او اگر جوئی حسین ست

بیان خلافت امام حسن علیہ السلام

خلافت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ ہوا کہ جب امیر المومنین
امام المتقین علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ اکیسویں رمضان ۴۰ھ چہلم ہجرت
میں جمعہ کے دن شہید ہوئے تو اُسکے صبح کو حضرت امیر المومنین امام حسن علیہ السلام
نے لوگوں کو جمع کر کے باآواز بلند خطبہ فرمایا کہ مستدرک حاکم میں بسند صحیح متصل بلفظہ
یوں مذکور ہے۔ لَقَدْ قُبِضَ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ رَجُلٌ لَا یَسْبِقُهُ الْاَوَّلُوْنَ بِعَمَلٍ
وَلَا یُدْرِکُهُ الْاٰخِرُوْنَ بِعِلْمٍ وَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
یُعْطِیْهِ الرَّایَةَ فَیُقَاتِلُ وَجِبْرَئِیْلُ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَمِیْکَائِیْلُ عَنْ یَسَارِهٖ
فَمَا یَرْجِعُ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ عَرَفَنِیْ

عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ وَاَنَا ابْنُ النَّبِیِّ وَاَنَا ابْنُ الْبَشِیْرِ
وَاَنَا ابْنُ النَّذِیْرِ وَاَنَا ابْنُ الدَّاعِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَا ابْنُ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ وَاَنَا مِنْ
اَھْلِ الْبَیْتِ الَّذِیْ افْتَرَضَ اللّٰہُ مَوَدَّتَھُمْ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ۔ حاصل یہ کہ
وفات پائی آج رات کو ایک شخص نے جسکا مثل علم و عمل مین نہ اگلون مین تھا
نہ پچھلون مین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد مین اُنکو علم بردار کرتے تھے
سو وہ لڑتے تھے اور دہنے جانب جبرئیل علیہ السلام اور بائین جانب میکائیل
علیہ السلام رہتے تھے پھر منہ نہ موڑتے تھے جب تک اللہ تعالی اُن کے ہاتھ پر
فتح نہ دیتا پھر جو کوئی مجھکو جانتا پہچانتا ہے اُسکو آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے
وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہین پہچانتا ہے وہ آگاہ ہو کہ مین حسنؑ بیٹا علیؑ کا ہون اور
مین بیٹا نبی کا ہون اور میں فرزند بشارت دینے والے اور خوش خبری سنانے
والے کا ہون اور نور البصر ڈرانیوالے کا ہون اور مین لخت جگر اُسکا ہون جو
تمکو اللہ کی طرف بلانے والا ہے اور میں نور چشم چراغ روشن کا ہون اور مین
اُس گھر کا لڑکا ہون جنکی محبت اللہ نے سب مسلمانون پر فرض کی ہے۔

پھر خطبہ تمام کر کے روئے اور بعض مورخین نے اسی خطبہ میں اسقدر
عبارت اور زیادہ روایت کی ہے کہ اسی رات مین وفات پائی یوشع بن نون
نے اور آسمان پر گئے عیسے ابن مریم۔ اور سوای سات سو درم کے جو اُنھون نے
واسطے مول لینے کنیز کے رکھے تھے کچھ نہین چھوڑا۔

بعد اختتام خطبہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھڑے
ہو کر فرمایا کہ اے حاضرین یہ حسنؑ تمھارے پیغمبر کا بیٹا ہے اور تمھارے امام کا

وصی ہے سو بیعت کرواں سے چنانچہ حاضرین نے بلا تامل بیعت خلافت کی۔ اور چالیس ہزار کو فی اُسی دن کہ تاریخ بائیسویں رمضان سنہ چالیس ہجری تھی بیعت میں درآئے اور اُس وقت عمر جناب امام حسن علیہ السلام کی سینتیس برس کی تھی۔ بعد ازاں امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ ابن عباس کو عامل بصرہ مقرر فرمایا۔ یہ خبر امیر معاویہ کو پہونچی اُنھوں نے دو آدمی روانہ کیے ایک بصرہ میں دوسرا کوفہ میں تاکہ اخبار نویسی کریں یہ حال حضرت امام حسن علیہ السلام کو معلوم ہوا تو اصحاب نے اُن دونوں کو قتل کرایا تاکہ عبرت ہو جاوے اور حضرت امیر معاویہ کو لکھا کہ اگر تمکو ارادہ لڑائی کا ہے تو میں حاضر ہوں۔ سو امیر معاویہؓ بالشکر شام مقابل ہوے اور آنحضرت بھی چالیس ہزار آدمی سے جانب امیر معاویہ تشریف لے گئے اور مقابلہ فوجوں کا ہوا۔ اُس وقت اللہ جل شانہ نے خود بخود حضرت امام حسن علیہ السلام کے دل میں ڈالا کہ دونوں فرقوں میں غلبہ کسی کو نہ ہوگا۔ مگر ایک فتنہ عظیم برپا ہوگا۔ اِس لیے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ ہم امارت دیا تم کو سپرد کرتے ہیں۔ بچند شرائط۔ یہ التراح صدر بصلح معجزہ پیغمبر خدا تھا۔

اور بخاری نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام نے لشکر عظیم الشان امیر معاویہ اس ابی سفیان پر بھیجا۔ تو عمرو بن عاص نے کہا اے معاویہ یہ لشکر ایسا نہیں ہے کہ بلا جدال و قتال پھر جائے۔ ہزاروں کا خون ہوگا۔ امیر معاویہ نے کہا اگر لڑائی ہوئی تو ہزاروں مسلمان مارے جاوینگے اور کوئی باقی نہ رہے گا۔ جو حفاظت آبرو مسلمانوں کی کرے۔ لہذا عبدالرحمن بن عامر و عبدالرحمن بن سمرہ کو جناب امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اور سمجھا دیا کہ تم دونوں حاضر ہو کر آنحضرت کے حضور میں حسن تقریر عرض کرنا اور صلح کو طلب کرانا ہو۔

اور جس طرح ہو سکے صلح کی تدبیر کیجیو۔ چنانچہ اُن دونوں سے حاضر ہو کر ہر طرح سے التماس کیا۔ مگر اصحاب نے جوابات اول عذر آمیز فرمائے۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ امیر معاویہ کی یہ عرض ہے کہ جس طور سے آپ ارشاد کریں مجھکو قبول و منظور ہے۔ حضرت نے فرمایا اُس شرطوں کا ضامن کون ہوتا ہے۔ اُن دونوں نے کہا ہم ضامن ہیں سب شرائط قبول کرتے ہیں بجالاویںگے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صلح اصحاب کی طرف سے واقع ہوئی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَمَا رَوَی الْبُخَارِیُّ فِیْ صَحِیْحِهٖ یعنی یہ میرا بیٹا سید ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ صلح کرادے اسکے سبب سے مسلمانوں کے دو گروہ میں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

اِس مقام سے معلوم ہوا کہ صلح اصحاب کی طرف سے بسبب قلت و ذلت کے نہ تھی بلکہ از روے فوج و حشم اور حق بھی جانب امام تھا۔ مگر جب چھ مہینے حلافت حقہ پر گذر گئے تو حضرت کے دل میں الہام ہوا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ یَصِیْرُ مُلْکًا عَضُوْضًا اور وہ تیس برس گذر گئے تو اب وقت ملوک و سلاطین آگیا۔ ایسا نہ ہو کہ میرا بھی اُنمیں شمار ہو لہذا از خود صلح فرمائی۔

اور یہ صلح ماہ ربیع الاول سنہ اکتالیس ہجری میں واقع ہوئی اور اکثر لوگ یاران علی مرتضیٰ اور تابعین امام حسن مجتبیٰ سے ناراض ہوے اور بعض نے کہا۔ یَا عَارَ الْمُؤْمِنِیْنَ سَوَّدْتَ وَجْهَ الْمُؤْمِنِیْنَ حضرت نے فرمایا

اَلْعَارُ خَیْرٌ مِّنَ النَّارِ اخرجہ ابو عمر ابن عبد البر فی الاستیعاب۔

الغرض امیر معاویہ نے جملہ شرائط قبول کیے۔

شیخ نور الحق تیسیر القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں اور کامل ابن اثیر سے بھی منقول ہے کہ جب امر خلافت تفویض پاچکا تو امیر معاویہ نے سی صد ہزار درم اور ہزار جامہ اور تیس غلام اور سو اونٹ حضرت امام علیہ السلام کو بھیجے۔ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب نے امیر معاویہ سے کچھ بھی طلب نہیں کیا کیونکہ مضمون صلح نامہ سے جو امام بخاری نے روایت کی ہے کچھ ذکر اسکا نہیں ہے۔

نقود لینے اور معین کرنے میں اور تاریخ صلحنامہ میں مختلف روایات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الحاصل بعد از صلح آنجناب مع اہل و عیال و خدم و حشم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور امیر معاویہ نے بسر ابن ارطاط کو حاکم بصرہ مقرر کیا اور عبد اللہ ابن عامر کو مصر کا عامل کیا اور مروان حکم بحت کو مدینہ منورہ میں بھیجا۔

بیان شہادت امام حسن علیہ السلام

شہادتِ حسن مجتبےٰ بیا بشنو	شدہ ہست حشر بپا از حدیث ما بشنو
بحسب آیتِ شہادت علی عالی قدر	کنون شہادتِ آن شاہ و سر بشنو
بزنگ بے میں جو جگر نو اد ارم	فغان و نالہ ازین درد و آہ بشنو
زدستِ خستہ حسن مجتبی ازین عالم	بہ اہلبیت چہا رفت ماجرا بشنو
گداست صوفی و سلطان و گدا پرور	تو ذکر شاہ بمحفل ازین گدا بشنو

مولانا شاہ العزیز صاحب سرالشہادتین میں تحریر فرماتے ہیں کہ سبب وفات
جناب امام حسن علیہ السلام کا یہ ہوا کہ آپ کی حرم جعدہ بنت اشعث بن قیس نے زہر
دیا۔ آپ کو باغوائے یزید ابن معاویہ کے اور یزید کم بخت نے اس بات پر اُسکے ساتھ
نکاح کا وعدہ کیا تھا پس اُسنے ویسا ہی کیا تو بیمار رہے حسن رضی اللہ عنہ چالیس روز
پس کہا حسن نے اپنے بھائی حسین سے کہ مجھکو کئی بار زہر پلایا۔ پر ایسا سخت کبھی نہیں
پلایا۔ اور آپ کی بیماری یہ تھی کہ جگر اور آنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دستوں میں نکلتے تھے
پھر اسی مرض میں آپنے انتقال فرمایا جسکی تفصیل یہ ہے۔
اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عامل مدینہ مروان کم بخت نے بایماے یزید مسماۃ سویۃ
رومیہ کو جو ایک بڑی قحبہ دلالہ تھی طلب کر کے پوچھا تو امام حسنؑ کے گھر جاتی ہے اُسنے
کہا اکثر جاتی ہوں۔ یہ سُنکر اُسنے کہا ایک بات کہتا ہوں کسی سے نہ کہنا۔ تجھکو تیں ہزار
دینار وقت برآمد کار عطا کرونگا۔ اور سو دینار فی الحال لے۔ اُسنے کہا میں کسی سے
نہ کہونگی۔ مروان نے کہا کہ تو جعدہ کو کسی طرح وہاں سے نکال تو یزید اُس سے نکاح
کرے۔ اُسنے قبول کیا اور بحالت تنہائی مین جعدہ کے پاس گئی اور چکنی چپڑی باتیں
کر کے کہنے لگی کہ یزید تم پر عاشق ہے اگر اُسکے پاس رہو تو ملک شام و عراق تمہارے
تصرف مین آئے اور ملکہ کہلاؤ حسن ابن علی کے پاس سوائے محتاجی کے اور کیا ہے
سچ کہا ہے کسی شاعر نے ؎

شیطان نزند از عصیان ہر لحظہ رہ مردان	در مکر و حیل اما شاگرد زناں باشد

پس جعدہ سودائے ملک و دولت میں گرفتار ہو کر حق صحبت دیرینہ حضرت امام حسن
علیہ السلام کا ایک قلم بھول گئی اور بولی مجھکو یزید کے پاس رہنا دل منظور ہے۔ اس

قطامہ فاجرہ نے یہ احوال مرواں سے کہا۔ تب اُس کمبخت نے اُس ... ر کے ذریعے سے
کہلا بھیجا کہ امام حسن کی زندگی میں ملاقات یزید مشکل ہے اُنکو دفع کر تو مطلب حاصل ہو جعدہ نے
کہا کہ میں کس طرح امام حسن کو دفع کروں۔ سو مرواں مردود نے قدرے زہر بھیجا۔ چنانچہ اُس
کم نصیب کو طمع دنیاوی نے گھیر لیا۔ ایک رات موقع پاکر تہجد میں زہر ہلاہل ملا کر آپکو پلا دیا۔
اُسکے پیتے ہی آپکے شکم مبارک میں کمال شدت سے درد ہوا اور ایسا سخت صدمہ و کرب ہوا
کہ جس سے آپ نہایت بیتاب تھے مضطرب الحال ماہی بے آب تھے حتیٰ کہ تمام شب
آپ کا یہی حال رہا۔ آپکی اس حالت سے تمام اہلبیت رسالت کے دل پر سخت صدمہ و
ملال رہا۔ جب صبح کا وقت آیا تو آپ اپنے جد امجد کے روضہ مطہرہ پر تشریف لے گئے
اور مرقد پاک کی خاک پاک اپنے جسد اطہر پر مس فرمایا۔ شافی برحق حکیم مطلق نے اس خاک
مطہر کی برکت سے آپکو ایسی صحت و راحت عطا فرمائی کہ پھر آپ نے اُس زہر کی تاثیر مطلق نہ
پائی پھر حضرت امام حسن علیہ السلام نے اُسی دن سے جعدہ کے گھر کا کھانا پینا موقوف کیا
اُم قاسم کے گھر کا کھانا کھانے لگے جب یہ خبر اُس ستمگر یزید پلید کو پہونچی کہ جعدہ نے آپکو
زہر دیا مگر کچھ اثر نہ کیا تو دوبارہ اُس دشمن جاں نے ایک رومال زہر آلود توسط مروان مردود
جعدہ کے پاس بھیجا کہ جس وقت آپ تجھ سے ہم صحبت ہوں تو اُسوقت بعد فراغت آپکا
جسد شریف اس رومال سے پونچھ لینا کہیں غفلت سے اس کام کو فراموش نہ کر دینا چنانچہ
اُس زن بیحیا نے اُس مردود کے اِس مکر پر بھی عمل کیا کہ بعد صحبت کے اُسی رومال سے
آپ کا جسد شریف پونچھ لیا۔ رومال کے لگاتے ہی آپکے تمام جسم شریف میں ایسی سوزش
پیدا ہوئی کہ جس سے پھر وہی کلفت و مصیبت ہویدا ہوئی۔ چنانچہ پھر جب وقت سحر کا آیا
تو آپ نے اپنے تئیں بدشواری اپنے جد اکرم کے روضہ مکرم پر پہونچایا۔ وہاں حاضر ہوتے ہی

خداوند عالم نے اپنے فضل و کرم سے حرلی کہ فوراً صحت کامل عطا کی اس مرتبہ پھر جب
اُس مردود ارلی کے پاس خبر آئی کہ امام علیہ السلام نے اِس زہر ہلاہل سے بھی صحت پائی
تو تیسری مرتبہ اُس مردود نے کچھ کھجوریں زہر آلود جعدہ کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ اگر تو انکی
یہ کھجوریں امام حسن کو کھلائیگی تو یقیناً پھر اُنکو زندہ نہ پائیگی چنانچہ سہ بارہ اُس کمبخت نے کچھ
کھجورین بے زہر آلود کو تناحت کر کے اُن کھجوروں میں ملا دیا چونکہ آنکو پنڈ کھجور سے بڑا
شوق تھا نہایت ذوق تھا۔ ایک ور موقع پاکر آپ سے عرض کیا کہ یا حضرت حوالی مدینہ سے
کھجوریں بہت عمدہ آئی ہیں اگر فرمائیے تو لاؤں حضور کو کھلاؤں۔ آپنے فرمایا کہ اچھا بہتر ہے
لاؤ۔ مگر میرے ساتھ تم بھی کھاؤ۔ اُس بیوفا نے تو پہلے سے وہ حکمت پر دغا کر رکھی تھی پھر
وہ کھجوریں منگائیں اور اُمیں سے لیکر مواق تساحت کے پہلے کچھ آپ کھائیں بعد اُسکے
حضرت نے تناول فرمانا شروع کیا۔ جعدہ مکارا اپنی تساخت کے مواق بے زہر کی کھجوریں
کھاتی تھی اور چونکہ آپ اُسکے فریب و دغا سے لاعلم تھے لہذا جو کھجور بے تکلف آپ کے
دست مبارک میں آجاتی تھی آپ اُسے تناول فرماتے تھے اور نہ ہر گز کچھ خیال اُسکے
مکر و فریب کا خاطر مبارک میں نہ لاتے تھے حتیٰ کہ جب آپنے چند کھجوریں زہر آلود نوش
فرمائیں تو اُسوقت کچھ اثر زہر کا آپ کو نظر آیا۔ اِس حال سے واقف ہوتے ہی آپ
بہت گھبرائے اور وہان سے اُٹھکر اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے
پاس تشریف لائے اور اُن کھجورون کے کھانے سے بھی تمام شب آپ نے نہایت
تکلیف اُٹھائی۔ پھر جب صبح کو روضۂ شریف پر حاضری کی نوبت آئی تو پھر خداوند
تعالیٰ نے صحت تازہ عطا فرمائی۔
اللہ اکبر کیا ضبط کیا صبر کیا تحمل کیا بردباری کیا مروت کیا حلم تھا۔ اس تین مرتبہ

زہر دینے میں جو جو مصائب آپ پر گذرے اُسکا خدا ہی کو علم تھا باوجودیکہ دشمن کو
بالتحقیق پہچان لیا مگر کسی نہج سے اُسکا نام اشارتًا و کنایتہً زبان مبارک پر آنے نہ دیا۔
الحاصل اُس کمبخت نے تین مرتبہ پیہم آپ کو زہر دیا تو آپنے براہ دوراندیشی اُس سے
بہت احتراز اختیار کیا حتی کہ جب ایسی رنج و مصائب کی وجہ سے آپ کا دل مبارک
بہت گھبرایا تو آپنے چند روز کے واسطے سفر شہر موصل کا اختیار کیا حضرت عبداللہ ابن
عباس اور چند خدام عالی مقام ہمراہ رکاب فیض انتساب تھے غرضکہ جب آپ شہر مذکور
میں رونق افروز ہوے تو وہاں کے جملہ خاص و عام بکمال تعظیم و تکریم پیش آئے اور
آپکے قدم رنجہ فرمانے سے اسقدر خوش و محظوظ ہوے کہ اپنے جامے میں پھولے نہ سمائے
اب معاملہ تقدیر کو دیکھیے کہ ایک اندھا کور باطن صورت مین انسان سیرت میں شیطان
دشمن جان خاندان حبیب یزدان شہر دمشق مین رہتا تھا اور وہ موذی براہ خباثت ازلی
و شقاوت قلبی بوجہ فقط براہ رشک و حسد ناحق اسی رنج و غم کے صدمے سہتا تھا
جب اُس ملعون نے شہر موصل میں آپکی تشریف آوری کی خبر پائی تو گویا اُس بیحیا کی مراد
دلی برآئی۔ اب خاص اسی قصد سے وہ شیطان بے ایمان دمشق سے موصل میں آیا اور
اپنے عصا کی سنان کو اسی نیت سے زہر آلود کرایا کہ کسی طرح اسکا زخم آپکو دیجیے اور
آپ کا خون ناحق اپنی گردن پر لیجیے۔ پس اس نیت سے جس مسجد مین آپ نماز پڑھنے
تشریف لیجاتے تھے اُسی مسجد میں آکر مقیم ہوا وہ مردود ایسا آپکی عداوت مین محو تھا
کہ اُسے اپنی جان کا بھی خوف و بیم نہ ہوا۔ آخرکار اُس مکار نے ایسے مکر و فریب کا جال
پھیلایا کہ ظاہر میں اپنے تئیں آپ کا کمال درجہ معتقد بنایا۔ چنانچہ اکثر آپکی خدمت بابرکت
مین حاضر ہوتا تھا اور آپکی زبان گوہرفشاں سے احادیث نبوی کا بیان سنکر اور دوسرا

روتا تھا۔ آخر کار اُس مکار کو ایک روز ایسا موقع ہاتھ آیا کہ اُس سنان زہرآلود کا زخم آپکے پاے مبارک پر پہونچایا۔ اُس زخم کے لگتے ہی آپ کا عجب حال ہوا۔ شدت کرب سے ضبط کرنا محال ہوا حتی کہ آپ اُس سے بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے لوگ آپ کا یہ حال زار دیکھکر دوڑے۔ دیکھا تو واقعی اُس ستمگار نے ایسا زخم کاری لگایا ہے کہ پاے مبارک آپ کا بشدت ورم کر آیا۔ پھر لوگوں نے اُس موذی کو گرفتار کرکے چاہا کہ سر اُسکا تن سے جُدا کرکے اُسے جہنم رسید کریں۔ مگر جب آپ کو ہوش آیا تو لوگوں کو اُسکے قتل سے منع فرمایا سبحان اللہ صبر و تحمل اسی کا نام ہے یہ حلم و بردباری ایسے ہی بزرگان دین کا کام ہے۔ پھر جب آپنے اُس زخم سے افاقہ پایا تو وہاں سے جانب دمشق قدم رنجہ فرمایا۔ وہاں جب امیر معاویہ سے ملاقات کی نوبت آئی۔ تو آپنے اُسے ساری سرگذشت بیان فرمائی اور ارشاد کیا کہ رفع تکلیف اور تفریح طبع کے واسطے سفر اختیار کیا اور وطن سے منہ موڑا۔ مگر دشمنوں نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا لہذا اب سفر سے گھبراتا ہوں اور پھر وطن کو پھرا جاتا ہوں جو تقدیر میں ہے وہی بات پیش آنی ہے پھر مجھے کیا ضرورت سرگردانی ہے یہ فرماکر آپ جانب وطن روانہ ہوے۔ چند روز میں داخل دولتخانہ ہوے۔

روایت ہے کہ جعدہ بدنصیب نے بڑے بڑے مکر و فریب سے پانچ مرتبہ آپکو زہر دیا۔ اسد الغابہ میں ہے کہ تین دفعہ زہر دیا۔ مگر خداوند تعالی کے فضل سے اثر نہ کیا۔ جب زمانہ رحلت شریف کا قریب آیا۔ اُس کمبخت نے چھٹی بار آپ کو زہر دیا۔ تو اِس مرتبہ زہر آپ پر اثر کر گیا۔ صحیح خبر اور روایت معتبر سے ثابت ہے کہ یزید پلید نے چھٹی بار الماس کا زہر بسا ہوا بذریعہ مروان جعدہ کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ ایسا کام کر یہ زہر دیکر امام حسن علیہ السلام کا کام تمام کر۔ جب وہ زہر قاتل جعدہ کے پاس آیا۔ تو

اُسسے بہت مکر و فریب کیے مگر عرصہ تک کوئی قابو نہ پایا۔ اسی جعدہ نامعقول کے مکرو
فریب کے خیال سے آپ ہر چیز کے کھانے پینے میں بہت احتیاط فرماتے تھے بدون
اطمینان کوئی چیز نہ کھاتے تھے چنانچہ بخیال اسی احتیاط کے جس کوزے کا پانی آپ
نوش فرماتے تھے اُس کوزے کے منہ پر ایک کپڑا اور ایک سربمہر بندھا رہتا تھا۔ اسیوجہ
سے دشمن ایسا قابو نہ پاتا تھا کوئی مکر و فریب پیش نہ جاتا تھا حتیٰ کہ ایک مرتبہ یہ اتفاق پیش
آیا کہ اُس دشمن جان نے اِس طرح موقع پایا کہ آپ شب کے وقت محل سرا کے اندر سوتے
تھے۔ اور گھر کے سب خورد کلان آپکے گرد بہ گرد لیٹے تھے اتفاق سے سب لوگ بھی
غافل ہوکر سو گئے۔ جب جعدہ نے اِس حال سے خبر پائی تو فوراً اپنے مکان سے جسمیں
علیحدہ رہتی تھی اُس سے اُتر کر آپکے نزدیک آئی اور وہ رومال اور ایک جو کوزے کے
مُنھ پر سربمہر بندھا تھا اُسکے اوپر سے اُس زہر الماس کو کوزے کے اندر رچا دیا اور اپنا
کام کر کے جلدی سے اپنے محل کا راستہ لیا تھوڑی دیر کے بعد جب آپ خواب سے
بیدار ہوئے تو اُسوقت اِس طرح پر سرگفتار ہوئے کہ اے بہن زینب جلد اُٹھو میں ابھی
اپنے نانا جان اور بابا و مادر مہربان کو خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے بلاتے ہیں اور اپنی طرف
آنے کو اشارہ فرماتے ہیں۔ اے بہن جلد جاؤ اور تھوڑا پانی وضو کے لیے لاؤ۔ اُدھر
پانی کے لیے زینب نے قدم بڑھایا۔ ادھر آپنے سر مبارک اُٹھا کر خود دیکھا تو اُس کوزے کو
سربمہر پایا تشنگی جو معلوم ہوئی تو چند قطرے اُس آب زہرناب کے نوش فرمائے
اِس پانی کے پیتے ہی شکم مبارک میں سوزش پیدا ہوئی۔ عجب طرح کی بے چینی اور
کلفت ہویدا ہوئی اُسی وقت دل و جگر پھٹ گیا۔ کلیجہ کٹ گیا۔ مانند ماہی بے آب
اُچھلنے لگے۔ جگر تھام تھام کر ہاتھ پر ہاتھ ملنے لگے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے

وحشت اثر سنکر نہایت گھبرائے اور کمال بیتابی سے کے ساتھ دوڑے ہوے آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا اے بھائی جان میری جان آپ پر قرباں آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ اے بھائی مجھے دشمنون نے پانچ مرتبہ زہر دیا۔ مگر اثر نہ کیا۔ اب چھٹی بار کا زہر کارگر ہوگیا۔ اب تم سے جدا ہوتا ہون اور اپنے نانا جان اور بابا اور مادر مہربان کے پاس جاتا ہوں حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کا یہ حال دیکھ کر رونے لگے تمام اہلبیت رو رو کر اپنا جی کھونے لگے

پھر تھوڑی دیر کے بعد آپکے شکم مبارک میں ایسی شدت سے درد اُٹھا کہ بستر استراحت پر کمال بے چینی سے لوٹنے لگے طلوع آفتاب کے بعد یہ حالت طاری ہوئی کہ سہال کبدی شروع ہوا اور قے جاری ہوئی۔ ایک طشت آپکے آگے رکھا تھا دل و جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مُنھ سے گرتا تھا حتیٰ کہ ایک سو ستر ٹکڑے جگر شریف کے طشت مین گرے پھر تو یہ حال ہوا کہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے آپ کو بات کرنا محال ہوا چنانچہ ایک شخص وقت مرض آپکی عیادت کو گیا۔ آپ نے فرمایا جگر میرا پارہ پارہ ہوا۔ اُس شخص نے کہا کہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ فی الواقع قطعات جگر تھے۔

جب وقت انتقال امام حسن علیہ السلام کا قریب پہونچا اور سب کو آپکی زندگی سے ناامیدی ہوئی اُسوقت امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے بھائی کس نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔ آپنے فرمایا کیا ارادہ اُسکے قتل کا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ پس آپ نے کمال حلم سے فرمایا کہ اگر کیا ہے اِس کام کو اُس شخص نے جسکا مجھکو گمان ہے پس حق تعالیٰ زیادہ منتقم حقیقی اور عذاب کرنے والا ہے۔ تمہارے مارنے کی حاجت نہین ہے ؎

پھر بھی ادائے ستمگر کے روادار ہیں		واہ کیا حلم تھا اپنا تو جگر ٹکڑے ہو

اور اگر فی الواقع یہ کام اُس شخص سے نہیں ہوا تو میں نہیں چاہتا کہ تم بے گناہ کو میرے
واسطے قتل کرو بعد اُسکے فرمایا کہ مجھکو کئی بار زہر پلایا ہے پر ایسا سخت کبھی نہیں پلایا۔
یہ کل مضامین بعض تو استیعاب میں اور کچھ سر الشہادتین اور کچھ تحریر الشہادتین میں سے
منقول ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے کئی وجہ سے اپنے قاتل کو نہ بتلایا
اول یہ کہ بنا اِس شہادت کی اخفا پر تھی لہذا قاتل کو بھی مشتبہ رکھا۔
دوسرے یہ کہ بوجب احکام شرعیہ کے قصاص کا حکم جاری نہ ہو سکتا تھا
تیسرے افشاء راز آپکے حلم و مروت و صبر و اخلاق کے خلاف تھا سو یہ
تقاضائے کمال تحمل زبان پر نہ لائے۔ ورنہ یہ بات ایسی نہ تھی کہ اگر تحقیقات ہوتی تو
مثبتک زہر دیا جعدہ پر ثابت ہو جاتا۔ مگر سچ یہ ہے کہ ایسے مقام میں باوجود قدرت کے
انتقام دشمن سے قطع نظر کرنا انہیں حضرات کا کام ہے۔ کہتے ہیں کہ اس حال میں جعدہ
کو خلوت میں بُلا کر ارشاد فرمایا کہ اے بانوے ناساز گار و اے یار بیوفا جفا کار تیرے
اِس کردار سے میں نے اپنے عزیزوں کو مطلع نہیں کیا محکمۂ قیامت پر اسکا فیصلہ رکھا
ہے۔ افسوس کہ تو خدا سے نہ ڈری اور اس محبت دیرینہ کو تو نے برباد کر دیا دوستوں
سے یہی امید ہوتی ہے جو تو نے کیا اور فرمایا جو تیرا مطلب ہے کبھی نہ ہوگا۔ پھر
اُسکی طرف سے منھ پھیر لیا۔

حافظ ابو عمر و یوسف ابن عبداللہ ابن عبدالبر قرطبی نے لکھا ہے کہ جب وقت
رحلت بہت قریب پہونچا تو آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ وصیت
فرمائی کہ کوفیوں کے قول و فعل پر اصلا اعتماد نہ کیجیو۔ یہ لوگ اپنی سفاہت و حماقت سے

تمکو خلافت کے واسطے قائم کرین گے اور مدینہ سے بلائین گے سو تم ہرگز خلافت کا
قصد نہ کرنا۔ اِس لیے کہ مین جانتا ہون کہ خداوند تعالی اہلبیت نبوت مین خلافت و
نبوت جمع نہ کریگا اور یہ بھی فرمایا کہ مین نے حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھ لیا ہے
کہ مین روضۂ مبارک جد امجد کے قریب دفن ہون اور اُنھون نے مجھ سے وعدہ کیا
ہے سو تمکو چاہیے کہ بعد میری وفات کے میرا جنازہ روضہ مبارک رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر پہونچانا اور حضرت عائشہ سے پھر بہ تجدید اجازت لینا اگر وہ کہین
تو دفن کرنا۔ مگر مین جانتا ہون کہ بنی امیہ منع کرین گے جو ایسا ہو تو قصد تکرار ضرور
نہیں۔ جنت البقیع مین میری ماں کے پاس دفن کر دینا۔ کذا فی الاستیعاب ۔
الغرض دمبدم حضرت امام حسن علیہ السلام کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر
ہوتا جاتا تھا اور دل و جگر کٹ کٹ کے قے و دست کی راہ نکلتا آتا تھا حضرت
امام حسین علیہ السلام بھائی کے واسطے افسوس کرتے تھے اور فرماتے تھے

کہ ریخت پارۂ الماس سودہ در قدحش	کہ زہر گشت از آن آب خوشگوار حسنؑ
در اندرون صد و ہشتاد پارہ شد جگرش	ہمہ ز راہ گلو ریخت در کنار حسنؑ
لبش کہ مایۂ تریاک بود شد پر زہر	دہاں ز تلخی شہد و شکر نثار حسنؑ
ساع عترت پیغمبر از خزان ستم	بریخت لالہ و نسرین ز نو بہار حسنؑ

جگر بسوخت شفق را چو لالہ ز آتش دل
ز حسرت جگر خستہ و فگار حسنؑ

الغرض اُنیسوین تاریخ صفر کی رات کو آپ کا حال متغیر ہوا حضرت زینب و ام کلثوم
اور فرزندان مغموم اور سب گھر کے لوگ اُسوقت بیقرار اور اشکبار تھے آدھی رات کے

وقت حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے بھائی
مین نے بہنون اور فرزندوں اور گھر کے سب چھوٹے بڑوں کو تمہارے سپرد کیا اور تمکو خدا کو
سونپا۔ یہ کہا اور کلمۂ شہادت زبان پر جاری ہوا ایک بیک اس سرائے فانی سے طرف
عالم جاودانی کے رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○

رفت آن سلطان معنی بے قصور		رقص رقصاں سوے آن دریاے نور

جناب امامت مآب بیتوسائے کونین حضرت امام حسین علیہ السلام نے بعد فراغت غسل و
کفن کے بموجب وصیت برادر بزرگوار کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
واسطے دفن کے اجازت طلب کی حضرت اُم المومنین نے موجب وعدہ اجازت
دی جب یہ خبر مروان بد انجام کو پہونچی از راہ حماقت بزور و جبر قدم راہ ممانعت مین رکھکر
آمادۂ قتال و جدال ہوا اور امام حسن علیہ السلام کو روضۂ مبارک میں دفن ہونے نہ دیا اسیر
حضرت امام حسین علیہ السلام چند آدمیوں کو لیکر آمادۂ قتال ہوے مروان بھی مسلح ہوا
تب حضرت ابو ہریرہ نے حاضر ہو کر کہا کیا ہی ظالم لوگ ہین کہ ابن رسول اللہ کو رسول اللہ
کے پاس دفن نہیں ہونے دیتے اور امام حسین علیہ السلام کے پاس گئے اور وصیت
حضرت امام حسن علیہ السلام کی یاد دلائی اور جنازہ تشریف اُٹھا کر جنت البقیع میں لے گئے
اور سعید ابن عاص نے نماز جنازہ پڑھی اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس
دفن کیا امام حسین علیہ السلام و محمد ابن حنفیہ و عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر میں
اُتارا تھا اور فرقۂ بنی امیہ سے کوئی شخص جنازے پر نہ آیا۔ مگر سعید ابن عاص کہ اُس
وقت امیر مدینہ تھے وہ خالد ابن ولید کے کہنے سے حاضر ہوئے اور باجازت امام
حسین علیہ السلام نماز جنازہ پڑھی۔

تہذیب التہذیب مین ثعلبہ سے منقول ہے کہ مین وقت دفن حاضر تھا اسقدر کثرت آدمیوں کی تھی کہ اگر سوئی بھی ڈالی جاتی تو آدمیوں پر پڑتی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک ماہ کامل غم والم کیا اور عمر شریف آپکی سینتالیس برس اور چھ مہینے کی کچھ روز کم تھی اور آپکی پیدائش پندرھویں شعبان سنہ تین ہجری میں بروایت صحیح ہے ان تاریخوں میں اختلاف روایات بہت ہے اور آپکی اولاد میں پندرہ بیٹے آٹھ بیٹیاں ہوئیں اور نسل آپکی پانچ بیٹوں سے باقی رہی۔ اسمیں روایات مختلف ہیں اور تاریخ وفات مین بھی اختلاف ہے

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام شہید ہوے تو جعدہ نے یزید پلید کو لکھا کہ ایفاء وعدہ کر یزید نے لکھ بھیجا کہ میں راضی نہ تھا کہ تو حسن ابن علی کے پاس رہے حالانکہ میں اُنکو اپنا دشمن جانتا تھا۔ پھر تجھکو اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کب کرونگا واہ کیا کارخانہ قضا و قدر کے ہین کہ جعدہ بدنصیب دونوں طرف سے گئی نہ ادھر کی ہوئی نہ اُدھر کی ہوئی خسر الدنیا والآخرۃ اسی کو کہتے ہیں سہ

دنیا کے لیے جو دیں کھووے	سو دونوں جہاں کو ڈبووے

اور بعض محققین نے یوں لکھا ہے کہ جعدہ اس حرکت سے سخت پشیمان ہوئی اور مروان کے گھر مین چھپی اُسنے دو غلام اور تین لونڈیاں ہمراہ کر کے جانب شام روانہ کیا۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اسکو بھی رکھنا چاہیے ورنہ بنی ہاشم کے ہاتھ سے نجات مشکل ہے سو حضرت امیر معاویہ سخت رنجیدہ ہوے یعنی جب جعدہ پہونچی تو اُس کو طلب کر کے کہا تو نے نہایت بد حرکت کی۔ لعنت خدا کی تجھ پر اور اُسپر جس نے امام حسنؑ کی شہادت میں سعی کی بہ تخصیص اُسپر جس نے زہر بھیجا۔ اے جعدہ تجھکو شرم

نہ آئی کہ تو نے اپنے دوست کو اِس طرح مارا اور خدا اور رسول کے غضب سے نہ ڈری
دور ہو میرے پاس سے تو ہرگز لائق پڑنا نہیں ہے تب حعدہ نے یزید کو لکھا کہ اس
میں نے اپنا کام کیا تو بھی ایفاء وعدہ کر اُسے وہ جواب دیا جو علامہ سیوطی نے اپنی
تاریخ میں لکھا ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اور آپکے مزار مبارک کی کرامات میں یہ روایت ہے **عَنِ الْاَعْمَشِ**
قَالَ يَعُوطُ رَجُلٌ عَلٰى قَبْرِ الْحَسَنِ فَجُنَّ فَجَعَلَ يَنْبَحُ الْكِلَابَ ثُمَّ مَاتَ
فَسُمِعَ يَعْوِي فِي قَبْرِهِ۔ اخرجہ ابن عساکر وابونعیم فی الحلیہ۔

روایت ہے اعمش سے کہ ایک شخص نے آپکے قبر مقدس پر پائخانہ
پھر دیا وہ مجنون ہو گیا اور کتون کی طرح آواز کرنے لگا اور اُسی حال میں وہ مرگیا اور اُسکی
قبر سے عُو عُو کی آواز لوگ سنتے تھے نعوذ باللہ من غضبہ۔ روایت کیا اسکو ابن عساکر
نے اور ابونعیم نے بھی حلیہ میں اعمش سے روایت کی ہے۔

اب حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیکسی اور تنہائی کیونکر بیان کیجائے کہ دل و
جگر شق ہوا جاتا ہے اور خیال کرنے سے رونا آتا ہے۔ بار بار بھائی کی قبر پر آتے اور
کمال بیقراری سے مضطر ہو کر فرماتے تھے ؎

خود تو جنت کو گئے اور ہمین تنہا چھوڑا	آپ کے ہجر مین جینا ہوا مشکل بھائی
کچھ تو بتلاؤ رہِ ملکِ عدم کی خوبی	قطع کرنی ہے ہمین بھی یہی منزل بھائی
یک بیک چھوڑ دیا ہم جگر افگارون کو	دور کی راہ چلے خوب یہ مشکل بھائی

دمبدم جب کہ تصور ترا آتا ہے مجھے
مضطرب ہوتا ہوں مین صورتِ بسمل بھائی

بیان فضائل حضرت امام حسین علیہ السلام

بیاکہ ذکر شہنشاہ کربلا اینجاست
بیاکہ پیش نظر رحمت خدا اینجاست

بیاکہ شمع فرو ریزد اشک گرم ز دل
بیاکہ سوز دل و گریہ حالفرا اینجاست

بیاکہ ذکر حسین است نشتر رگ جاں
بیاکہ خون دل از دیدہ رکشا اینجاست

بیاکہ وصف قد ہمچو سرو او گویند
بیاکہ حشر بیا از حدیث ماایں جاست

بیاکہ صوفی دل خون چو بوسے غنچہ گل
زخویش میرود و باز در ثنا اینجاست

مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ فرماتے ہین وَ اَمَّا الشَّھَادَۃُ الْجَھْرِیَّۃُ الَّتِی اخْتَصَّ بِھَا السِّبْطُ الْاَصْغَرُ فَھِیَ مِنَ الْکُبْرَیٰ الْوَقَائِعِ الْمَشْھُوْرَۃِ ولیکن شہادت ظاہری جو مخصوص ہوئی چھوٹے صاحبزادے کے ساتھ سو وہ بڑا مشہور قصہ ہے۔

اب سُنا چاہیے

حال شہادت جہریہ کا جو سبط اصغر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہوئی چونکہ سا اسکی اعلان پر تھی اس لیے اولاً وحی مین فرشتون کی زبان سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی اور مکاں و زمان اُسکا معلوم ہوا اور یہ خبرین نہایت مشہور و متواتر کے پہونچین تاکہ کسی طرح کا شبہہ نہ رہے۔ مگر قبل تحریر واقعہ بیان ولادت باسعادت اور فضائل و مناقب اُسکے جو تخصیص بلاشرکت سبط اکبر امام حسن علیہ السلام کے زبان معجز بیان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہین ضرور رہے

اور لکھنا اخبار موحشہ کا جو شہادت پر دلالت کرتے ہیں واجب ہے لہذا بیان کیا جاتا ہے کہ ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی پانچویں شعبان سنہ چار ہجری میں ہوئی بعد پچاس روز کے تولد امام حسن علیہ السلام سے رحم مادر میں آئے اور دس مہینے چند روز مان کے پیٹ میں رہے اسیقدر بزرگی و حرد ہی سبطین علیہما السلام میں تھی اور بعد پیدا ہونے کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان و تسمیہ و حقنہ وغیرہ امور جو کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ فرمائے وہ سب اسکے ساتھ بھی کیے اور کنیت آپکی ابو عبد اللہ ؓ القاب سید و طیب و ولی و ذکی و مبارک و تابع لمرضات اللہ و سبط رسول اللہ ہے۔ مگر مشہور تر القاب ذکی اور اعلیٰ لقب سید ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سینہ سے قدم تک مشابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور آپکی انگوٹھی میں کندہ تھا لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ۔

فضائل شریف حد حصر سے خارج ہیں علم و عمل زہد و تقوی جود و سخا شجاعت و فتوت اخلاق و مروت صبر و شکر حلم و حیا وغیرہ صفات کمال میں توجہ کمال طاق اور نہاں نوازی و غربا پروری و اعانت مظلوم مقابلہ ظالمین و ایصال رحم و انعام فقرا و مساکین میں شہرۂ آفاق تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے **روایت** ہے کہ ایک لونڈی گلدستہ لائی حضرت امام نے سونگھا اور اسکو آزاد کیا۔ انس رضؓ نے کہا کہ یا ابن رسول اللہ آپنے دستۂ گل کے عوض اسے آزاد فرمایا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اللہ صاحب فرماتے ہیں وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اور جب تمکو دعا دیوے تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام کھانا کھاتے تھے لونڈی آپ کی پیالہ پانی کا لیے کھڑی تھی دفعۃً وہ پیالہ ہاتھ سے گرا اور ٹوٹ گیا حضرت امام حسین علیہ السلام غصہ ہوے۔ لونڈی نے کہا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ آپ نے فرمایا مین نے غصہ کھالیا۔ اُس نے کہا والعافین عن الناس آپنے فرمایا مین نے معاف کیا۔ لونڈی نے کہا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ آپنے فرمایا مین نے تجھکو اپنے مال سے آزاد کیا۔

بدی را مکافات کردن بدی	برا اہل صورت بود سحروی
بمعنی کسانیکہ سبقت بردہ اند	بدی دیدہ و نیکوئی کردہ اند

اور عبادت کا یہ مرتبہ تھا کہ پچیس مرتبہ پیادہ پا حج کیا چنانچہ علی ابن حسین رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے باپ کی اولاد کیونکر کم ہوئی۔ فرمایا کہ ست ہوئی وہی تعجب ہے اُنکو فرصت کہان ہوتی تھی کہ عورتون سے صحبت کریں۔ دن اور رات میں ہزار رکعتین نماز پڑھتے تھے اور ہمت کا یہ حال تھا کہ معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مکے مین آکر بہت مال و اسباب نذر کیا حضرت نے سب بکھیر دیا۔

شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ چہرہ شریف ایسا تابان تھا کہ لوگ اسکی روشنی میں راہ چلتے تھے۔

اور فضائل اصحاب خاصتہ یہ ہین شواہد النبوۃ میں ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکو سیدھی ران پر بٹھلائے تھے اور ابراہیم اپنے صاحبزادے کو ران چپ پر کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اللہ صاحب ان دونوں کو آپ کے واسطے جمع نہیں کریگے سو آپ ایک ہی کو اختیار کیجیے۔ حضرت نے خیال کیا کہ حسین کے مرنے سے مجھکو اور علیؓ اور فاطمہؓ کو غم ہوگا اور ابراہیم کے مرنےمین

زیادہ مجھی کو رنج ہوگا سو میں ایسا رنج گوارا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ تیسرے دن ابراہیم نے وفات پائی۔ بعد ازاں جب حضرت امام حسین علیہ السلام آنحضرت کے پاس آتے تو آپ بوسہ لیکر فرماتے کہ میرے ہیں جنسے ایسا بیٹا فدا کیا ہے۔

اور تہذیب التہذیب وابن ماجہ اور ترمذی میں یعلی ابن مرہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص کے گھر دعوت کھانے کو گیا اور لوگ بھی ساتھ تھے پس آنحضرت جماعت سے علیحدہ ہوئے اور امام حسین علیہ السلام لڑکوں میں کھیلتے تھے حضرت نے چاہا کہ انکو پکڑیں۔ امام حسین علیہ السلام بھاگے۔ حضرت نے پکڑا اور ایک ہاتھ پیٹھ پر اور دوسرا زیر ذقن لگا کر بوسہ دیا۔ اور فرمایا کہ حسین مجھ سے (میرا) ہے اور میں حسین سے (کا) ہوں۔ اور جس نے حسینؑ کو دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا اور حسین سبط ہے اسباط سے یہ حدیث حسن ہے اخرجہ الدیلمی۔ وابن سعد وابن ابی شیبہ واحمد والبخاری وابن ماجہ والترمذی والحاکم وابونعیم وابن اثیر فی اسد الغابۃ

اَخرَجَہُ الطَّبرَانِی عَن عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَخبَرَنِی جِبرَئِیلُ اَنَّ ابنِیَ الحُسَینُ یُقتَلُ بَعدِی بِاَرضِ الطَّفِّ وَجَاءَنِی بِھٰذِہِ التُّربَۃِ فَاَخبَرَنِی اَنَّھَا مَضجَعُہُ۔ کذا فی سر الشہادتین لعبد العزیز قدس سرہ

اور طبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خبر دی مجھکو جبرئیل علیہ السلام نے کہ میرا بیٹا حسین مارا جائیگا میرے بعد زمین طف میں اور میرے پاس یہ مٹی لائے پس خبر دی مجھے کہ یہ اسکی

لے ہماری سے سالہ ترمذی کی سنہ ۱۲ ۱۲ممہ

خوابگاہ ہے۔ ایسا ہی سرالشہادتین مین ہے۔ **فائدہ** طف کنار دریا اور جانب دست کو کہتے ہیں اور کربلا کو طف اِس سبب سے کہتے ہین کہ کنارہ جنگل فرات کے واقع ہے۔

عَنْ ام الفضل بنت الحارث اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ جَبْرَئِیلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا یَعْنِی الْحُسَیْنَ وَاَتَانِیْ مِنْ تُرْبَتِہٖ حَمْرَاءَ۔ اخرجہ ابوداؤد والحاکم کذا فی سرالشہادتین۔

اور ابوداؤد اور حاکم نے ام الفضل اور عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے[۱] کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آئے میرے پاس جبرئیل اور مجھے خبر دی۔ کہ میری اُمت قریب ہے کہ قتل کرے میرے اِس بیٹے کو یعنی حسین کو اور مجھے دی تھوڑی مٹی سُرخ۔ اور حاکم اور بیہقی نے اِس حدیث کو ام الفضل بنت حارث سے یوں روایت کی ہے کہ کہا اُم الفضل نے کہ میں ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں امام حسین علیہ السلام کو لیے ہوے گئی اور میں نے اُنکو حضور کی گود مین دیدیا اور میں ایک کام مین مشغول ہوئی۔ جب فارغ ہوئی تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہیں پس حضور نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور خبر دی کہ میرے اِس بیٹے کو میری امت قتل کرے گی اور مجھکو وہاں کی سُرخ مٹی لادی۔

اَخْرَجَ الْبَغَوِیُّ فِیْ مُعْجَمِہٖ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ قَالَ اِسْتَاذَنَ مَلَکُ

---

[۱] سنن ابوداؤد مطبوعۂ حال میں اس حدیث کو میں نے تلاش کیا نہیں پایا شاید نسخۂ قدیم میں مولانا مرحوم نے دیکھا ہو یا میری تلاش کافی ہوئی ہو چونکہ اس حدیث کو بہت لوگوں نے نقل کیا ہے اور اسی مضمون کی اور بھی حدیث ہے۔ لہذا میں نے بھی لکھدیا۔ اور اس حدیث میں ابوداؤد کا نام درج کیا اور پھر تلاش کروں گا۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲ مولف

المطر ربّه ان يزور النبيّ صلّى الله عليه وآله وسلّم والنبيّ في بيت امّ سلمة فقال يا امّ سلمة احفظي علينا الباب لا يدخل احدٌ فبينا هي على الباب اذ دخل الحسين ع فاقتحم فوثب على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فجعل رسول الله يلثمه ويقبّله فقال له الملك اتحبّه قال نعم قال انّ امّتك ستقتله ان شئت اريك المكان الذي يقتل به فاراه فجاء بسهلة او تراب احمر واخذته امّ سلمة فجعلته في ثوبها قال ثابت كنا نقول انها كربلاء واخرجه ايضا ابو حاتم في صحيحه وفي رواية بن احمد في زيادة المسند قال ثم ناولني كفّا من تراب احمر

كذا في سر الشهادتين۔

ترجمہ۔ امام بغوی اپنے معجم میں حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک فرشتہ موکل باران نے اجازت مانگی اپنے پروردگار سے کہ زیارت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پس اجازت ہوئی اُسکو اور اُسوقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم المومنین اُم سلمہ کے گھر میں تشریف فرماتے تھے اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اے اُم سلمہ بند کرلے دروازہ اور خبرداری کر کہ کوئی آنے نہ پائے۔ اسی اثنا میں کہ وہ دروازے پر نگہبان تھیں۔ امام حسین علیہ السلام بزور اندر چلے گئے پھر کودنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سو رسول خدا نے انکو گود میں لے لیا اور چومنے لگے اُس فرشتہ نے کہا آپ انکو پیار کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ اُسنے کہا کہ آپ کی امت قریب ہے انکو قتل کرے گی اور آپ چاہیں تو میں وہ مکان جہاں حسین قتل کیے جائینگے دکھلادوں

پھر دکھلا دیا وہ جگہ اور لایا بالو یا سُرخ مٹی۔ پھر اُس بالو کو اُم سلمہ نے لے کے کپڑے مین سے لیا۔ ار سر لستہادتیں۔ اور اس حدیث کو ابو نعیم اور امام بیہقی اور ابو حاتم و عبداللہ ابن احمد نے بھی اپنی مسند مین روایت کیا ہے۔

اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مولفہ امام قسطلانی مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۱۲۸ مین تحت قتل امام حسین علیہ السلام بمقام کربلا تحریر ہے۔ تمامی حدیث جو امام بیہقی نے اُم الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ یہ ہے کہ ام الفضل نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے بہت بُرا خواب دیکھا ہے آپنے فرمایا کہ بیان کرو۔ میں نے کہا کہ میں نے خواب مین دیکھا کہ گویا ایک ٹکڑا آپکے جسم مبارک کا کٹ کے میری گود میں رکھا گیا۔ آپنے فرمایا کہ تم نے اچھا خواب دیکھا فاطمہ کے بیٹا پیدا ہوگا وہ تمہاری گود میں رہیگا۔ سو حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوے اور میری گود مین رہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

پس داخل ہوئی میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پس بٹھا دیا میں نے امام حسین علیہ السلام کو آپکی گود میں۔ پھر میں دیکھ رہی تھی آپ کی طرف کہ ناگاہ آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہانے لگیں آنسو۔ کہا اُم الفضل نے کہ پوچھا میں نے یا رسول اللہ میرے ماں باپ قربان ہون آپ پر۔ کیا ہوا آپ کو۔ فرمایا آئے میرے پاس جبرئیل اور خبر دیا مجھے کہ میری امت عنقریب قتل کرے گی میرے اس بیٹے کو۔ مین نے کہا اِس بیٹے کو فرمایا ہاں اور لائے میرے پاس سُرخ مٹی روایت کیا اسکو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور مشکوۃ شریف باب مناقب اہلبیت النبی

فصل الثانی میں بھی ہے

اور ابونعیم نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے **روایت** کی ہے کہ کہا اُم سلمہؓ نے حسنؑ اور حسینؑ میرے گھر میں کھیلتے تھے جبرئیل آئے سو کہنے لگے کہ اے محمدؐ تیرے اس بیٹے کو تیری امت قتل کرے گی تیرے بعد اور اشارہ کیا امام حسین علیہ السلام کی طرف اور دی آپکو تھوڑی سی خاک سو حضرت نے اُسکو سونگھا اور فرمایا اسمیں تو آتی ہے ریح و بلا کی اور فرمایا کہ اے اُم سلمہ جب یہ مٹی خوں ہو جائے تو جانیو کہ میرا بیٹا شہید ہوا پھر میں نے اُس مٹی کو شیشے میں رکھ چھوڑا۔ ازسر الشہادتین

عَنْ اَنَسِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا يُقْتَلُ بِاَرْضٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاءُ فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرْهُ فَخَرَجَ اَنَسُ بْنُ الْحَارِثِ اِلٰی كَرْبَلَاءَ فَقُتِلَ بِهَا مَعَ الْحُسَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اخرجہ ابن السکن والبغوی وابونعیم وابن عساکر۔

انس ابن حارث سے **روایت ہے** کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے یہ میرا بیٹا مارا جائیگا اُس زمیں میں جسکو کربلا کہتے ہیں۔ پھر جو شخص وہاں موجود ہو اسکی مددگاری کرے۔ سو گئے انس حارث کربلا کو اور شہید ہوئے۔ سر الشہادتین میں بھی ہے۔

وَاَخْرَجَ اَبُوْنُعَيْمٍ عَنْ يَحْيَی الْحَضْرَمِيِّ اَنَّهُ سَافَرَ مَعَ عَلِيٍّ اِلٰی صِفِّيْنَ فَلَمَّا حَاذٰی نِيْنَوٰی نَادٰی صَبْرًا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ بِشَطِّ الْفُرَاتِ قُلْتُ مَا ذَا قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ جِبْرَئِيْلُ

أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ وَأَرَانِي قَبْضَةً مِنْ تُرْبَتِهٖ

ابونعیم نے یحییٰ حضرمی سے روایت کی ہے کہ ہم صفین کے سفر میں حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ کے ساتھ جب نینوی کے برابر پہونچے تو حضرت امیر نے پکار کر فرمایا کہ اے ابوعبداللہ کنارے فرات کے صبر کیجیو میں نے کہا آپ نے کیا کہا۔ فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو خبر دی ہے کہ جبرئیل کہتے تھے حسین میرا بیٹا مارا جائیگا کنارۂ فرات کے اور مٹی وہاں کی دکھلائی تھی۔ یہ حدیث بھی سرالشہادتین میں ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل جزو اول مطبوعہ مصر صفحہ ۸۵ میں ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ نے انھوں نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ (احمد بن محمد بن حنبل) نے انھوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبید نے انھوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی شرحبیل بن مدرک نے انھوں نے روایت کی عبداللہ بن نجی سے انھوں نے روایت کی اپنے باپ (نجی) سے کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا اور وہ آپکے سامان طہارت اپنے ساتھ رکھتے تھے پس آپ نینوی کے مقابل پہونچے۔ حالانکہ آپ صفین کی طرف جارہے تھے تو آپ نے آواز دی کہ ابوعبداللہ صبر کیجیو اے ابوعبداللہ صبر کیجیو فرات کے کنارے (نجی بیان کرتے ہیں) پس میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا یا نبی اللہ آپکو کسی نے غصہ دلایا ہے آپ کی آنکھوں کی کیا حالت ہے کہ ان سے آنسو جاری ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہیں بلکہ اس سے پہلے جبرئیل علیہ السلام میرے پاس سے اُٹھ کے گئے ہیں اور مجھ سے یہ کہ گئے ہیں کہ حسینؑ

فرات کے کنارے قتل کیے جائینگے۔ یحیٰ کا بیان ہے کہ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے یحیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اسکی مٹی سونگھادوں۔ میں نے کہا ہاں پس آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی خاک لیکر مجھے دی۔ پس بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اس حدیث مرفوع کی سند متصل ہے اور اسکے تمام روات ثقات مقبول ہیں جیسا کہ کتب اسماء الرجال مثل تقریب و خلاصہ میزان وغیرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے۔ اس لیے یہ حدیث ضعیف نہیں کہی جا سکتی۔ عبارت حدیث کی مع اسناد و کیفیت احوال روات کے ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے لکھی جاتی ہے۔

حدثنا عبد اللہ[1] حدثنی ابی حدثنا محمد[2] بن عبید حدثنا شرحبیل[3] بن مدرک عن عبد اللہ[4] بن نجی عن[5] ابیہ انہ سار مع علیؓ وکان صاحب مطہرتہ فلما حاذی نینوی وھو منطلق الی صفین فنادی علیؓ اصبر ابا عبد اللہ اصبر ابا عبد اللہ بشط الفرات قلت وماذا قال دخلت علی النبی ذات یوم وعیناہ تفیضان قال بل قام من عندی جبریل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات قال فقال ھل لک الی ان اشمک من تربتہ قال قلت نعم فمد یدہ فقبض قبضۃ من تراب فاعطانیھا فلم املک عینی ان فاضتا۔

[1] عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ابو عبد الرحمن ولد الامام ثقۃ من الثانیۃ عشر۔ تقریب التہذیب صفحہ ۱۲۴

۲ محمد بن عبید بن ابی امینۃ الطنافسی ابو عبد اللہ الکوفی الاحدب عن ہشام بن عروہ عن الاعمش وعنہ اسحاق ومسدود احمد وابن معین ثقاۃ وقال العجلی کان یحفظ اربعۃ آلاف

خلاصہ میزان الاعتدال صفحہ ۳۵۔

۳ شرجبیل بن مدرک الجعفی الکوفی ثقۃ من الخامسۃ۔ تقریب صفحہ ۱۰۸

۴ د س ق عبد اللہ بن یحیی بنون وجیم مصغرا ابن سلمۃ الحضرمی الکوفی ابو نعمان صدوق من الثالثۃ۔ تقریب التہذیب صفحہ ۱۴۴

۵ د س ق یحیی بالتصغیر الحضرمی الکوفی مقبول من الثالثۃ۔ تقریب صفحہ ۲۶

منکرین شہادت امام حسین علیہ السلام کے لیے اسقدر ثبوت کافی ہے تواریخ معتبرہ واحادیث مستندہ سے انکار بعید از شان اہل اسلام ہے اہل سنت و جماعت کی کتابون مین کسی نے اِس واقعہ کے ہونے میں اختلاف بھی نہین کیا۔ چہ جائے انکار۔ اسکا منکر خالی از خطا نہیں ہے۔

بیان خلافت یزید و طلب بیعت و باعث عداوت با امام علیہ السلام

علامہ جزری تاریخ کامل مین وقائع سنہ پچاس میں لکھتے ہیں کہ اسی سن میں لوگون نے یزید بن معاویہ کے ولیعہدی کی بیعت کی اور اُسکی ابتدا مغیرہ بن شعبہ سے ہوئی۔ مغیرہ ماہ شعبان سنہ پچاس میں مرے بعضون کے نزدیک اور یہ صحیح ہے کو وہ مین وبا ہوئی۔ مغیرہ اُس سے بھاگے۔ جب وبا ہو چکی تو پھر آئے اتفاق سے اُسی میں مبتلا ہو کر مر گئے لانبے قد کے آدمی تھے اور ایک آنکھ کے کانے تھے۔ ان کا سن ستر برس کا ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ ۵۱ھ میں مرے جب امیر معاویہؓ کو منظور ہوا کہ مغیرہ کو کوفہ سے معزول کرکے اُنکی

جگہ پر سعید ابن العاص کو کر دیں یہ خبر مغیرہ کو پہونچی اُنھوں نے کہا اب صلاح یہ ہے
کہ میں خود ہی امیر معاویہؓ کے پاس جاکر استعفا داخل کر دوں کہ لوگوں کو میری ہی کرامات
اِس نوکری سے معلوم ہو یہ سوچ کر وہ معاویہؓ کے پاس آئے جب وہاں پہونچے تو
اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو میں کس طرح سے امارت اور ولایت لیتا ہوں اور
اگر اب کی نہ لی تو پھر سمجھ لو کہ کبھی نہ لوں گا مختصر یہ کہ یزید کے پاس جاکر کہنے لگے کہ اب
اعیان اور اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کبرائے قریش اور اُنکے بوڑھے سب
دنیا سے جا چکے لڑکے ہی لڑکے رہ گئے ہیں اور تو اُن سب سے افضل اور احسن ہے
عقل میں اور اعلم بالسنۃ والسیاستہ ہے معلوم نہیں کہ امیر المومنیں تیرے ولیعہد کرنیکا
ارادہ کیوں نہیں کرتے یزید بولا کہ اگر وہ یہ ارادہ کریں تو اُن کا یہ ارادہ پورا ہو سکتا ہے
مغیرہ نے کہا بیشک پورا ہو جائے گا۔ یہ سنکر یزید نے باپ سے جاکر مغیرہ کا مقولہ
بیان کیا اور خود اسکو بُلا کر امیر کے روبرو کھڑا کر دیا۔ امیر نے پوچھا اے مغیرہ یزید یہ
کیا کہتا ہے۔ مغیرہ نے کہا اے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جو خونریزیاں
اور اختلافات ہوئے وہ سب آپ جانتے ہیں یزید آپ کا بیٹا ہے آپ اُسکو اپنا
ولیعہد کیجیے اور لوگوں سے اُسکی جانشینی کی بیعت لیجیے۔ یہی بہتر ہے کہ آپکے بعد
یہ سلطنت گھر ہی میں رہے اسمیں کچھ جھگڑا اور فساد نہ ہوگا۔ امیر نے فرمایا اس میں
میری کون اعانت کرے گا۔ مغیرہ نے کہا کہ کوفے والوں کو تو میں ہموار کر دوں گا
اور بصرہ والوں کو زیاد کرے جب ان دو شہروں کے لوگ بیعت کرلیں گے تو پھر
کوئی مخالفت نہ کر سکے گا۔ امیر نے فرمایا کہ اچھا پھر تو اسی کام پر جا اور اپنے معتمدوں سے
یہ کہہ سن کر لوگوں کو ہموار کر۔ یہ کہکر اُسکو رخصت کیا۔ مغیرہ پلٹ کر اپنے یاروں کے

پاس آئے۔ سب نے کہا کہ مرحبا کیا کر آئے انھوں نے کہا کہ مین معاویہ کا پیر ایسی
رکاب میں رکھ آیا ہوں جس سے کبھی نہ نکلے گا اور اُنکو ایسے خلاف میں ڈال آیا ہون
جو کبھی نہ مٹے گا۔ یہ کہہ کر مغیرہ چل کھڑے ہوے اور کوفہ میں پہونچکر جن لوگوں پر اعتماد
تھا یا جنکو بنی امیہ کا شیعہ جانتے تھے اُن سے یزید کے ولیعہد کرنے کی راے بیان
کی اُن سب نے اُسکی بیعت قبول کرلی۔ مغیرہ نے اُن لوگوں میں سے دس آدمی اور
بعضے کہتے ہیں کہ دس سے زیادہ امیر کی خدمت میں روانہ کیے اور اُنکو تیس ہزار درم دیے
اور اُنکے ساتھ اپنے بیٹے موسی بن مغیرہ کو کیا وہ لوگ یہاں حاضر ہوے اور اُن
سب نے یزید کی ولیعہدی کی تحسین کی اور اُسکے انعقاد کی امیر کو صلاح دی امیر نے
فرمایا کہ اسکے اظہار کی جلدی نہ کرو اپنی راے پر مستقل رہو پھر موسی سے فرمایا کہ تیرے
باپ نے ان لوگوں سے ان کا دین کتنے کو مول لیا ہے اُسنے کہا تیس ہزار درم کو
فرمایا کہ سبک ہوگیا ان پر انکا دین اور فرمایا کہ اُن کا دین اُنکے پاس سے رخصت
ہونے والا ہے اور اُن لوگون سے فرمایا کہ میں ابھی اِسمیں غور کرتا ہون کہ تمہاری راے
کہاں تک عمدہ ہے اور اللہ تو وہی کرے گا جو اُسے چاہا ہے۔ آہستگی بہتر ہے عجلت سے
وہ لوگ سب واپس گئے اور امیر کا ارادہ یزید کی بیعت خلافت کا قوی ہوگیا۔ زیاد کو خط
لکھا اور اُس سے مشورہ پوچھا اُسنے عبید بن کعب نمیری کو بلاکر کہا کہ ہر مستشار کو ثقہ
ہونا چاہیے اور ہر راز کے واسطے امین کی زمانہ کے لوگوں مین دو عادتیں پیدا ہوگئی ہیں ایک
ظاہر کردینا بھید کا۔ دوسرے نصیحت کرنا اُسکو جو نصیحت کا اہل نہیں ہے اور راز
رکھنے کے لائق نہیں ہیں مگر دو قسم کے لوگ یا تو وہ دیندار جو آخرت کے ثواب کا امیدوار
ہو یا وہ دنیادار جسکو شرف نفسی اور عقل حاصل ہو اور چونکہ میں جانتا ہون کہ تجھ میں یہ دونون

باتیں موجود ہیں اِس لیے مین نے تجھے بلایا ہے کہ تجھ سے وہ بات بیان کروں جو امیر
کے یہاں سے تیرے خط میں لکھکر آئی ہے وہ یہ ہے کہ امیرالمومنین نے مجھ سے مشورہ پوچھا
ہے۔ فلاں فلاں امر میں اور اُنکو خوف ہے لوگوں کے اختلاف کا سو وہ چاہتے ہیں
کہ سب مطیع ہوجائیں اور علاقہ امر اسلام کا اور اُسکا ضمان بڑا ہے اور یزید ہتنگی اور تہاون
والا ہے اور اُسکے ساتھ شکار دوست ہے پس صلاح یہ ہے کہ تم جاکر امیر سے ملو اور
اُنسے یزید کے احوال بیان کرو اور کہو کہ ابھی اسمیں عجلت نکرو جلدی میں کچھ نہ ہوگا تاخیر
میں سب کچھ ہو جائیگا اور یہ کام ہو جائیگا۔ تب عبید نے زیاد سے کہا کہ کیا اسکے سوا
اور کوئی رائے نہیں ہے کہا وہ کیا ہے کہا یہ ہے کہ امیر پر اُنکی رائے کو فاسد نہ کرو
اُنکو اُنکے بیٹے کا دشمن نہ بناؤ میں یزید سے جاکر کہے دیتا ہوں کہ امیرالمومنین نے زیاد
سے تیری بیعت کے بارے میں مشورہ پوچھا ہے اور وہ اِس امر میں لوگوں کے مخالف
ہونے سے ڈرتا ہے اور یہ کہتا ہے اور امیر کو نصیحت کرتا ہے تب زیاد نے کہا واہ
تو نے تو بات کو ڈھیلے کی طرح پھینک دیا۔ جا رخصت ہو اگر تو اچھا کرے گا تو بہتر ہے
اور جو خطا کرے گا تو تجھ پر کوئی الزام نہیں تو جو دیکھتا ہے وہی کہتا ہے اور اللہ حکم
کرے گا اُس عیب والی بات کا جو وہ جانتا ہے۔

پس عبید نے یزید کے پاس جاکر یہ سب کچھ بیان کیا اُسنے بہت سے اپنے
افعال چھوڑ دیے اور زیاد نے امیر معاویہؓ کو عبید کے ہاتھ خط بھیجا اُسمیں لکھا کہ عجلت
ہرگز مناسب نہیں بالفعل لوگوں کی تالیف کرنی چاہیے اُنھوں نے زیاد کا کہنا منظور
کیا۔ جب زیاد مر گیا تو پھر اُس ارادہ کا اظہار کیا اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو
ایک لاکھ درم بھیجے۔ اُنھوں نے لے لیے جب یزید کی بیعت کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ کیا

اُنکو میرا دین لینا منظور ہے۔ ایسا تو نہ ہوگا۔ یہ کہکر درم پھیر دیئے پھر امیر نے مروان ابن الحکم کو لکھا کہ مین بوڑھا ہوا۔ میرے ہاتھ پیرون نے جواب دیا۔ میں ڈرتا ہون ایسا نہو کہ میرے بعد لوگون میں اختلاف پڑ جائے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اُسکے واسطے اپنے بعد کسی کو جانشین کر جاؤن اور یہ اچھا نہین سمجھتا کہ کوئی بات بغیر تیرے مشورے کے کرون۔ لاجرم تجھکو لکھتا ہون کہ میری یہ رائے لوگوں سے بیان کر اور جو وہ جواب دیں مجھے لکھ۔ مروان نے کھڑے ہوکر لوگون سے یہ رائے بیان کی۔ سب نے کہا بہتر ہے ہم بھی پسند کرتے ہین وہ کسی کو تجویز کریں۔ مروان نے یہ حال امیر کو لکھا اُنھوں نے اسکے جواب میں لکھا کہ لوگوں سے یزید کا نام لیکر کہ اُسکو جانشین کرنا منظور ہے مروان نے کھڑے ہوکر لوگوں سے کہدیا کہ امیر نے اپنے بعد اپنا جانشین تم لوگوں کے واسطے اپنے بیٹے یزید کو کرنا چاہا ہے پس عبد الرحمن ابن ابی بکرؓ اُٹھے اور کہنے لگے کہ تو جھوٹا ہے۔ قسم ہے اللہ کی اے مروان اور امیر بھی۔ تم دونوں نے امت محمدیہ کے واسطے یہ کیسا انتخاب کیا ہے۔ کیا تمہیں منظور ہے کہ اس امارت کو سلطنت ہرقلی کرو۔ کہ جب ایک ہرقل مرا تو دوسرا ہرقل اُسکی جگہ بیٹھ گیا۔ مروان نے کہا یہ وہ ہیں جن کی شان میں اللہ نے اُتارا ہے وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ الآیۃ یعنی اور جس نے کہا اپنے ماں باپ سے کہ میں بیزار ہون تم سے کیا تم وعدہ دیتے ہو مجھکو اسکا کہ نکالا جاؤن میں اور تحقیق گذر گئے ہیں بہت قرن مجھ سے پہلے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مروان کی یہ گفتگو سُنکر پردہ سے فرمایا کہ اسے مروان۔ سب لوگ اُدھا چُپ ہوگئے اور مروان حضرت صدیقہ کیطرف

متوجہ ہوا آپ نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے قسم اللہ کی یہ آیت عبدالرحمن کی شان مین نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ فلان بن فلان کے بارہ مین نازل ہوئی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے باپ پر البتہ لعنت کی ہے جس حالت مین تو اُسکے صلب مین تھا۔ پس تجھکو اللہ کی لعنت پہونچی ہے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام اُٹھے اور انھون نے انکار فرمایا اور اسی طرح حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی۔ مروان نے یہ حال امیر معاویہؓ کو لکھا۔ یہاں اُنھون نے پہلے ہی اپنے عاملون کو یزید کی تعریف اور اُسکا مستحق کرنا جانشینی کے لیے لکھ کر یہ لکھا تھا کہ کل شہروں سے سفیر آئین۔ پس مدینے سے آنے والون مین محمد بن عمرو بن خرم اور بصرہ سے آنیوالون مین احنف بن قیس تھے۔ یہ اجلہ واکابر تابعین سے تھے اور اپنے قوم کے سردار اور موصوف تھے حلم اور عقل اور حزم وبلے کے ساتھ۔

محمد بن عمرو بن خرم کہنے لگے کہ ہر راعی اپنی رعیت سے پوچھا جائیگا۔ پس دیکھو تم کسکو امت محمدیہ کے کامون کا متولی کرتے ہو۔ امیر معاویہؓ کی سانس گرفتہ ہونے لگی۔ انتہیٰ۔

تاریخ عقدالفرید میں ہے کہ امیر معاویہؓ نے اُنکے جواب مین کہا کہ اے محمد تم مرد ناصح ہو میں نے تم سے رائے پوچھی تھی جو رائے تھی وہ کہدی۔ سنو کہ اب کوئی باقی نہیں سوائے میرے بیٹے کے اور اُنکے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہما کے بیٹون کے سو مجھے اپنا بیٹا اُنکے بیٹون سے زیادہ محبوب ہے۔ جاؤ یہان سے جلد و۔ چنانچہ محمد بن خرم اپنے ساتھیون کے پاس جا بیٹھے۔ انتہیٰ۔

کامل مین ہے کہ پھر امیر نے احنف کو حکم دیا کہ یزید کے پاس جائین۔ وہ گئے

جب وہان سے آئے تو پوچھا کہ تم نے اپنے بھتیجے کو کیسا پایا کہنے لگے کہ مین نے
دیکھا اسکو جوان بڑی خوشی والا بہادر دل لگی باز - پھر ہر جگہ کے لوگون کو ایک جا
کر کے امیر نے ضحاک بن قیس فہری سے فرمایا کہ مین لوگون سے کچھ کہون گا - جب
مین چپ ہو جاؤن تو تم لوگون کو یزید کی بیعت کی دعوت کرنا اور رغبت دلانا -
چنانچہ امیر نے بیٹھکر لوگون سے پہلے اسلام کی عظمت اور خلافت کا حق اور
اُسکی حرمت اور جو اللہ نے والیان امر کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے بیان کیا پھر
کا ذکر کیا اور اُسکی بڑائی اور علم بالسیاستہ کو کہکر اُسکے بیعت کی دعوت فرمائی ضحاک
اُٹھے - انھون نے بعد حمد و ثنا کے کہا کہ اے امیر لوگون کے واسطے تمہارے بعد
والی امر ہونا ضرور ہے اور ہم نے آزمایا ہے جماعت والفت کو بیس پایا ہے اُن
دونون کو نگہبان خونون کا اور نیک تر اتفاق کے واسطے اور امین تر راہون کے
واسطے اور اختیار کرنے والے انجام کار کے اور دن آنے والے اور جانیوالے
ہین اور اللہ ہر دن ایک نئی شان مین ہے یزید آپ کا بیٹا ایسی خوبی سیرت مین
جیسا ہے مین جانتا ہون بیشک وہ علم اور حلم اور رائے مین ہم سب سے افضل
ہے اُسی کو اپنا ولی عہد کرو اور اپنے بعد ہمارا جھنڈا نصب کرو تاکہ ہم اُسی کی
طرف پناہ لین اور اُسی کے سایہ مین آرام پکڑین پھر عمرو بن سعید اشدق نے بھی
ایسا ہی کچھ کہا - پھر یزید بن المقنع عذری کھڑے ہوئے اور امیر کیطرف اشارہ
کر کے کہا کہ امیر المومنین تو یہ ہین اگر انکی وفات ہو تو یزید کیطرف اشارہ کر کے
کہا کہ یہ ہوگا اور جو انکار کرے گا تو تلوار دکھا کر کہا کہ پھر یہ ہے - امیر نے فرمایا
بیٹھو تم تو سید الخطبا ہو پھر احنف سے فرمایا کہ اے ابا بحر تم کیا کہتے ہو انھون نے

کہا کہ اگر ہم سچ کہتے ہین تو تم سے ڈرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو اللہ سے ڈرتے ہین سے اے امیر تم یزید کے لیل و نہار اور اُسکے چھپے کھُلے کردار خوب جانتے ہو۔ اگر تم اسکو اچھا جانتے ہو تو اپنا جانشین کرو کسی سے کچھ مشورہ نہ پوچھو اور اگر ایسا نہین ہے تو آخرت کو چلتے وقت یہ زاد اُس راہ کا اپنے ساتھ نہ لیتے جاؤ اور ہمکو کیا ہم پر تو یہ ہے کہ ہم کہیں کہ ہمنے سنا اور اطاعت کی۔ ایک مرد شامی اُٹھا اور کہنے لگا کہ مین نہیں جانتا کہ یہ معدیۂ عراقیہ کیا کہتا ہے ہمارے یہاں تو سمع اور اطاعت ہے یا مار پیٹ۔ پھر سب لوگ متفرق ہو گئے اور احنف کی بات کا آپس میں چرچا کرنے لگے۔

الحاصل امیر نے پاس والون کو انعام اور عطایا دیے اور دور والوں کو وعدے کہلا بھیجے یہان تک کہ بہت سے لوگ اُنکی رائے کے ساتھ متفق ہو گئے اور اکثروں نے بیعت کر لی۔

پھر سنہ اکاون ہجری میں خود امیر معاویہؓ ابن ابی سفیان واسطے حج بیت اللہ و اخذ بیعت یزید کے مکے مین آئے اور اہل حجاز و حرمین شریفین سے جبراً بیعت یزید کرائی صرف حضرت امام حسینؑ و عبدالرحمن بن ابی بکر و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بیعت نہ کی۔ گو کہ امیر معاویہ نے اُنکو عطا و انعام بھی دیا اور سختی اور نرمی سے بھی کہا تاہم اُن لوگون نے بیعت نہ قبول کی اور جب کلام اس باب میں بڑھا تو عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کہ اے معاویہ تجھ سے پہلے خلیفہ گذرے ہیں اور اُنکی اولاد تیری اولاد سے بہتر تھی مگر اُنھون نے وہ بات اُنکے واسطے نہیں چاہی جو تو نے اپنے بیٹے کے لیے تجویز کی ہے بلکہ خلافت کو مسلمانون پر چھوڑ دیا کہ اُنھون نے جسکو مناسب جانا خلیفہ کیا اور مجھکو تو دھمکاتا اور ڈراتا ہے کہ میں مسلمانون کی نافرمانی

کروں اور اُنکو مشقت مین ڈالون سو یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا میں ایک مرد مسلمان ہون جس بات پر سب مسلمان قرار پکڑینگے مین بھی اُن کا پس رو ہوں گا۔

امیر معاویہ نے کہا خدا تجھکو خیر دے اور عبدالرحمن ابن ابی بکر نے کلام معاویہ قطع کر کے فرمایا بخدا ای معاویہ مین تمکو امر خلافت یزید میں وکیل بخدا کرتا ہون اور خدا کے سپرد کرتا ہون۔ تم ہرگز یزید کو خلیفہ نہ کرو بلکہ امر خلافت مسلمانون میں چھوڑ دو اور اُس مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ پھر عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ اے معاویہ اگر تو یزید کو خلیفہ کرتا ہے تو خود الگ ہو اور یزید کو لا کہ ہم بیعت کریں۔ اور تجھ سے بھی بیعت کی اور تیرے بیٹے سے بھی بیعت کریں تو اطاعت کسکی کریں واللہ بیعت تم لوگوں کی قیامت تک کبھی درست نہ ہوگی۔ یہ فرما کر چلے گئے۔ معاویہ نے منبر پر چڑھ کر بعد حمد خدا و نعت مصطفےٰ خطبہ پڑھا اور کہا کہ لوگوں کو گمان تھا کہ ابن عمر اور ابن ابی بکر اور ابن زبیر یزید کی بیعت نہ کریں گے حالانکہ ان تینوں نے بیعت کی۔ اہل شام بولے کہ ہم ایسی خفیہ بیعت پر راضی نہیں ہیں جب تک علانیہ بیعت نہ کریں والا ہم اُنکی گردن ماریں گے امیر معاویہ نے کہا سبحان اللہ تم کون لوگ ہو۔ واللہ پھر ایسا سخن زبان پر نہ لانا اور جب ابن ابی بکر و ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے لوگوں نے حال بیعت کا پوچھا تو وہ منکر ہوئے آخر کار امیر معاویہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اسباب اور مال بہت سا دیا اور کہا کہ یزید کی بیعت کرو۔ حضرت نے جواب دیا کہ اگر عبدالرحمن ابن ابی بکر اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عباس بیعت نہ کرین گے۔ مین بھی نہ کروں گا۔ اسی وجہ سے یزید پلید کو حضرت امام وغیرہ سے عداوت تھی کذا فی تاریخ الخلفا للامام سیوطی۔

بیان حالات و وفات امیر معاویہ رض و تخت نشینی یزید پلید و طلب بیعت نامرضیہ

سعادۃ الکونین مین لکھا ہے کہ جب امیر معاویہ نے شام مین یزید کو اپنا ولی عہد کیا اور وصیت کی کہ حسین ابن علی کے مراتب کا لحاظ رکھنا کیونکہ سب لوگ اُنسے محبت رکھتے ہین تو بھی سلوک کرنا پھر تاریخ بائیسوین رجب و بروایتے پندرھویں رجب سنہ ساٹھ ہجری مین معاویہ رض نے اسی برس کی عمر مین وفات پائی اُسی دن یزید پلید بیتحفہ خلیفہ بدرہوا اور تخت سلطنت پر جاسے پدر قائم ہوا اور شقاوت ازلیہ کے اظہار میں سرگرم ہوا۔

یہ معاویہ ابن ابی سفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبد مناف ہیں ولادت خیف منیٰ مین پائی والدہ اُنکی مسماۃ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد الشمس بن مناف ہے اور کنیت ابو عبد الرحمن بعض نے کاتبان وحی میں شمار کیا ہے اور بعض نے منشی یا خطوط نویس لکھا ہے۔

اور ایک سو تراسی حدیث کی روایت بھی اُن سے کتب حدیث مین پائی جاتی ہے اور مدت سلطنت چالیس برس ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت سے عامل دمشق تھے کہ بیس برس وہان رہے اِس مدت مین خلیفہ ثانی اور ثالث کا وقت گذر گیا اور حضرت امیر المومنین یعسوب المسلمین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ خلیفہ برحق ہوے تو آنجناب نے معزول فرمایا فَصَارَ مُعَلِّناً عَلٰے اِمَارَۃِ دِمِشْق۔ پس وہ امارت دمشق پر تعلب و

وتصرف کرنے والے ہو گئے اور بعد تفویض امام برحق حضرت امام حسن علیہ السلام کے
انیس برس اور حاکم رہے۔

اخبار الدول میں ہے وَفِي فَضْلِهِ اَحَادِيثُ قَلَّ مَا يَثْبُتُ یعنی اسکے
فضائل میں حدیثیں ہیں کمتر جو ثبوت کو پہونچیں اور مابین باب جابیہ اور دروازہ دمشق
کے مدفون ہیں نماز جنازہ ابن قیس یا ضحاک فہری نے پڑھی تھی۔

اور علماے اہل سنت والجماعت حال معاویہ ابن ابی سفیان میں مختلف ہیں
ماوراء النہر کے علما اور متاخرین فقہا انکے جنگ و جدال کو جو حضرت امیر المومنین علی
مرتضی سے واقع ہوئین محمول خطاے اجتہادی پر کرتے ہیں۔ اور محققین اہل حدیث بعد
تتبع روایات صحیحہ فرماتے ہیں کہ حرکات معاویہ خالی شائبہ نفسانیت وحمیت وتعصب
قرابت سے جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے رکھتے تھے نہ تھی۔ پس انتہاے
کار یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ وباغی ہوے وَالْفَاسِقُ لَيْسَ بِقَابِلِ اللَّعْنِ
یعنی فاسق لعنت کے قابل نہین ہے واگر مراد سب ولعن سے اسی قدر ہے
کہ انکی حرکات کو برا کہنا اور برا جاننا بلا شبہہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ امر واقع ہے
اور اگر سب سے لعن وشتم مراد ہے تو معاذ اللہ کوئی اہل سنت اسکا قائل نہیں کیونکہ
فاسق اور مرتکب کبیرہ کے واسطے استغفار ہے پس لعن حرام ہے۔ خاصتہً وہ صحابی
تھے شفاعت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وعفو حضرت امیر المومنین انکے
حق میں اور فاسقون سے زیادہ تر متوقع ومرجو ہے۔ کذا قال مولانا
عبد العزیز قدس سرہ فی الجواب الخامس من الاسولۃ العشرۃ
واضح ہو کہ شمار معاویہ ابن ابی سفیان کا ملوک مین ہے نہ خلفاے رسول اللہ مین۔

مختصر واقعہ شہادت بقول حافظ ابن حجر عسقلانی رح جو کہ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے

قال العلامۃ ابو اسحاق الاسفرائنی فی کتابہ المسمی نور العین فی مشہد الحسین قال عمار الدھنی قلت لابی جعفر محمد بن علی الحسین حدثنی عن مقتل الحسین کانی حضرتہ قال لما مات معاویۃ الولید بن عتبہ بن ابی سفیان علی المدینۃ فارسل الی الحسین لیاخذ بیعتہ فقال اخرنی ورفق بہ فاخرہ فخرج الی مکۃ فاتاہ رسل اھل الکوفۃ انا قد حبسنا انفسنا علیک ولسنا نحضر الجمعۃ مع الوالی فاقدم علینا رجل من اھل بیتک قال وکان النعمان بن بشیر الانصاری والی الکوفۃ فبعث الحسین الیھم مسلماً فقال سر الی الکوفۃ وانظر ما کتبوہ فان کان حقا قدمت الیہ فخرج مسلم حتی اتی المدینۃ فاخذ منھا دلیلین فمرا بہ فی البریۃ واصابھم العطش فمات احد الدلیلین فقدم مسلم الکوفۃ فنزل علی رجل یقال لہ عوسجۃ فلما علم اھل الکوفۃ بقدومہ دبوا الیہ فبایعہ منھم اثنا عشر الفا فقام رجل ممن یھوی یزید بن معاویۃ الی النعمان بن بشیر فقال انک ضعیف مستضعف قد فسد البلد فقال لہ النعمان لان اکون ضعیفا فی طاعۃ اللہ احب ان اکون قویا فی معصیۃ اللہ ما کنت لاھتک سترا فکتب الرجل بذالک الی یزید وعابہ بہ مولی لہ یقال لہ سرجون واستشارہ فقال لہ لیس للکوفۃ الا ابن زیاد وکان یزید عزلہ عن البصرۃ فکتب الیہ برضاہ عنہ وانہ قد صاف الیہ الکوفۃ وامرہ ان یطلب مسلماً فان ظفر بہ قتلہ فاقبل ابن زیاد فی وجوہ اھل البصرۃ حتی قدم الکوفۃ ملتثما فلا یمر علی احد الا قال لہ اھل المجلس علیک السلام یا ابن رسول اللہ یظنونہ الحسین قدم علیھم فلما نزل ابن زیاد القصر دعا مولی لہ فدفع الیہ ثلاثۃ آلاف درھم فقال لہ اذھب حتی تسئل

عن الرجل الذي يبايعه اهل الكوفة فادخل عليه واعلم انك من حمص ادفع اليه المال وبايعه
فاميرك المولى فتلطف حتى دلوه على الشيخ يلي البيعة فذكر له امره فقال لقد سرني ارهداك الله
وساءني ان امرنا لم يستحكم ثم ادخله على مسلم فبايعه ودفع له المال وخرج حتى اتى ابن زياد فاخبره
وتحول مسلم حين قدم ابن زياد من تلك الدار الى دار هاني ابن عروة المرادي وكان ابن زياد
قال لاهل الكوفة ما بال هاني ابن عروة لم يأتني فخرج اليه محمد بن الاشعث في اناس من
وجوه اهل الكوفة وهو على باب داره فقالوا ان الامير قد ذكرك واستبطاك فانطلق
اليه فركب معهم حتى دخل على ابن زياد وعنده شريح القاضي فلما سلم عليه قال له يا هاني اين مسلم بن عقيل
فقال لا ادري فاخرج اليه المولى الذي دفع الدراهم الى مسلم فلما رآه سقط في يده قال ايها الامير
والله ما دعوته الى منزلي ولكنه جاء فطرح نفسه علي فقال ائتني به فتلكاء فاستدناه فادنوه
فضربه بالقضيب وامر بحبسه فبلغ خبره قومه فاجتمعوا على باب القصر فسمع ابن زياد الجلبة
فقال لشريح القاضي اخرج اليهم فاعلمهم اني انما حبسته لاستخبره على خبر مسلم ولا باس عليه مني
فبلغهم ذلك فتفرقوا ونادى مسلم لما بلغه خبره بشعاره فاجتمع اليه اربعون الفا من اهل الكوفة
فركب بعث ابن زياد الى وجوه اهل الكوفة فجمعهم عنده في القصر فامر كل واحد منهم ان يشرف على عشيرته
فيردهم فكلموهم فجعلوا يتسللون فامسى مسلم وليس معه الا عدد قليل منهم فلما اختلط الظلام ذهب
اولئك ايضا فلم يبق وحده يتردد في الطريق بالليل فاتى باب امرأة فقال اسقيني ماء فسقته فاستمر
قائما فقالت يا عبد الله انك مرتاب فما شأنك قال انا مسلم فهل عندك ماوى قالت نعم ادخل
فدخل وكان لها ولد من موالي محمد بن اشعث فانطلق الى محمد بن اشعث فاخبره فلم يفجا
مسلم الا والدار قد احيط بها فلما رأى ذلك خرج بسيفه يدفعهم عن نفسه
فاعطاه محمد بن اشعث الامان فامكن من يده فاتى به الى ابن زياد فامر به
فاصعد على القصر ثم قتله وقتل هاني بن عروة وصلبهما ولم يبلغ الحسين ذلك

حتی کان بینہ وبین القادسیۃ ثلثۃ امیال فلقیہ الحر بن یزید التمیمی فقال ارجع فانی لم ادع لک خلفی خیراً ارجوہ فہمّ ان یرجع وکان معہ اخوۃ مسلم فقالوا واللہ ما نرجع حتی نصیب ثارنا او نقتل فساروا وکان ابن زیاد قد جہز الجیش لملاقاتہ فلاقوہ بکربلاء فنزلہا ومعہ خمسۃ واربعون نفساً من الفرسان ونحو مائۃ راجل فلقیہ الحسین وامیرہم عمر بن سعد بن ابی وقاص وکان ابن زیاد ولاہ الری وکتب لہ بعہدہ علیہا اذا رجع من حرب الحسین فلما التقیا قال لہ الحسین اختر منی احدی ثلث اما ان الحق بثغر من الثغور اما ان ارجع الی المدینۃ واما ان اضع یدی فی ید یزید فقبل ذلک عمر بن سعد منہ فکتب بہ الی زیاد فکتب الیہ لا اقبل منہ حتی یضع یدہ فی یدی فامتنع حسین فقاتلوہ فقتل معہ صحابۃ وفیہم سبعۃ عشر شاباً من اہل بیتہ ثم کان آخر ذلک ان قتل واتی براسہ الی ابن زیاد فارسلہ ومن بقیہ من اہل بیتہ الی یزید فیہم علی بن حسین کان مریضاً وفیہم عمتہ زینب بنت فاطمہ فلما قدموا علی یزید ادخلہم علی عیالہ ثم جہزہم الی المدینۃ

ترجمہ عمار بن معاویہ دہنی کہتے ہیں کہ میں نے جناب ابوجعفر محمد بن علی ابن حسین علیہم السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھے جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر اس طرح سے بیان کریں کہ گویا میں وہاں موجود تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا آپنے ارشاد فرمایا کہ جب امیر معاویہ نے انتقال کیا اُسوقت ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کا حاکم تھا اُسنے امام حسین علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ یزید کی بیعت کیجیے آپ نے فرمایا مجھے مہلت دے اور نرمی کر اُسنے مہلت دی آپ مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے تب آپکے پاس کوفیوں کے خطوط پہونچے کہ ہم نے آپکی وجہ سے اپنے تئیں یزید کی بیعت سے روک رکھا ہے اور ہم لوگ حاکم کے ساتھ نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے آپ ہمارے پاس ایسا آدمی اپنے اہلبیت

مین سے بھیج دین۔ اُن دنون نعمان بن بشیر انصاری کوفہ کے حاکم تھے امام حسین
علیہ السلام نے اُنکے پاس مسلم کو بھیجا اور فرمایا کوفہ کی طرف جاؤ اور دیکھو یہ کیا لکھتے ہین
اگر سچ ہے تو ہم کوفہ مین آئین۔ مسلم وہاں سے مدینہ منورہ میں آئے اور وہاں سے دو
رہبما اپنے ساتھ لیکر بیابان کی طرف نکلے پیاس کی وجہ سے ایک رہنما مر گیا اور مسلم کوفہ
میں پہونچ گئے اور عوسجہ نامی ایک شخص کے گھر مین اُترے۔ جب کوفیون کو اُنکی
تشریف آوری کی خبر ملی تو جوق جوق اُنکی خدمت مین آنے لگے اور اُنمین سے بارہ
ہزار آدمیوں نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ایک شخص یزید کے ہوا خواہوں مین سے
نعمان بن بشیر سے آکر کہنے لگا تو ضعیف ہے اسوجہ سے شہر بگڑ گیا ہے نعمان بن بشیر
نے اُس سے کہا کہ اگرچہ میں خدا کی طاعت میں ضعیف ہوں لیکن میں اسکو اس سے
بہتر جانتا ہون کہ خدا کی معصیت میں قوی ہون میں نے کبھی کسی کی پردہ دری نہیں کی
پس آدمی نے یہ سب کیفیت یزید کو لکھ بھیجی۔ یزید نے اپنے غلام سرجون سے
مشورہ کیا۔ اُسنے رائے دی کہ اسوقت کوفہ کی حکومت کے لیے ابن زیاد سے
زیادہ لائق کوئی نہیں یزید نے اُسکو بصرہ سے معزول کر دیا تھا پس اُسکو خط لکھ کر
رضامند کر لیا اور اُسکی حکومت میں کوفہ کو بڑھا دیا اور حکم دیا کہ کوفہ میں پہونچکر مسلم کو
تلاش کرے اگر وہ ہاتھ لگ جائیں تو مار ڈالیں پس ابن زیاد اہل بصرہ کے
سامنے کوفہ کو روانہ ہوا اور لباس بدل کر رات کے اندھیرے میں داخل کوفہ ہوا
پس کسی آدمی کے پاس سے نہیں گذرتا تھا۔ مگر وہ اور اہل مجلس اسکو امام حسین
علیہ السلام کا گمان کر کے السلام علیک یا ابن رسول اللہ کہتے تھے اور یہ خیال
کرتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام تشریف لائے ہیں جب ابن زیاد قصر دارالامارۃ

میں اُترا اُسے ایسے ایک غلام کو تین ہزار درم دیئے اور کہا جاکر اُسکو تلاش کر جسکی اہل کوفہ بیعت کرتے ہیں اور اُسکے پاس پہونچکر یہ ظاہر کر کہ میں حمص سے آیا ہوں اور یہ روپیہ اُسکو دیدے اور اُسکی بیعت کر۔ وہ غلام اسی طرح سے ہر ایک سے ملائمت پوچھتا پھرتا رہا یہانتک کہ اسکو ایک بزرگ کے پاس لے گئے اُسنے اُسکے پاس اپنا حال بیان کیا وہ بزرگ بولا کہ مجھے مسرت حاصل ہوگی جبکہ تجھے اللہ تعالی ہدایت دیگا اور ہمارا حال یہ ہے کہ ابھی ہمارا کام مستحکم نہیں ہوا ہے پھر اُسکو مسلم کے پاس لے گیا پس اُسنے بیعت کی اور وہ مال اُن کو دے کے وہاں سے نکلا اور ابن زیاد کے پاس آیا اور اُسکو خبر دیا۔ جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تھا اُسوقت مسلم عوسجہ کے گھر سے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر میں چلے گئے تھے۔ ابن زیاد لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ ہانی کا کیا حال ہے وہ مجھ سے ملنے نہیں آیا۔ پس محمد بن اشعث اکابر اہل کوفہ کے ساتھ اُسکے پاس گیا وہ اُسوقت اپنے گھر کے دروازہ پر تھا اُسکو کہنے لگا امیر تجھکو یاد کرتا ہے اور تیرے نہ ملنے کی وجہ پوچھتا ہے وہ اُسکے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوکر ابن زیاد کے پاس گیا۔ اُسوقت قاضی شریح ابن زیاد کے پاس موجود تھا۔ جب ہانی نے ابن زیاد کو سلام کیا۔ ابن زیاد بولا اے ہانی مسلم کہاں ہیں۔ وہ کہنے لگا میں نہیں جانتا ہوں۔ ابن زیاد نے اُس غلام کو جس نے مسلم کو درم دیا تھا۔ اُسکے سامنے کیا۔ جب ہانی نے اُس غلام کو دیکھا ابن زیاد کے سامنے زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا امیر میں نے مسلم کو اپنے گھر میں نہیں بلایا وہ خود آگیا ہے ابن زیاد نے کہا اُسکو میرے پاس لا۔ اس پر وہ کسمسایا تب لوگوں سے کہا اسکو میرے نزدیک کرو لوگوں نے اُسکو پکڑ کے نزدیک کردیا تب ابن زیاد نے چھڑی سے اُسکو مارا اور قید کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ خبر اُسکی قوم کو پہونچی۔ قصر دار الامارۃ کے دروازے پر سب

جمع ہو گئے جب ابن زیاد نے جھگڑا اُسنا قاضی شریح سے کہا نکل کر انکو کہدے کہ میں نے ہانی کو اس لیے بند کیا ہے کہ اُس سے مسلم کی خبر پوچھوں مجھ سے کوئی تکلیف اُسکو نہیں پہونچے گی۔ لوگ سُنکر اُس سے متفرق ہو گئے۔ جب مسلم کو ہانی کے قید ہونے کی خبر پہونچی کوفہ کے چالیس ہزار مرد اُنکے پاس جمع ہو گئے اور مسلم سوار ہوئے اُسوقت قصر میں ابن زیاد کے پاس اکابر کوفہ جمع تھے اُسنے اُنکو حکم دیا کہ اپنے اپنے قبیلہ سے ایس کر کے اُنکو لوٹا دو۔

وہ اُنکو تسلی دینے لگے شام کے وقت مسلم کے پاس چند نفر کے سوا کوئی باقی نہ رہا جب اندھیرا ہو گیا تو وہ بھی جاتے رہے اور مسلم اکیلے رہ گئے رات کو راہ میں بھٹککر ایک عورت کے دروازے پر پہونچے اُس عورت سے کہا مجھے پانی پلا۔ اُسنے پانی پلایا اور کہا اے بندۂ خدا تم پریشان معلوم ہوتے ہو تمہارا کیا حال ہے آپنے کہا میں مسلم ہوں آیا تیری پاس آرام کی جگہ ہے اُس عورت نے کہا ہاں آپ اندر آئیے۔ آپ اندر گئے اُس عورت کا ایک بیٹا تھا محمد بن اشعث کی غلامی کیا کرتا تھا اُسنے جا کر محمد بن اشعث کو خبر پہونچائی۔ ناگاہ مسلم کیا دیکھتے ہیں کہ تمام گھر کو لوگوں نے محاصرہ کر لیا ہے جب مسلم نے یہ دیکھا اپنی تلوار کھینچ کر باہر نکلے اور جنگ کرنے لگے محمد بن اشعث اسنے اُنکو اماں دے کر ہاتھ پکڑ لیا اور ہمراہ لیکر ابن زیاد کے پاس آیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ انکو قصر کی چھت پر لیجاؤ لوگوں نے چھت پر چڑھا کر اُنکو شہید کیا اور ہانی بن عروہ کو بھی مار ڈالا اور دونوں کی نعش کو لٹکوا دیا۔ یہ خبر جناب امام حسین علیہ السلام کو ملی جبکہ وہ قادسیہ سے تین میل پر پہونچ گئے۔ یہاں آپ سے حُر بن یزید تیمی ملا اور عرض کیا آپ واپس تشریف لیجائیں۔ اور اُنکو مسلم کے شہید ہونے سے آگاہ کیا حضرت کے

ہمراہ مسلم بن عقیل کے بھائی بھی موجود تھے۔ اُنھون نے کہا جب تک کہ ہم بدلا نہ لینگے
یا قتل نہ ہوجائینگے واللہ ہم واپس نہ جائینگے۔ ابن زیاد نے اُسکے لیے فوج تیار کی
تھی جو اُن سے کربلا میں آکر ملی پس امام حسین علیہ السلام وہین اُتر پڑے اور وہ سب
پینتالیس سوار اور سو پیادے تھے پس مقابلہ کیا اُس سے امام حسین علیہ السلام نے
اور اُس فوج کا سردار عمر ابن سعد ابن ابی وقاص تھا۔ ابن زیاد نے رے کی حکومت کا
اُس سے وعدہ کیا تھا کہ جناب امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے بعد اس ملک کا
وہ حاکم کیا جائیگا۔ امام حسین علیہ السلام نے اُس سے بیان کیا کہ تین باتون میں سے ایک
کو اختیار کرلے یا تو ہمکو کسی قلعہ تک پہونچ جانے دے یا ہم مدینہ طیبہ کو لوٹ جائیں یا
ہمکو یزید کے پاس پہونچا دے۔ عمر بن سعد نے پچھلی شرط کو قبول کیا اور ابن زیاد کو لکھ بھیجا
ابن زیاد نے جواب مین لکھا میں قبول نہیں کرتا حسین کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا جانا
چاہیے۔ امام حسین علیہ السلام نے اُسکو قبول نہ فرمایا۔ اس بات پر جنگ شروع ہوئی اور
آپکے ساتھ تمام آپکے اصحاب شہید ہوگئے۔ اُنمیں آپکے اہلبیت کے سترہ جوان تھے
آپ سب سے آخر میں شہید ہوے۔ آپ کا سر اقدس ابن زیاد کے پاس لائے ابن
زیاد نے اُسکو اور آپکے اہلبیت کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ اُنمیں جناب علی بن حسین
علیہ السلام مریض تھے اور جناب کی پھوپھی حضرت زینب بنت فاطمہ علیہا السلام بھی
تھین۔ یزید نے اُنکو مدینہ منورہ میں بھیج دیا۔

یہ بیان مختصر اس واقعہ کا صحیح تھا جو بیان کیا گیا۔ اسکی تفصیل اور شرح اسناد
مستند و مدلل واسطے ملاحظہ ناظرین لکھے جاتے ہیں۔

تفصیل اس واقعہ جانگداز کی یہ ہے

کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب یزید پلید بادشاہ ہوا اہل شام نے بیعت کی اور وہاں اور
پروانے واسطے لینے بیعت نامرضیہ کے اطراف میں جاری ہوئے چنانچہ ایک رقیمہ شقاوت
پر ضلالت ولید ابن عتبہ حاکم مدینہ منورہ کے نام بھی بھیجا کہ معاویہ ایک بندہ تھا بندگان
خدا سے اُسنے انتقال کیا اور میں بجائے اُسکے تخت پر بیٹھا ہوں بیعت العیاذ کی اپنے
واسطے جلد چاہتا ہوں چاہیئے کہ حسین ابن علی اور دوسرے اہالی مدینہ سے بیعت انقیاد
کی میرے واسطے لے اور درنگ و تاخیر لینے بیعت میں نہ کرو ولید بن عتبہ نے بمجرد
ورود نامۂ مردود کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مجھکو جگر گوشۂ رسول
اور نور چشم بتول سے کیا کام ہے پھر ولید نے اس مقدمہ میں مروان سے مشورہ لیا
اُس مردود نے کہا کہ حسین ابن علی و عبدالرحمن ابن ابی بکر و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن
زبیر رضی اللہ عنہم کو دارالامارۃ میں طلب کر اور ان چاروں سے درخواست بیعت یزید
کی کر۔ اگر یہ سب بیعت قبول کریں فبہا ورنہ ان چاروں کو قتل کر تاکہ اور لوگوں کو عبرت
ہو۔ اور قبول بیعت سے تخلف نکریں ولید مروان کے مشورہ پر راضی نہ ہوا اور کہا میں
پسر فاطمہ علیہا السلام اور پسر ابو بکر اور پسر عمر اور پسر زبیر رضی اللہ عنہم کو قتل نہیں کر سکتا
آخر کار ولید نے امام حسین علیہ السلام کو طلب کیا۔ جناب امامت مآب پیاس تا بعدار
غلامان و موالیان کو ہمراہ لیکر دارالامارۃ میں تشریف لے گئے اور ہمراہیوں کو دروازہ
پر چھوڑ کر تن تنہا ولید کے پاس تشریف لائے ولید نے نہایت تعظیم سے بٹھلایا اور
خط کا مضمون عرض کیا۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ اسمیں چار آدمیوں کا نام ہے اُن

سب کو ُسا ناچاہیے کہ ایک مرتبہ سب بیعت کریں اُسسے کہا بہتر وخوب ہے۔
اور بعض کہتے ہیں کہ اُنہوں نے احباب سے فرمایا کہ میں یزید کی بیعت نہ کروں گا وہ فاسق
ودائم الخمر ہے ولید نے کچھ جواب نہ دیا آنجناب رخصت ہوئے۔ مروان نے شرارت
جبلیہ کہا تو نے غنیمت چھوڑ دیا اب ہاتھ نہ آئینگے۔ مناسب ہے کہ اُنکو قید کر اور بجبر بیعت
یزید لے اگر نہ کریں گردن مارتا کہ یزید راضی ہو۔ ولید نے کہا اسے مروان اگر مجھکو کوئی
ربع مسکوں تحت سے تو بھی جگر گوشۂ رسول کا خون اپنی گردن پر نہ لوں۔ اسے مروان
ایسی باتوں سے تیرا نامۂ اعمال سیاہ ہوگا۔
انھوں نے لکھا ہے کہ مروان کا کلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے کان
تک ہونچا تو حضرت نے فرمایا اسے مروان کس کو تاب وطاقت ہے جو مجھ سے ایسی
حرکت بے ادبانہ کر سکے۔ اسے ولید میں ابن علی وسبط نبی ہوں یزید شارب خمر
وفاسق کی بیعت کس طرح کروں۔ کل جلسہ عام میں اسکا جواب پایا جائیگا اور دیکھا جائیگا
کہ اولی واحق بالخلافت کون ہے۔ بعد اسکے گھر کو روانہ ہوئے۔ پھر ابن عمر بلائے گئے
اُنھوں نے فرمایا کہ جب اور لوگ بیعت کرینگے تو میں بھی بیعت کرلونگا۔ لوگوں نے
اُنکو چھوڑ دیا۔ پھر ابن زبیر کو بلا بھیجا۔ اُنھوں نے کہلا بھیجا کہ میں ابھی آتا ہوں اور گھر
جاکر چھپ رہے۔ پھر ولید نے بلایا پھر حیلہ کر دیا۔ آخرکار اُسنے اپنے غلاموں کو
بھیجا۔ اُنھوں نے آکر سخت وسست کہا اور کہا امیر کے پاس چلو ورنہ ہم تمہیں مار
ڈالیں گے۔ اُنھوں نے کہا میں معذور ہوں جلد ابھی نہیں چل سکتا ہوں امیر سے
عذر کرائے بھیجتا ہوں۔ چنانچہ جعفر بن زبیر اپنے بھائی کو بھیجا۔ اُنھوں نے جاکر کہا
کہ اللہ تجھپر رحم کرے ابن زبیر کل تیرے پاس آئینگے آج اُنکو معاف رکھ اور اپنے

لوگون کو بلوا لے کہ وہ انھین زبردستی لانے پر مجبور کرتے ہین چنانچہ ولید نے
آدمی بھیجکر اپنے آدمیون کو بلا لیا اور ابن زبیر مع اپنے بھائی کے اُسی رات کو بیت اللہ
شریف کو روانہ ہو گئے۔ دوسرے روز لوگ اُنکی تلاش کو آئے اور اُنکو نہ پاکر مثل ایچ حسرت
سرگشتہ کے واپس گئے۔ پھر لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بلانے کو گئے آپ نے
فرمایا آج ٹھہر جاؤ کل جو کچھ ہوگا تم بھی دیکھ لوگے اور ہم بھی دیکھیں گے۔ آپ نے دیکھا کہ
اب حفظ حرمت وجان وہاں اُن سیہ کارون اور بدکارون سے دشوار ہے۔ لہذا
آپ نے وطن پر رنج ومحن سے کلفت ہجرت اختیار فرمائی ؎

واقف ہے مسافر کا دل اس رنج ومحن سے		دشمن کو بھی اللہ چھوڑائے نہ وطن سے

حال مروان ابن الحکم

یہ مروان ابن الحکم ابن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد الشمس ابن مناف ہے اِسی کے حق
میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمَلْعُوْنُ اِبْنُ الْمَلْعُوْنِ
چنانچہ حاکم نے کتاب الملاحم والفتن مین مستدرک سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمن بن
عوف فرماتے تھے کہ جس کسی کے لڑکا پیدا ہوتا تھا اُسکے دیکھنے کو حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم تشریف لے جاتے تھے اور دعا فرماتے تھے۔ جب مروان ابن الحکم کے پاس
تشریف لے گئے تو فرمایا ھٰذَا الْوَزَغُ اِبْنُ الْوَزَغِ اَلْمَلْعُوْنُ اِبْنُ
الْمَلْعُوْنِ یعنی یہ گرگٹ ہے گرگٹ کا بیٹا ملعون ہے ملعون کا بیٹا۔
اس روایت کو شیخ ابن حجر مکی نے بھی شرح قصیدہ ہمزیہ مین نقل کیا ہے اور
بھی حاکم نے عمرو بن مرہ جہنی سے روایت کی ہے کہ حکم ابن العاص نے اجازت

حاضر ہوتے کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہی فرمایا اذن دیدو اسکو لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَعَلٰی مَنۡ یَّخۡرُجُ مِنۡ صُلۡبِہٖ اِلَّا الۡمُؤۡمِنُ مِنۡھُمۡ وَقَلِیۡلٌ مَّا ھُمۡ یَتَشَرَّفُوۡنَ فِی الدُّنۡیَا وَیُوۡضِعُوۡنَ فِی الۡاٰخِرَۃِ وَمَا لَھُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنۡ خَلَاقٍ یعنی خدا کی پھٹکار اُس پر اور اُن لوگوں پر جو اُسکی نسل سے نکلیں گے سوائے مومن کے کہ وہ تھوڑے ہوں گے دنیا میں وہ سیراب کیے جائیں گے اور آخرت میں جھکائے جائیں گے اور اُنکے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اِس جگہ سے دکھانا مروان کا اور بدل بیزار ہونا خصوصًا اُس سلوک سے جو اُسنے حسنین علیہما السلام سے کیا ہے حملہ فرائض و ایمان سے ہے۔ کذا قال مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فی بعض تقریراتہ

اور مروان کو طرید بھی کہتے تھے اِس سبب سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو نکال دیا تھا۔ طائف میں جا رہا حضرت عثمان نے اپنے عہد میں اُسکو طلب کرلیا اور منشی مقرر فرمایا اور جو کچھ واقعات اُس ملعون کے سبب سے واقع ہوئے ظاہر ہیں اور اول فساد اسلام میں اُسی کے وجود سے پڑا ہے۔

اور اسکو ابن الزرقا بھی کہتے تھے۔ کامل میں ہے کہ مروان اور اُسکی اولاد کو لوگ مذمت اور عیب کی راہ سے بنو الزرقا کہا کرتے تھے۔ اور زرقا بیٹی موہب کی مروان کی دادی تھی اور وہ بڑی فاحشہ تھی اسوجہ سے لوگ اُسکی مذمت کرتے تھے۔ اور امارت معاویہ میں حاکم مدینہ ہوا۔ یہی مردود قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ ہے اور بعد معاویہ ابن یزید اُسنے شہر جابیہ کے لوگوں سے خلافت کی بیعت لی اور

شام میں آیا وہاں کے لوگوں کو بھی ایسا مطیع کیا۔ پھر مصر میں گیا اہالیان مصر سے بعد محاربہ کثیر بیعت کی ہمراس مردود کی نراسی برس کی ہوئی اور مدت سلطنت نو مہینے اٹھ دن۔ نقش خاتم رجائی اللہ۔ اور زخم برچھی سے فی النار والسقر ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ اُسنے اپنی عورت کو گالی دی تھی اُسنے حالت خواب میں ذبح کر ڈالا اور عبدالملک بن مروان نے نماز جنازہ پڑھی۔ شہر دمشق میں بیرون دروازہ جابیہ مدفون ہے۔ کذا فی احبار الدول۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ مروان نے خواب دیکھا کہ اُسنے چار مرتبہ محراب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بول کیا۔ ابن سیرین سے خواب سُنکر فرمایا اگر تیرا خواب سچ ہے تو چار شخص تیری اولاد سے خلافت کریں گے بعد تیرے سو ویسا ہی ہوا کہ ولید و سلیمان و ہشام و یزید نے خلافت کی۔

بیان روانہ ہونا حضرت امام حسین علیہ السلام کا مکہ معظمہ کیطرف

آپ چوتھی شعبان سنہ ساٹھ ہجری روز جمعہ باہل و عیال مکہ کو روانہ ہوئے اور بعض کے نزدیک تاریخ روانگی اٹھائیسوین شعبان ہے۔ سرد و تقدیر شارع عام پر تشریف لے چلے و سرگردانی موسی کلیم اللہ علیہ السلام یاد کرتے اور پڑھتے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ وَقَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۞۔ بعض منازل میں عبداللہ بن مطیع ملے اُنھوں نے عرض کیا آپ کہاں تشریف لیے جاتے ہیں۔ فرمایا ظالموں سے مدینہ طیبہ میں رہنے نہ دیا ناگزیر بمقتضائے مضمون مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا۔ یعنی جو شخص اُسمین

داخل ہوا وہ نڈر ہو گیا - کعبے کو جاتا ہوں - اُنھوں نے التماس کیا یا امیر المومنین آپ سردار عالم فخر اولاد آدم ہیں آپ رونق افروز بیت اللہ تشریف ہوں وہاں کے رہنے والے آپ کے سوا کسی کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کرین گے مگر قول و فعل کوفیوں پر اعتماد نہ کیجیے گا کہ آپ کے باپ کو انھیں لوگوں نے شہید کیا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ آپ کو خوب معلوم ہے اور مین بالیقین جانتا ہون کہ اہل کوفہ آپکو بکمال اختصاص طلب کرین گے اگر آپ تشریف لیجائیں گے تب سب الگ ہو جائیں گے - کیونکہ وفا و مروت اُنکی جبلت میں نہیں ہے حضرت نے اُسکے حق مین دعائے خیر فرمائی اور روانہ ہوے اور فرمایا عَسَىٰ رَبِّيٓ أَن يَهْدِيَنِي سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ یعنی امید ہے کہ میرا رب لیجائے مجھکو سیدھی راہ پر -

الغرض امام حسین علیہ السلام جس منزل کو اپنی ورود مسعود سے متبرک فرماتے جوق جوق لوگ پروانہ صفت اُس شمع بزم امامت کے گرد ہوتے اور قدموس ہوتے اور مرحبا کہتے - اہل مکہ کیا جوان اور کیا بوڑھے اور کیا بچے سب خبر خیر مقدم سنکر باہم شاد ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے -

اشعار

جس سے روشن ہو مدینہ وہ قمر آتے ہیں
جسکا معدن ہے نجف لو وہ گہر آتے ہین

مرحبا سرور عالم کے پسر آتے ہیں
سیدہ فاطمہ کے لخت جگر آتے ہیں

نخل بستان نبوت کے ثمر آتے ہیں
جس کا گھر خلد میں ہو وہ مرے گھر آتے ہین

اہ قسمت کہ چراغ حرمیں آتے ہیں
اے مسلمانو مبارک کہ حسین آتے ہیں

بیان ورود فیض آمود حضرت امام علیہ السلام کا حرم محترم مین

جب آپ بعد سطے منازل داخل حرم تشریف ہوسے وہاں کے باشندون نے نہایت
تعظیم سے استقبال کر کے اُتارا۔ علامہ ابواسحاق اسے رسالہ نورالعین فی مشہد الحسین
مین لکھتے ہین کہ مکہ کے استقبال کرسے والوں مین سب سے مقدم عبداللہ بن زبیر تھے
جو اُس زمانہ مین مکہ معظمہ مین سب کے مقتدا تھے اور حضرت امام علیہ السلام کے رضاعی
بھائی بھی ستھے۔ جب رات کو حضرت داخل حرم ہوسے تو اُنھون نے آپ کو اور
آپ کی اہلبیت کو اسپنے گھر اُتارا اور بہت بڑی دعوت کی اور آپ کے ساتھ کل
مکہ والون کو مدعو کیا۔ حضرت امام علیہ السلام بعد فراغت طعام عبداللہ بن زبیر سے
باتین کرسے لگے اور جو جو تقصیرین کہ یزید پلید نے آپکے حق میں کیں اور جو جو اُسکے
دم اور دعوے ستھے اور جو کچھ لکھا تھا وہ سب سنایا۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا اے
ابا عبداللہ آپ اب ہمارے خلیفہ ہیں ہم سب آپ کے یار و مددگار ہین۔ یزید
کیا کرے گا۔ اگر لڑے گا تو ہم لڑین گے۔ آپنے فرمایا قسم ہے اپنے خداسے
پاک کی کہ مین خلافت نہیں چاہتا ہون۔ اتنا چاہتا ہوں کہ یہین مکہ میں اپنے گھر
لڑکے بالون سمیت رہون۔ ایک روز اگر پیٹ بھر کھاؤن تو ایک روز بھوکا رہوں
یون ہی عمر بسر کرون۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا یا ابا عبداللہ یا ابن بنت رسول اللہ
ہرگز یہ بات ہونے کی نہین کہ آپ اِس حالت میں بسر کریں۔ آپ کی اور آپ کے
اہلبیت کی آرام سے گذرے گی۔ سارے اقربا اور بنی ہاشم آپ سے راحت
پائیں گے۔ پہلے آپ اور آپ کے اہلبیت کھا پی لینگے تب ہم لوگ کھائین گے

ہم سب آپکے فرمان بردار ہین آپ خوشی سے بے کھٹکے رہین۔ آپ نے اُنکو دعاے خیر دی اور تھوڑے دنوں عبداللہ بن زبیر کے یہاں رہ کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور وہیں اقامت فرمائی عبداللہ بن زبیر اور تمام اہل مکہ آپ کی خدمت مین لونڈی غلام کیطرح حاضر رہتے اور ہر طرح سے خدمت گذاری سے پیش آتے۔ جب یہ خبر یزید علیہ ما یستحقہ نے سنی اُسنے ولید کو مدینہ باسکینہ سے معزول کیا اور اسدق کو حاکم مقرر کیا اور حاکم مکہ معظمہ یزید بن یحیی بن حاکم بن صدان کو بھی موقوف کیا اور ابن سعد بن عاص کو حاکم مقرر کیا۔ مگر وہ بسبب دخل عبداللہ بن زبیر کے بھاگ گیا کیونکہ عبداللہ نے مکہ معظمہ مین داخل ہوتے ہی باتفاق اہل مکہ اپنی حکومت جمالی تھی۔ ہرچند امام حسین علیہ السلام نے منع بھی کیا جب یزید پلید کو خبر ہوئی تو اُسنے حاکم مدینہ کو پروانہ لکھا کہ سابر قلع وقمع ابن زبیر فوج کثیر جانب حرم محترم روانہ کر اُسنے عمرو بن زبیر برادر عینی عبداللہ بن زبیر کو کہ باہم دونون مین ناموافقی تھی امیر کیا ہرچند لوگون نے عمرو سے کہا کہ دو سبب سے اس امارت کا قبول کرنا زیبا نہیں ہے۔ اول حرم شریف میں جنگ وجدال منع ہے۔ دوسرے ابن زبیر تمہارا بھائی حقیقی ہے لیکن اُسنے بطمع مال وزر نہ مانا اور جانب بیت اللہ شریف روانہ ہوا اور ایک طوق چاندی کا طیار کرا کے ساتھ لیا۔ اس خیال سے کہ جب ابن زبیر کو گرفتار کرونگا تو یہ طوق اُسکے گلے میں ڈال کر یزید کے پاس بھیجونگا الغرض قریب بیت اللہ شریف پہونچکر آدھی فوج ہمراہ انیس ابن عمرو اسلمی کر کے ایک طرف کا ناکا روکا اور دوسرا ناکا اپنے متعلق رکھا اور ابن زبیر سے کہلا بھیجا کہ حرم شریف سے باہر نکل اور یہ طوق اپنے گلے میں ڈال کر یزید کے پاس حاضر ہو کہ تیرا قصور معاف ہو جاوے۔ عبداللہ نے بھی جواب درشت کہلا بھیجا۔ اور اول بمقابلہ انیس بن عمرو

روانہ ہوے اور اُسکو شکست فاش دی کہ انہیں مارا گیا۔ پھر مصعب بن زبیر اپنے بھائی کو
عمرو بن زبیر کے مقابلہ کو بھیجا وہ غالب آ گئے اور عمرو بھاگا اور اپنے بھائی عبیدہ ابن زبیر
کے گھر پوشیدہ ہوا عبداللہ ابن زبیر نے عبیدہ کو گرفتار کرا کے اسقدر تازیانے لگائے
کہ وہ مرگیا۔ پھر حکومت مکہ مین قائم ہوئی۔ سب عتبہ بن ولید پلید کو یہ خبر ملی فوراً یزید کو
مفصلاً حال لکھا۔ یزید خط پڑھ کر ڈرا اور رؤسا کوفہ کے نام فرمان لکھا اور عمائد بادشاہ کو
تہدید نامہ روانہ کیا کہ اگر ملک و ریاست وحفاظت رعایا منظور ہے تو حسینؑ کو جینے
نہ دو۔ نہ جبر بیرون شہر کردو اور کوفہ میں بُلالو۔ اگر تم لوگ میرے وفادار و ترقی خواہ ہو۔
چنانچہ عمائد بادشاہ مضمون خط یزید پر مطلع ہوا تو رؤسا شہر نے مصلحت خواہ ہوا کہ یزید کا
یہ منشا ہے کہ کسی حیلہ سے مکر سے امام حسین کو کوفہ میں بُلالیا جائے اُسنے عرضی مدین
مضمون حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت با عظمت مین روانہ کیا کہ سُنا گیا ہے
کہ حضور پرنور بسبب گردش زمانہ ناہنجار وارد مکہ ہیں اور یزید بادشاہ تمام در پئے آزار
خادمان عالی مقام ہے اور یہ جان نثار خادم دیرینہ والد ماجد حضور بے درم و دام ہے
بہتر ہے کہ حضور تشریف یہاں ارزانی فرمائیں۔ یہاں قلعہ مستحکم اور لوے ہزار
سوار جرار اور دو لاکھ پیادے تیار لائق کارزار اور رؤسا یہاں کے ہر ایک خادم
وجان نثار ہوا دار ہے آپ آ کے یہاں ہمارے پاس ٹھہریں۔ ہم مددکو جان اور
مال سے حاضر ہین اور بہت مبالغہ اسمیں کیا اور بار بار ندھا خطوں کا آپکی طرف۔
خلاصہ اُن کا یہ کہ ہم یزید کی حکومت پر راضی نہین ہیں آپ تشریف لائین تو ہم اُسے
کوفہ سے نکال دین بس تمام آدمی آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہین اور اطاعت
و فرمان برداری دوسرے کی سوائے آپ کے روا نہین رکھتے ہیں اگر یزید کیطرف سے

آپ کی سنت کچھ جبر و تعدی ظہور میں آئیگی تو ہم سب لوگ آپکے شریک و مددگار ہو کر یزید کو قتل کرکے اُسکی جگہ آپکو تخت نشین کرینگے۔ اے پسر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ جلد تشریف لائیے اور ہم لوگوں کو قید انتظار سے چھوڑائیے سلام اوپر تمھارے ہو حیوۃ رحمت خدا کی۔

قال العلامۃ ابو اسحاق الاسفرائنی فی کتابہ المسمی بنور العین فی مشہد الحسین فبینما الحسین جالساً فی بیتہ یوماً من الایام اذ فارس اتی الی بابہ وطرقہ فقال الحسین من بالباب فقیل لہ رسول من اهل الکوفۃ فاذن لہ بالدخول فدخل علیہ واخرج الکتاب وناول لہ فاخذہ وقرءہ فاذا ہو من اهل الکوفۃ ویقولون فیہ یکون فی علمک یا حسین یا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یزید بن معاویۃ ظلم وجار وقتل الرجال ونہب الاموال وطغی وتمرد وقد عم ظلمہ سائر الاقطار ویامر بالمنکر وینہی عن المعروف ویشرب الخمر ولا یخشی اللہ وافشی القبائح فی جمیع البلاد وظہر الظلم والجور فی العباد وعلم مرتبۃ اللہ لک فی شئ من الاشیاء ومحی العدل فی الرعیۃ وظہر الظلم والجور بالکلیۃ وانا قد ارسلنا الیک یا ابا عبد اللہ سابقاً بهذا الکتاب لنطلب ان تحضر الی عندنا ونحن نساعدک علی الدین وناخذ الخلافۃ باسمک وجدک لان الخلافۃ لک ولابیک ولا الی یزید ولا لابیہ تتولی علینا احداً من اهل بیتک ونسائک بحق جدک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان تحضر الینا وان لم تحضر فہی عندک بین یدی اللہ سبحانہ خاصماً ونقول یا رب ظلمنا الحسین وبقی دینا بالظلم ما حوالیک الذی تقول للہ وتخلص من حقوق اللہ فلما قرء الحسین المکتوب اقشعر جلدہ خوفاً من اللہ تعالیٰ۔ انتہی

ترجمہ علامہ ابو اسحاق اسفرائنی اپنی کتاب مسمی بہ نور العین فی مشہد الحسین میں لکھتے ہیں کہ ایک دن جناب امام حسین علیہ السلام اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ کوفہ کے

ایک سوار نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا دیکھو دروازے پر کون ہے عرض کیا گیا اہل کوفہ کا ایلچی ہے آپ نے اُسکو اندر داخل ہونے کا اذن دیا۔ ایلچی نے داخل ہوکر امام علیہ السلام کو ایک خط دیا۔ آپ نے اُسکو پڑھا لکھا کہ وہ خط اہل کوفہ کی طرف سے ہے۔ اُسمین لکھتے ہیں اے امام حسین علیہ السلام اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپ کو معلوم ہوگا کہ یزید بن معاویہ نے ظلم اور جور اور بیگناہ آدمیوں کو قتل کرنا اور لوگوں کا مال لوٹنا شروع کیا ہے اور سرکشی و تمرد کو اختیار کیا ہے ہر طرف اسکا ظلم پھیل گیا ہے۔ بُری باتوں سے حکم کرتا ہے اور اچھی باتوں سے باز رکھتا ہے شراب پیتا ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا ہے۔ تمام شہروں میں بُرائی کو پھیلاتا ہے۔ ظلم اور جور خدا کے بندوں پر ظاہر کرتا ہے کسی شے کے کرنے مین خدا سے خوف نہین کرتا۔ عدل کو رعیت سے پوشیدہ اور ظلم و ستم کو بالکل ظاہر کر رکھا ہے یا ابا عبداللہ ہم پہلے قریب اکہتر خط کے آپکی خدمت مین بھیج چکے ہیں۔ ہم آپکی تشریف آوری کی درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں ہم آپکی یزید کے مقابلے مین مدد کرین گے آپ اپنے باپ دادا کی خلافت کو لے لین۔ کیونکہ خلافت آپ کا اور آپکے والد بزرگوار کا حق ہے نہ یزید اور اُسکے باپ کا آپ ہم پر اپنے اہلبیت مین سے کسی کو والی کرکے بھیجدین ہم آپکے جد امجد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیکر عرض کرتے ہین کہ آپ ہمارے یہان تشریف لائیں اگر آپ تشریف نہ لائین گے ہم کل خدا کے سامنے آپ سے جھگڑین گے اور ہم کہین گے۔ اے ہمارے پروردگار امام حسین علیہ السلام نے ہم پر ظلم کیا ہے اور ہم پر ظلم و ستم کو روا رکھا ہے۔ آپ خدا کو کیا جواب دین گے اور

اللہ کے حقوق سے کیونکر چھوٹین گے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے جب یہ خط پڑھا آپ کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے خدائے پاک کے خوف سے۔

اور پچھلا خط جو آیا اُس مین تملق اور چاپلوسی زیادہ تھی حضرت امام علیہ السلام نے عزم بالجزم جانب کوفہ فرمایا عبداللہ بن عباس وغیرہ اصحاب نے منع کیا اور کہا کہ بیوفائی اہل کوفہ ضرب المثل ہے اُنکے قول وفعل لائق اعتماد نہین آپ ہرگز ہرگز تشریف نہ لیجائیں آخر بعد قیل وقال بسیار حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ قرار دیا کہ اگر میرا جانا نامناسب ہے تو کوئی اور ہی شخص میرے متوسلین سے جانب کوفہ روانہ ہو اور اُنکی کیفیت اور چگونگی حالات سے مطلع کرے۔

چنانچہ مسلم بن عقیل اپنے چچیرے بھائی کو اپنا نائب کرکے روانہ کیا اور اہل کوفہ کو ایک خط لکھدیا مگر عبداللہ بن عباس اس تجویز پر بھی راضی نہ ہوے۔ لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت مسلم کو رخصت فرماتے تھے رونے لگے اور مسلم علیہ السلام بھی بزبان حال گویا ہوے۔ ~~~~

وداع مسکین جانان وداع آخرین دل	رکوبیت میروم وازغصہ وارم قصہ مشکل
ندارم طاقت دوری ندارم تاب مہجوری	عجب دردیست بے درمان عجب کاریست بے حاصل
بود حاصل مرادمن گرت بینم دمے دیدن	چسان آید ز مہجوری بحون آغشتہ پادر گل

بیان روانگی حضرت مسلم علیہ السلام بطرف کوفہ

القصہ حضرت مسلم مع اپنے بیٹون کے کوفہ میں پہونچے اور مختار بن عبید ثقفی کے گھر اُترے۔

کوفہ مین وکیل شہ حسن ولشر آئے	اک شور اُٹھا مسلم عالی گھر آئے
کعبہ کی طرف سے خضر ماموراآئے	اے واہ یہ بخت آیا کہ یہ راہبر آئے

اب چشمۂ ایمان تپ پہونچ جائیں گے پیاسے
گھر بیٹھے ہمیں خضر ملے فضل خدا سے

ہر جلسہ مین مشتاق یہ سب کہتے تھے لو	اب قبلہ وکعبہ کا ہی کب قصد ادھر کو
اللہ کرے ماہ محرم تو ہمیں ہو	فرماتے تھے مسلم اب انھیں آیا ہی سمجھو

تم سب مین محبت جو بہت پاتے ہین مولا
بچون کو بھی چھوٹا نہین لیے آتے ہیں مولا

پھر مسلم نے نامہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا پڑھا محرد سنے نامہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے کوفیون نے جوق جوق حاضر ہو کر بیعت کی۔ بروایتے بارہ ہزار۔ و بروایتے بیس ہزار۔ و بروایتے چالیس ہزار چند روز مین داخل اطاعت ہو گئے۔ یہ خبر نعمان بن بشیر حاکم کوفہ کو ہوئی تو ظاہر میں کوفیوں کو ڈرایا اور باطن میں اعانت حضرت مسلم میں ساعی رہے اور کسی طرح کا تعرض نہ کیا تب مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ وغیرہ اخبار نویسوں سنے یہ حال یزید پلید کو لکھا اور تغافل نعمان کی شکایت کی۔

اور حضرت مسلم سے اطاعت کوفیون کی کیفیت حضرت امام حسین علیہ السلام کو لکھی۔ آپ آمادہ روانگی جانب کوفہ ہوئے۔

اور یزید نے خطوط اخبار نویسون کے سُنکر مشورہ کیا۔ اہل مشورہ نے بالاتفاق کہا کہ ابھی تک خیر ہے جبکہ امام علیہ السلام داخل کوفہ ہو جائین گے تو حکومت عراق

یک قلم جاتی رہیگی بلکہ بناے سلطنت ٹوٹ جائیگی صلاح وقت یہ ہے کہ نعمان معزول کیا جاے اور دوسرا شخص سنگدل حاکم ہو کہ اول مسلم اور اُسکے توابع کو قتل کرے چنانچہ عبید اللہ ابن زیاد مایۂ فساد اس کام کے لائق تجویز کیا گیا۔

پھر یزید نے نعمان بن بشیر کو موقوف کر کے ابن زیاد کو بصرہ سے امارت کوفہ پر روانہ کیا اور تاکید لکھی کہ بہت جلد کوفہ میں جا کے مسلم بن عقیل کو مع توابع کے قتل کر اور جو امام حسین ع آجائیں تو میری بیعت لے۔ اگر بیعت کریں تو بہتر ہے ورنہ اُنکو بھی قتل کر۔

اِس مضمون خط سے ثابت ہے کہ یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کا درصورت انکار بیعت پروانہ لکھا اور حکم دیا۔ کذافی تحریر الشہادتین

جب یہ پروانہ ابن زیاد کو پہونچا تو اُسنے اپنے بھائی کو قائم مقام اپنا کر کے روانہ جانب کوفہ ہوا۔ یہانتک کہ قادسیہ[1] میں آیا اور لشکر اُسی مقام میں چھوڑکر خود بحوف بلوہ حاجیون کے لباس ہین عمامہ سیاہ باندھکر اونٹ پر سوار ہوا اور کئی آدمیون کو ہمراہ لیکر اُسی راہ سے جدھر سے قافلہ حجاز آتا ہے میں المغرب العشا یعنی کچھ رات گئے کوفہ مین داخل ہوا۔ از تحریر الشہادتین۔

اہالیان کوفہ کہ منتظر قدوم میمنت لزوم حضرت امام علیہ السلام تھے۔ غایت شوق سے غلطی مین پڑے اور جناب امام علیہ السلام کو سمجھ کر استقبال کو نکلے اور سلام کیا اور مرحبا بک یا ابن رسول اللہ کہتے ہوے آگے آگے چلے۔ ابن زیاد نے بہادستے اِرادئے مغالطہ وہی جواب سلام آہستہ دیا اور داہنون کو بیستا دارالامارۃ کوفہ میں داخل ہوا۔ از تاریخ الخلفا

---

[1] قادسیہ بدال مہملہ ایک جگہ کا نام ہے اُس سے کوفہ تک پندرہ میل کا فاصلہ ہے۔

تحریر اتہادتین میں ہے کہ نعمان نے دوا ہ بیدا کیا اور رسالا سے حاسہ پر چڑھ کر
کہا یا ابن رسول اللہ یہاں آپ تشریف نہ لائیں کہیں اور رفتہ حلوہ فرما ہوں کہ اس میں
فتنہ برپا ہوگا۔ کوفیون نے سخت و سست کہہ کر کہا دروازہ کھول اہل دل اہل در
کھڑے ہین۔ اُسوقت عبید اللہ مکار ردات سے جا رہے ۔ اُٹھا ی۔ تب
اہل کوفہ نے بہچانا اور سب اپنے اپنے گھر چلے ۔ صبح کو ابن زیاد جامع مسجد میں گیا اور
اشراف کوفہ کو طلب کر کے سند حکومت دکھلائی اور رہائی دھمکی سے جماعت کوفہ کو
متفرق کر دیا۔

حضرت مسلم نے ناچار ہو کر اپنے تئیں مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر میں
کیا۔ پس ابن زیاد ما یہ فساد نے محمد بن اشعث کو مع فوج ہانی بن عروہ کے گھر کیطرف بھیجکر
ہانی کو ما جملہ رؤسا رکوفہ گرفتار کر کے قید کیا۔

حضرت مسلم نے اپنے خاسان و رفیقان و شیعان کو آواز دی کہ چالیس ہزار
آدمی سے قلعہ کو گھیر لیا اور ابن زیاد اک مکان میں چھپ رہا اور رؤسار کوفہ سے کہا کہ
اس جماعت کو روکو نہیں تم سب کی گردن ماروں گا چنانچہ کثیر بن شہاب و محمد بن اشعث
اور شمر ذی الجوشن اور شیث ربعی نے چھت پر چڑھ کر لوگوں کو ڈانٹا کہ سب بھاگ گئے صرف
پانچ سو آدمی رہ گئے۔ جب مسلم نے نماز مغرب اُن کے ساتھ شروع کی وہ بھی روانہ ہوئے
سلام پھیرا تو کوئی نہ تھا۔ آنجناب سراسیمہ ہو کر طوعہ کے گھر گئے اُسنے ٹھہرالیا۔

یہ وہی کوفیان بہادر ہین جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کو متواتر خطوط بھیجکر
بلوایا اور ایسی اسی بہادری یزید کے ساتھ مقابلہ کا دعوی رکھتے تھے اور شیعان علی کہلاتے
تھے۔ ان کے رؤسا و اکابر ابن زیاد سے مل گئے اور اپنے اپنے قبیلوں کو حضرت

مسلم سے علیحدہ کیا۔

اس کارخانہ قضا و قدر دیکھا چاہیے کہ طوعہ کا بیٹا گھر میں آیا وہ بدبخت محمد بن اشعث کا پیلا تھا اسنے حضرت مسلم کے حال سے ابن زیاد کو مطلع کر دیا اُس ملعون نے عمرو بن حریث کوتوال شہر کوفہ اور محمد بن اشعث کو مع ساٹھ آدمی سپاہیوں کے حضرت مسلم کی گرفتاری کے واسطے روانہ کیا۔ انھوں نے جا کر طوعہ کا گھر گھیر لیا اور یہ قصد کیا کہ حضرت مسلم کو گرفتار کریں اُس وقت حمیت و شجاعت ہاشمی نے یہ تقاضا کیا کہ ایک عورت کے گھر سے باہر۔ از تحریر الشہادتین۔

مسلم نے سنی جب یہ صدائے ہم ایمان	سمجھے کہ یہ سب ہے مرے سر کٹنے کا سامان
اُٹھ کر کہا طوعہ سے کہ اللہ نگہبان	آپہونچی اجل ہوتا ہے رخصت ترا مہمان

قدموں سے وہ لپٹی تو کہا اب نہ خلل کر
تکلیف ہوئی ہے تجھے میں سے وہ نکل کر

فرما کے یہ باہر گئے اس شان سے بہم	بیشہ سے نکل آتا ہے جیسے کوئی ضیغم
سر بہت توڑ رہ۔ ہاتھ میں شمشیر ستم رو دم	لرزہ ہو دل شیر کو جیتوں کا یہ عالم

چھایا ہوا تھا رعب جو ایک ایک لعین پر
عالم دم شمشیر کا تھا چین جبین پر

غازی کو پکارا اس اشعث نے ناگاہ	کیوں مستعد جنگ ہوئے مسلم ذی جاہ
دربار میں حاکم کے چلو گرم مرے ہمراہ	لواؤں ابھی تمکو اماں قتل سے واللہ

دکھلا کے دیتا ہوں میں پھر ہاتھ ملو گے
سر جائیگا پھر کٹ کے اگر تم نہ چلو گے

مسلم نے کہا اب ہمین خلد قرین ہے حاکم بھی لعین تیرا ہے اور تو بھی لعین ہے		حق پر یہ لڑون یہ مجھے منظور نہین ہے جھوٹوں کی صداقت کا کھلا کسکو یقین ہے

	ظاہر ہے یہ عزت ہین جو کچھ مجھ یہ جفا کی من بھی تو سرا دون تہین اس مکر و دغا کی	

یہ کہکر متوجہ قتال ہوے اور تلوار میاں سے لے مثل شیر غران نکل پڑے اور اُن نامردون کو ته تیغ کرنے لگے جب اکثر مارے گئے اور کسی نے مقابلہ نہ کیا تب محمد بن اشعث او کوتوال بداعمال نے کہا کہ بنی ہاشم کی تلوار کا سامنا کون کرسکتا ہے اور کسکو تاب مقاومت ہے کہ اُنکی تلوار کے مقابل ہو سکے اب کچھ فریب ہی بن پڑے تو بہتر ہے۔ چنانچہ دونوں مردود مکار بخداع و فریب پیش آئے اور کہنے لگے کہ آپ کیون بے وجہ لڑتے ہیں۔ ہم لوگ تو لڑنے کو نہین آئے ہین ہم لوگوں کو امان دیجیے اور ہمارے ساتھ تشریف لیچلیے حضرت مسلم تقدیر ازلی فریب سے واقف نہ ہوے اور بمقتضاے حلم و مروت جبلی بر رحم آئے اور لڑنا موقوف کر کے مع دونون صاحبزادون کے اُنکے ساتھ چلے وہان ابن زیاد مایۂ فساد نے پہلے ہی دربانوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب حضرت مسلم دروازے مین قدم رکھین تو اُن کا سر کاٹ لینا۔ میرے پاس زندہ لانا ضرور نہیں ہے دفعتہً حضرت مسلم آیہ کریمہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ پڑھتے ہوے دارالامارت کوفہ مین داخل ہوے اور دربانون نے شربت شہادت اُنکو اور محمد اور ابراہیم دونوں بیٹوں کو پلایا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ بعد اُسکے ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو سولی دی اور اُسکے سرون کو پیروں پر کوچہ بازار مین پھراکر کوفہ کے دروازے پر معلق کردیا۔ یہ واقعہ تیسری ذی الحجہ سنہ ساٹھ ہجری

میں واقع ہوا۔ از تحریر الشہادتین۔

کیفیت روانگی امام حسین علیہ السلام جانب کوفہ و رسیدن در کربلا

وَفِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ خَرَجَ الْحُسَیْنُ مِنْ مَکَّةَ اِلَی الْکُوْفَةِ وَقِیْلَ کَانَ خُرُوْجُهٗ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ از سر الشہادتین

راویان اخبار بیان کرتے ہین کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کوفیون کے اصرار اور بار بار خطوط کے آنے سے پہلے ہی مستعد سفر تھے اس اثنا مین جو حضرت مسلم کا نامہ آیا تو اس سے وہ عزیمت اور بھی مستحکم ہو گئی۔

آج ہی کے دن تیسری ذی الحجہ سنہ ساٹھ ہجری کو جس روز حضرت مسلم نے شہادت پائی تھی اور بقول بعضے آٹھوین تاریخ آپ عازم کوفہ ہوے اور اسباب سفر مہیا کرنے لگے۔ کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور جابر اور ابو سعید خدری وابو واقد لیثی رضی اللہ عنہم مانع ہوے۔ حضرت ابن عباس نے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ حرم شریف سے باہر نہ جائیے اور کوفیون کے قول و فعل پر اعتماد نہ کیجیے۔ آپ کو معلوم نہین کہ ان لوگون نے آپکے بھائی اور باپ سے کیا معاملہ کیا ہے اور جو آپ کو یون ہی منظور ہو تو اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جائیے۔ مین ڈرتا ہون کہ آپ شہید ہون اور اہل و عیال اسیر ہو جائین اور بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مین گمان کرتا ہون کہ آپ مانند عثمان رضی اللہ عنہ کے عورتوں اور لڑکون مین شہید ہو جائیے گا۔ با این ہمہ التماس اُن کا قبول نہ ہوا۔ تب ابن عباس رنجیدہ ہوے اور بہت روئے۔

(از تحریر الشہادتین)

عن الشعبي قال ان ابن عمر قدم المدينة فاخبر ان الحسين قد توجه الى العراق فلحقه في مسيرة ليلتين عن الربذة فقال له ان الله تعالى خير نبيه بين الدنيا والاخرة فاختار الاخرة وانكم بضعة والله لا يليها احد منهم ابدا وما صرفها الله تعالى عنكم الا للذي هو خير لكم فارجعوا فابى فاعتنقه ابن عمر قال استودعك الله تعالى من قتيل اخرجه البيهقي

اور بیہقی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ کو آتے تھے کہ خبر پائی کہ امام حسین علیہ السلام حرم محترم سے جانب عراق جاتے ہین بتابانہ کے دوڑے اور اُس جگہ ملے جہاں سے ربذہ[1] دو مرحل تھا پس عبداللہ نے التماس کیا کہ یا ابن رسول اللہ خدائے تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دنیا اور آخرت میں اختیار دیا تھا سو حضرت نے دنیا کو اختیار نہ کیا اور آپ جگر گوشہ رسول مقبول ہیں۔ واللہ یہ ملیگی تم میں سے دنیا کسی کو بھی اور اسی مین تمہارے واسطے بہتری ہے کہ حکومت دنیا نہ ملے آپ پلٹ چلیں۔ حضرت نے نہ مانا تب حضرت عبداللہ نے امام کو گلے لگایا اور کہا تمکو پیرد بخدا کرتا ہون اے شہید ہونے والے۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے اور تحریر الشہادتین میں بھی ہے۔

روایت ہے کہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی منع کیا حضرت نے جواب دیا کہ تم لوگ راز نہان سے واقف نہیں ہو بے سبب رنجیدہ ہوتے ہو۔ مین نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ ایک مینڈھا مکہ میں ذبح کیا جائیگا اُسکے سبب سے خانہ خدا کی بیحرمتی ہوگی۔ میں نہین چاہتا کہ وہ مینڈھا میں ہوں اور میرے سبب سے حرمت کعبہ

[1] ربذہ ملک حجاز مدینے کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ابو ذر غفاری کا مزار ہے ۱۲ مولف

ورق آسے - از تحریر الشہادتین۔

اور ترجمہ طبری مین ہے کہ مصداق حدیث آخر کو حضرت عبداللہ بن زبیر ہوے

سبحان اللہ کیا جودت طبع تھی اور کرامت صریح کہ حضرت عبداللہ کو وہ حدیث سنائی۔

جسکے مصداق وہ ہونے والے تھے اور یہ احتیاط کا مرتبہ تھا کہ بے حرمتی کعبہ گوارا

نہ کی۔ گو درجۂ شہادت تھا - از تحریر الشہادتین۔

ترجمہ صواعق محرقہ مین ہے کہ جب محمد بن حنفیہ کو خبر توجہ حضرت امام علیہ السلام

جانب عراق معلوم ہوئی تو اتنا روئے کہ طشت وضو اشکوں سے بھر گیا اور بعض

روایات صحیحہ مین ہے کہ عبداللہ ابن جعفر اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما نے خطوط منع

متواتر لکھے۔

اور تقریب التہذیب ابن حجر مین ہے کہ مسور ابن مخرمہ خواہرزادہ عبدالرحمن

بن عوف رضہ نے لکھا کہ آپ کوفیون کے فریب مین نہ آئیے اور عراق کی طرف قصد

نہ فرمائیے اور بعض خواص اہل مکہ نے التماس کیا کہ یوم عید اضحی قریب تر ہے اور

مسلمان لوگ جمع ہوں گے چندے توقف فرمائیے کہ آپ کے ساتھ بہت مسلمان

ہو جائین گے مگر امام حسین علیہ السلام کہ سہام تقدیر کے ہدف بن گئے تھے اور گردن تسلیم

قضاء ایزدی پر خم فرما چکے تھے راضی برضاے الٰہی ہو کے کسی کا کہنا نہ مانا اور جو

لوگ منع کرتے تھے اُنکو یہ معلوم نہ تھا کہ اس سفر مین کارگزاران قضا و قدر احکام تقدیر

جاری کرین گے والا عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن جعفر اور محمد ابن حنفیہ رضی اللہ

عنہم وغیرہ صحابۂ کبار اور اقربا ہمدار ضرور ہمراہ ہوتے اور سعادت رفاقت حاصل

کرتے چنانچہ ابن عباس سے حاکم نے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے کہ ہم شک

نہ کرتے تھے اور اہلبیت کثیر بھی اسمین شک نہ کرتے تھے کہ بہ تحقیق حسین شہید
ہون گے کربلا مین تو مفاد اسکا صرف اتنا ہے کہ کربلا مین شہادت حضرت امام کی
ہم لوگون کے نزدیک مشکوک فیہ نہ تھی لیکن تعیین سفر کہ اس سفر میں ہو گی یا دوسرے
سفر مین یہ معلوم نہ تھا کیونکہ اگر ابن عباس وغیرہ اہلبیت جانتے کہ اسی سفر میں سابقہ
ازلی اپنا کام کرے گا تو بروقت عزیمت کوفہ رفاقت سے منھ نہ موڑتے اور وقت
عزم عراق ہرگز تنہا نہ چھوڑتے اور جو حدیث ابن السکن اور بغوی نے کتاب الصحابہ
مین اور ابو نعیم نے سحیم سے روایت کی ہے کہ انس ابن حارث نے کہا مین نے
سُنا جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے یہ میرا بیٹا مارا جائیگا
اُس زمین مین جسکا نام کربلا ہے سو جو شخص کہ تم لوگون مین سے وہان موجود ہو
اُسکی مدد کرے سو گئے انس ابن حارث کربلا کو اور شہید ہوے۔ سو یہ حدیث
احاد ہے اسپر عمل ہر ایک کو واجب نہ تھا مگر جس نے اس بات کو زبان مخبر صادق
سے سُنا اُسپر شریک ہونا واجب ہو گیا لہذا انس بن حارث رح گئے اور حضرت عبد اللہ
ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کلمہ تاسف زبان پر لانا کئی وجہ سے تھا ایک شہرہ خبر شہادت
امام حسین علیہ السلام مدت سے تھا دوسرے بہ نظر بے وفائی اور بدعہدی اہل
کوفہ کے تیسرے بسبب بے سامانی جناب امام کے ایسا ہی لکھا ہے تحریر الشہادتین
و سر الشہادتین و ہدایۃ الکونین الی شہادت الحسنین میں۔
اصل یہ ہے کہ جبکی شہادت و شرکت و رفاقت امام حسین علیہ السلام کی کربلا
مین مقدر تھی وہ گئے اور جبکا کربلا مین شہید ہونا مشیت ایزدی مین نہ تھا وہ بیٹھے
رہے اور اس طرف خیال بھی نہ ہوا۔

فائدہ دربیان خروج امام حسین علیہ السلام بریزید کہ ناجائز نبود

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں جواب سوال ہجم میں فرماتے ہیں کہ نکلنا حضرت امام حسین علیہ السلام کا بار دعوت خلافت راشدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو تیس برس گذرنے سے منقضی ہوگئی تھی تھا ہی نہیں بلکہ ظالم کے ہاتھ سے رعایا کی تخلیص منظور تھی کہ صِیَانَۃُ الْمَظْلُوْمِ عَنِ الظَّالِمِ مِنَ الْوَاجِبَاتِ یعنی بچانا مظلوم کو ظالم سے واجب ہے۔

اور وہ مضمون جو مشکوۃ میں ہے کہ حضرت نے بادشاہ وقت پر اگرچہ وہ ظالم ہو بغی وخروج سے منع فرمایا ہے وہ اُسوقت میں ہے جب اُس بادشاہ ظالم نے بلا منازع ومزاحم کے تسلط تام پیدا کرلیا ہو اور یہاں اتبک اہل مدینہ اور اہل مکہ واہل کوفہ یزید کے تسلط پر راضی ہی نہیں ہوئے تھے اور حضرت امام حسین اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم جیسے اصحاب نے بیعت ہی نہیں کی تھی۔ بالجملہ خروج امام حسین علیہ السلام کا واسطے دفع تسلط سلطان جابر کے تھا نہ واسطے رفع تسلط کے اور حدیث میں وہ خروج ممنوع ہے جو واسطے رفع تسلط سلطان ظالم کے ہو وَالْفَرْقُ بَیْنَ الدَّفْعِ وَالرَّفْعِ ظَاهِرٌ مَّشْهُوْرٌ فِی الْمَسَائِلِ الْفِقْهِیَّۃِ انتہی۔

جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم ومغفور دیوبندی و نانوتوی اپنے مکتوب ہشتم میں فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ نے یزید پلید کو جسوقت اپنا ولی عہد کیا تھا اُسوقت تک وہ فاسق مُعلن نہ تھا اگرچہ کچھ کرتا رہا ہوگا تو درپردہ کرتا رہا ہوگا حضرت معاویہ کو

اُس سے خبر نہ رہی ہوگی۔

غایت ما فی الباب بسبب پنہانی خرابیوں کے جو کہ یزید مین موجود تھیں مثل اُن منافقون کے جو بیعت الرضوان مین شریک تھے اور بوجہ نفاق کے رضوان اللہ انکو نصیب نہ ہوا یزید بھی اِس بشارت کے فضائل سے محروم رہا اور اس طرف مذہب حضرت امیر معاویہ کا دربارۂ خلافت کے یہ تھا کہ جسکو سلیقہ انتظام مملکت کا اوروں سے زائد ہو گو اور اُس سے افضل ہون مگر ولی عہدی مین وہی دوسرے سے افضل ہے اس نظر سے اُنھون نے اُسکو اورون سے افضل جانا اور اگر افضل نہیں جانتے تھے تو بیش ازین نیست کہ اُنھون نے ترک افضل کیا اور استخلاف مفضل فصل ہے نہ واجب اور ترک افضل کوئی ایسا گناہ نہیں جس سے سب وشتم کے ساتھ ہم امیر معاویہ سے پیش آئین اور اس طرف ہم اُنکو اجلہ صحابہ سے شمار نہین کرتے کہ بسبب ترک افضل اور اولی کے بھی ایسے امور میں معذرت کریں ہان اُنکے انتقال کے بعد یزید نے البتہ بیٹ سے پائون نکالے اور دل بکام اور دست بجام سونپا اعلان فسق کیا نماز چھوڑ دی امر منکر و نہی معروف وغیرہ اُس سے ایسے فعل سرزد ہوے جس سے وہ بیشک قابل عزل ہو گیا اور اس قسم کا تحول ملک سے ہے محال نہین مگر اُسوقت ہیں اہل راے وتدبیر کی بابے مین اختلاف پڑا جسکو اندیشہ فتنہ وفساد غالب معلوم ہوا اُسنے مجبوری سے اُسکی بیعت کے لیے ہاتھ پھیلا دیا احترازاً عن المعصیت اور شرط اتباع معروف درمیان رکھی اور جسکو بوعدہ ایک جماعت کثیر کے مثلاً امید غلبہ اور رجاے شوکت نظر آئی وہ حسبتہً للہ اُٹھا اور اُسنے تہیہ کارزار کا کیا پس جو کچھ حضرت عبد اللہ بن عمر اور اُنکے امثال سے کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ سید الشہدا نے کیا وہ عین حق اور صواب

تھا نا اِس اختلاف کی اختلاف امید ورجا پر ہے نہ اختلاف جواز و عدم جواز اصل فعل پر مگر انجام کار بوجہ عہد شکنی کوفیوں کے تیر تدبیر حضرت سید الشہدا کا نشانہ پر نہ بیٹھا اور عاشورے کے دن قیامت سے پہلے میدان کربلا میں قیامت برپا ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اس قسم کی برہمی کار نہ فقط حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیش آئی بلکہ جہاد میں اکثر ایسے امور پیش آتے ہیں۔ واقعہ اُحد اور حنین کا سنا ہوگا پس جیسا کہ شہدائے اُحد درجۂ شہادت پر پہونچے ہیں اور اُس برہمی کار سے کسی خلل نے اُن کے فضائل میں راہ نہیں پائی ہے۔ یوں ہی شہدائے کربلا کو بھی جاننا چاہیے اور پھر یہ سب اُسوقت ہے کہ جب نحو استخلاف امیر معاویہ کے یا بیعت لوگوں کے یا اُسکے تسلط کے اُسکی خلافت کو ہم عام اور شامل جانیں اور اگر اُسقدر سے جو کہ واقع ہوا ہم فقط اُسکی انعقاد خلافت کے قائل نہ ہوں اور اُسکی خلافت کے عموم و شمول کو نہ تسلیم کریں اور کہیں کہ حضرت امام حسین اور اُنکے اتباع اُسکے ربقۂ اطاعت سے ہنوز خارج تھے تو حاجت کسی کے عذر کی بھی نہیں اور نہ امام کے خروج سے یزید پر کوئی محذور لازم آتا ہے کیونکہ امام کے نزدیک ور اہالیان مدینہ و مکہ و کوفہ وغیرہ کے یزید کی خلافت جائز و مسلمہ نہیں وہ نہ کہا جاسکتا ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے خلیفہ یا بادشاہ پر خروج کیا اور یہ فرق انعقاد مطلق اور عموم انعقاد کا ہر چند آج کے دن کم فہم لوگ نہیں سمجھتے ہیں مگر معاملات سابقین کے تتبع سے واضح ہے کہ اہل حل وعقد میں سے ہر شخص کی بیعت کو صرف سببِ اطاعت کا اُسکے حق میں اور اُسکے خادموں کے حق میں گنتے ہیں ورنہ حاجت حضرت علی کی بیعت کی حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر اور اُسکے اہتمام کی کیا تھی۔ اسی طرح بعد بیعت

اہل شام اور اہل حل و عقد کے یزید کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُسسے بیعت لینے کی حاجت نہ ہوتی۔

اور جب اسقدر بتا یا گیا تو معلوم ہوا کہ مدار کا بیت پر ہے اور حسن نیت حضرت امام قابل اسکے نہیں کہ اُس میں تردد کیا جاے اِس صورت میں شہادت حضرت امام علیہ السلام میں تردد کیا ہے یزید اُسکے حق میں خلیفہ نہ تھا اور نہ خروج اُس پر ممنوع تھا اور اگر خلیفہ ہوتا تو بھی خروج ممنوع نہ تھا اور اگر خروج ممنوع ہوتا تو قتال ممنوع نہ تھا بالجملہ وجوہ ممانعت مفقود اور موجبات جہاد موجود حسن نیت میں کوئی کلام نہیں پھر اگر وہ شہید نہوں تو اور کون ہوگا۔

اور اگر اس سے بھی ہم درگذر کر یں تو کہ سکتے ہیں کہ آپ جہاد کے لیے آئے ہی نہ تھے۔ چاہتے تھے کہ اپنی راہ پر جائیں لشکریان یزید نے نہ چھوڑا محاصرہ کر کے شہید کیا اور جو شخص قتل کیا جائے اپنی آبرو اور اپنے مال کی حفاظت کے لیے وہ شہید ہے۔

سنن ابو داؤد جز ثانی باب فی قتال اللصوص کتاب الملاحم کے آخر میں ہے

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهٖ أَوْ دُونَ دَمِهٖ أَوْ دُونَ دِينِهٖ فَهُوَ شَهِيدٌ

ترجمہ روایت ہے سعید ابن زید سے اُنھوں نے روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے جو شخص قتل کیا جائے اپنے مال کے لیے پس وہ شہید ہے اور جو شخص قتل کیا جائے اپنے اہل کے لیے یا اپنے خون کے لیے

یا اپنے دین کے لیے پس وہ تہدید ہے۔ خارج کیا ہے اس حدیث کو ابو داؤد نے اور بھی خارج کیا ہے اسکو اہل سنن نے اور صحیح کیا ہے اسکو ترمذی نے۔

باقی رہا یہ کہ اُنھوں نے اجماع کی مخالفت کی۔ سو اُسکا جواب یہ ہے کہ اول اجماع ہی مسلم نہیں ہے اور اگر ہو تو عدم مخالفت ہو گی اور با این ہمہ اجماع عدم جواز الخروج علی الفساق اسکے معنی جو کچھ ہیں عرض کیے گئے۔ اجماع عدم جواز الخروج علی نفس الفسق سے لازم نہیں آتا ہے کہ اس کلی متشکک کے مراتب کے خصوصیات زائدہ بھی موجب خروج نہ ہو سکیں با این ہمہ اجماع غیر مسلم ہے جس وقت کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر اور اہل مدینہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کوئی کام کیا ہو اُسکے مخالف کو مجمع علیہ کیسے کہیں گے اور اگر بالفرض اجماع کو تسلیم کریں تو وہ اجماع اگر منعقد ہوا تو بعد حضرت امام کے منعقد ہوا مخالفت اجماع کی حضرت امام کو کیا مضر ہے۔

اور جلد دوم مجموعۂ فتاوی مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی کے صفحہ ۱۷۱ میں ایک استفتا رچھ سوالوں کا ہے۔ چھٹے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی دعوی کرے کہ یزید علیہ ما یستحقہ خلیفہ برحق تھا اور خروج امام علیہ السلام کا اُس پر ناحق ہوا تو وہ شخص گنہگار ہے توبہ اُس پر واجب ہے۔ انتہیٰ۔

شیخ ابن حجر مکی نے شرح قصیدہ ہمزیہ کے صفحہ ۲۱۷ میں لکھا ہے۔ اُسکا ترجمہ یہ ہے۔ اور حلیا کہ نقل کیا گیا اس عربی مالکی سے جسکے سُننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ کہا اس عربی نے مَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ اِلَّا بِسَیْفِ جَدِّہٖ یعنی نہیں قتل کیے گئے حسین مگر اپنے جد کی تلوار سے۔ یہ قول ابن عربی کا اس اعتقاد پر ہے کہ یزید خلیفہ تھا اور حسین اُس پر بغاوت کرنے والے تھے۔

حالانکہ خروج امام کا یزید پر بسبب اُسکے ظلم اور بُری باتون کے تھا جلنے کان بھرے ہوے تھے۔ پس امام حسین علیہ السلام محق ہین بسبب اُس چیز کے جو اُسکے نزدیک ہے خصوصاً موافق راے امام احمد بن حنبل کے۔ اور بیر اُسکے صفحہ ۴۲۷ مین ہے کہ اور کہا بعضون کا یہ کہ نہین کوئی ملال ہے قاتلین حسین پر کیونکہ اُنھون نے تو اُنکو قتل کیا اُسکے جد کی تلوار سے جو حکم کرنے والی تھی اسکی کہ وہ کبھی ماعیون پر اور اُنکے قتال پر ہرگز قابل اعتبار نہین کیونکہ یزید کی بیعت منعقد تھی نہیں نہ امام کے نزدیک اور نہ اُنکے نزدیک جن لوگون نے اُسکی بیعت نہین کی اور جنھون نے اُس سے بیعت کی وہ جبراً اور قہراً تھی جیسا کہ مشہور ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ یزید ظالم اور فاسق اور متغلب تھا۔ ڈاڑھی منڈاتا تھا صوم وصلوۃ سے کوئی واسطہ نہ رکھتا تھا۔ ماں بیٹیوں مین بہن بھائی مین نکاح کراتا تھا۔ اُسکے عہد مین فسق وفجور علانیہ رائج تھا۔ جو شادی وطماع کا ہجوم اُسکے پاس تھا۔ اُسکے اشعار سے دہریت پائی جاتی ہے۔

امام شافعی اور اُسکے مقلدین سابقین کے اقوال دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بالکل لامذہب آزاد مست تھا۔

اور حرمت خروج کی امام ظالم پر جس پر اجماع جاری ہوا اُسکا محل جب ہے کہ جب استقرار امور اور انقضا اُن اعصار کا ہو لے اور اُس زمانہ والے مجتہد تھے اُسکے حیطہ سے مین غیرون کی رلے شریک ہی نہ تھی اسواسطے یزید کی خلافت کو اس پیر نے بھی نہیں مانا اور نہ پروا کی اُسکے بیعت کی۔ اور نہ پروا کی مثل اُسکے اور گروہ نے جو اُس سے رُک رہے اور ہرب کر گئے۔ انتہی کلام ابن حجر مکی۔

قول متحن مین لکھا ہے لیکن جو مشہور ہوا ابن عربی سے کہ اُسنے ایک کتاب

لکھی شان مولانا حسین رضی اللہ عنہ میں اور اُسمین گمان کیا گیا ہے اس امر کا کہ حضرت امام مارے گئے اپنے جد کی تلوار سے نعوذ باللہ من ہذالحدلان جیسا کہ ذکر کیا برزنجی نے شاعۃ مین اور مناوی نے شرح جامع صغیر مین اور ابن حجر نے شرح قصیدہ ہمزیہ میں اور صاحب ماتم الملوین نے اپنی کتاب مین مع ابطال اس قول کے پس گمان نیک یہ ہے کہ اُنھون نے اس سے توبہ کی جب امام غزالی کی ملاقات سے مشرف ہوے۔ انتہی کلامہ۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ابن عربی نے امام غزالی رح کا زمانہ پایا اور نوبت ملاقات کی آئی تو یہ قول صحیح ہو سکتا ہے میں نے فصوص الحکم مصنفہ ابن عربی مین دیکھا ہے کہ مولانا غزالی نے جب انتقال فرمایا اُسوقت ابن عربی طفل شیرخوار تھے واللہ اعلم بالصواب۔

لب لباب تمام واقعات و روایات کا اور خلاصہ اور اصل حال یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے تو اِن جھگڑون سے یکسوئی اختیار فرمائی تھی بلکہ مجبوری سے وطن بھی چھوڑا تھا محض اللہ اللہ کرتے کو اللہ ہی کے دروازے پر آپڑے تھے مگر کرم طبعی اور رحم جبلی سے کیا کرتے جب یزید کے مظالم حد سے بڑھے اور لوگ تنگ آئے تو ارادتمندان خاص اور جان نثاران باالاختصاص نے حضرت امام علیہ السلام کے حضور مین سجدہ زار و نالے کیے۔ آپکی تشریف آوری کوفہ کے بارے مین مکرر خطوط بھجوائے آپ کو بوعدہُ اُس جماعت کے جو ظالم سے اُن مظلومون کے چھوٹنے مین امید غلبہ ہوئی اور بمعائنہ کمال اعتقاد اہل کوفہ خیال رہا کہ یہ سب ہمارے آبائی فرمانبردار ہیں کہان تک اپنی جان و مال سے ہماری حفاظت جان و مال و آبرو میں کوشش نکرین گے۔ یہ کیونکر خیال آتا کہ نیرنگی تقدیر سے یہی اُسلئے ہمارے ہی خون کے پیاسے ہو جائین گے۔ گھر سے بُلا کر اور آپ سب مل ملا کر گھیر کر

اور دنیا کی طمع میں آکر یون ہی علیحدہ ہوجائیں گے۔ ہمکو بے بس کردینگے۔ اور اوراعزہ
واحباب واصحاب کوفیون کی بیوفائی اوران کا فریب جانتے تھے اور دیکھا ہوا
حال یاد رکھتے تھے اِس سبب سے وہ لوگ توقف ہی کے مصر تھے اور اسیکو اصلح
وانسب جانتے تھے اور پھر دفعۃً آپکے اس ارادے کے سُننے سے ملا درستی
اسباب سفر وتحفظ جان ومال وآبرو ساتھ لینے سے ما رہے اور مصلحت وقت
یہی سمجھے کہ جہاں تک ہو آپ ہی اِس ارادے کو فسخ فرمائین پس آنحضرت کے
ہمراہ نہ جا سکے مین معاذاللہ اُنکے ارادت اور محبت خاندانی میں کسی طرح کا نقصان کوئی
عاقل خیال نہیں کرسکتا ہے۔ غرض آپ بھی قصاوقدر سے مجبور تھے تشریف نہ لیجاتے
توکیا کرتے چنانچہ آپ سے بھی عذر فرمایا۔

قصہ کوتاہ پھر وہی معاملہ پیش آیا کہ کوفیوں کی اُس جماعت سے بیوفائی کی اور
باایں ہمہ کہ آپ نے خود ہی یہ خیال خسران مآل کوفیاں عاقبت بریشاں کا دیکھکر کنارہ
کشی کی تھی اور ایک نہین صدہا کے سامنے کہین اور چلے جانے کی خواہش اُن
بے دینوں سے فرمائی مگر اُنھوں نے مانا ہی نہین محاصرہ کرکے آپ کو شہید کیا پھر
اُسیر ستم دیکھیے کہ گھر بار لوٹا۔ اہلبیت کو اسیر کیا اور جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا۔ اللہ ہی کے
ہاتھ اُن ظالمون کا حساب ہے پس حضرت کی شہادت اور اس مرتبہ میں بھی آپ کی
سیادت میں کوئی مسلمان شک وشبہہ نہیں کرسکتا خوارج وغیرہ اگر کرے ہون توکرین
کہ خارجین ملت سے بحث ہی کیا ہے۔ حق تعالی ایسے خیالات سے ہر دیندار کو بچائے۔

چونکہ یہ رسالہ بیان شہادت مین ہے اور اس جھگڑے کا موقع نہ تھا لیکن چند
اشخاص مخالف تھے اور بہت شد ومد کے ساتھ اسمیں کلام کرتے تھے اِسوجہ سے

اِس خروج کا بیان کیا گیا - اب پھر اصل مطلب شروع ہوا -

الغرض حضرت امام حسین علیہ السلام مع اہلبیت اور دوستوں اور غلاموں کے کہ سب بیاسی آدمی تھے جانب کوفہ روانہ ہوئے - چنانچہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری معروف بہ قسطلانی جلد ششم صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ مصر میں ہے وَكَانَ ابْنُ زِيَادٍ اِذْ ذَاكَ عَلَى الْكُوفَةِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا مَاتَ مُعَاوِيَةُ وَبُوْيِعَ يَزِيْدُ اَبٰى اَنْ يُّبَايِعَهٗ وَكَتَبَ اِلَى الْحُسَيْنِ رِجَالٌ مِّنْ شِيْعَةِ اَبِيْهِ مِنَ الْكُوْفَةِ هَلُمَّ اِلَيْنَا نُبَايِعُكَ وَاَنْتَ اَحَقُّ مِنْ يَزِيْدَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْعِرَاقِ فَاَخْرَجَ اِلَيْهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ مِّنَ الْكُوْفَةِ جَيْشَهٗ فَالْتَقَيَا بِكَرْبَلَاءَ عَلَى الْفُرَاتِ وَقَتَلَ الْحُسَيْنُ مِنْ عَسْكَرِ ابْنِ زِيَادٍ قَتْلٰى كَثِيْرَةً حَتّٰى قُتِلَ فَقِيْلَ قَتَلَهٗ شِمْرُ بْنُ ذِى الْجَوْشَنِ الضَّبَابِىُّ وَقِيْلَ سِنَانُ ابْنُ اَبِىْ سِنَانٍ وَاحْتَزَّ رَاْسَهٗ وَاَتٰى بِهَا ابْنَ زِيَادٍ الخ

ترجمہ ابن زیاد جب حاکم ہوا کوفہ پر یزید کی طرف سے اور حضرت معاویہ نے جب انتقال کیا تو یزید کے لیے بیعت طلب کی گئی تو امام حسین علیہ السلام نے بیعت سے انکار کیا تو خط لکھا اُنکو اُسکے باپ یعنی حضرت علی کے شیعوں نے کوفہ سے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیے ہم لوگ آپ کی بیعت کرینگے کیونکہ آپ زیادہ حقدار ہیں یزید سے پس نکلے امام علیہ السلام مکہ سے عراق کیطرف پس بھیجا ابن زیاد نے کوفہ سے اپنا لشکر پس مقابلہ ہوا دونوں لشکروں کا کربلا میں فرات کے کنارے اور قتل کیا امام حسین علیہ السلام نے لشکر ابن زیاد سے بہت مقتول یہاں تک کہ خود شہید ہوئے - پس بعضوں نے کہا ہے

کہ شمر ذی الجوشن نے آپکو قتل کیا اور بعض نے کہا کہ سنان ابن انس نے اور آپکا سر مبارک کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لائے۔ الی آخرہ ۵

اکثر مورخوں نے لکھا ہے بہم دگر
تھی اُس برس یہ شدت گرما کہ الحذر
جس سال میں حسین ہوئے عازم سفر
مثل چنار آگ سے جلتا تھا ہر شجر

جائے غبار ریگ سے شعلے بلند تھے
مجمر میں گرم بھی درسے سپند تھے

اس فصل میں شاہ ہی کا سفینہ تھا
اصغر کو ماں کی گود میں چوتھا مہینہ تھا
آوارہ کوہ و دشت میں شاہ مدینہ تھا
عابد کو تپ تھی زرد جمال سکینہ تھا

گرمی سے حال بچہ کا تغیر ہوتا تھا
اور خشک شیر مادرے سے شبیر ہوتا تھا

دو دو قدم یہ ہوتے تھے اطفال بیحواس
یوں قافلہ تھا گرد علمدار حق شناس
اک پانی پانی کہتا تھا اک پیاس ہائے پیاس
جس طرح پیاسے حیثمہ کو تڑپتے آس پاس

عباس شان ساقی کوثر دکھاتے تھے
اکدم میں ساری فوج کو پانی پلاتے تھے

فرماتے تھے حسین عصب کی تپش ہے ہائے
کہتے تھے خیر خواہ نہ وہ دن خدا دکھائے
کیا ہو جو ایسی دھوپ میں پانی نہ ہاتھ آئے
مولا جواب دیتے تھے اللہ ہی بچائے

پانی تو مرحلوں میں ابھی پیتے جاؤ گے
آتا ہے اک مقام کہ قطرہ نہ پاؤ گے

بیٹھے تھے رہبری کو جو گمراہ جا بجا
چلتا تھا راہ چھوڑ کے وہ کل کا رہنما

تھا قریہ قریہ حکم یہ ابن زیاد کا		لوٹوں گا گھر حسین کو مہمان کر کیا
	ایمان بیچ کیا تھا یزید لعین کے ہاتھ غلہ نہ بیچتا تھا کوئی شاہ دیں کے ہاتھ	

کہتے ہین کہ اثنائے راہ مین فرزوق شاعر با جماعت حمہ یوتان ملا اور وہ کوفہ کی طرف سے آتا تھا آپ نے اُس سے کوفہ کا حال پوچھا اُسنے عرض کیا کہ یا حضرت اتنا تو مین جانتا ہوں کہ دل کوفیوں کے آپکے ساتھ ہیں اور تلوار اُنکی بنی امیہ کے ساتھ اور قضا و قدر آسمان سے نازل ہو رہی ہے وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ سچ ہے قضائے آلٰہی کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ از تحریر الشہادتین۔

تہذیب التہذیب مین لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرزوق سے ملاقات کی اور حال کوفیوں کا پوچھا۔ فرزوق خود کہتا ہے کہ میں بسبب بیماری کے بات نہ کرسکتا تھا۔ سو میں نے اشارے سے کہا کہ آپ کوفہ کو نہ جائیے مکہ شریف کو لوٹ جائیے۔ لیکن امام علیہ السلام تن بہ تقدیر آگے کو تشریف لے چلے تو خبر پائی کہ اہل کوفہ نے بدعہدی کی اور ابن زیاد بدنہاد نے حضرت مسلم اور اُنکے صاحبزادوں کو شہید کیا اور جماعت مسلم بالکل متفرق ہوگئی اور کسی نے ساتھ نہ دیا تب تو حضرت امام علیہ السلام نے بمقتضائے رعایت اسباب ظاہری کہ عالم اسباب مین مستلزمات بشریت سے ہے مراجعت کا قصد فرمایا اور کہا کہ ہرگاہ اہل کوفہ کا یہ حال ہے تو وہان جانا کیا ضرور ہے اور مصلحت بھی مقتضی نہیں ہے۔ حضرت مسلم کے بھائی جو آپ کے ساتھ تھے کہنے لگے کہ ہم تو ہرگز نہ پھرینگے۔ یہان تک کہ اپنے بھائی کا بدلہ لین یا شہید ہون۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے برادران مسلم کا عزم مصمم دیکھ کر فرمایا

لَاخَیْرَ فِی الْحَیٰوۃِ بَعْدَکُمْ۔ یعنی جب تم سب مارے گئے تو پھر زندگی کا مزہ کیا اور جینے کا لطف کیا ہے۔ بسم اللہ چلیے جو کچھ ہو سو ہو۔ الغرض امام حسین علیہ السلام روانہ ہوئے اور نواحی عراق میں کہ وہاں سے کوفہ دو منزل رہجاتا ہے پہونچے اُس مقام پر حُر بن ریاحی کہ ہزار سوار مسلح ابن زیاد کے اُسکے ساتھ تھے ملا۔ اور عرض کیا کہ یا امام کو ہیں مجھکو ابن زیاد نے اسواسطے بھیجا ہے کہ جس طرح سے ہو آپ کو اُسکے پاس لیجاؤں مگر واللہ میں اس کام کو مکروہ جانتا ہوں۔ اب سخت مشکل ہے نہ تو آپکو لے جا سکتا ہوں اور نہ چھوڑ سکتا ہوں حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی سنو میں ازخود تمہاری طرف نہیں آیا۔ جب تم سب لوگوں نے مل کر خطوط لکھے اور قاصد بھیجے سب میں نے قصد کیا ورنہ کیا غرض تھی کہ میں یہان آتا۔ اور تم بھی کوفے سے ہو اگر اپنے عہد پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر کو چلتا ہوں۔ نہیں پھر جاتا ہون مجھکو نہ تم سے کچھ مطلب ہے نہ تمہارے شہر سے کسی طرح کی غرض۔ حُر نے کہا واللہ مجھکو ہرگز خبر نہین کہ کس نے آپکو خط لکھے اور کس نے قاصد بھیجے اور کیون بلایا۔ میں نے سا بھی نہیں۔ خدا جانے آپ کیا فرماتے ہیں اور میں بغیر آپ کے کوفے پھر نہین سکتا۔ الغرض اِس بات میں بہت گفتگو ہوئی اور حُر کی نا دانستگی کی یہ وجہ تھی کہ وہ کوفے میں نہ تھے بلکہ نواح کوفہ میں کسی ملک کے عامل تھے سو یہ سب نامے اور پیام اُنکی غیبت میں آئے گئے تھے۔ اِس سبب سے حُر نے انکار کیا۔

ترجمہ طبری وغیرہ میں روایت ہے کہ حُر نے بعد قیل و قال بسیار بمقتضائے سعادت ازلیہ التماس کیا کہ آپ کا جہان دل چاہے تشریف لے جائیے میں آپ سے متعرض نہیں ہوتا اور کوفے پھرا جاتا ہوں۔ ابن زیاد سے کہوں گا کہ امام حسین مجھکو نہین ملے۔

چنانچہ امام حسین علیہ السلام تمام رات چلے صبح ہوئی تو وہیں تھے جہاں سے چلے
تھے پھر حر ابن یزید ریاحی حاضر ہوا اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ رات کو ابن زیاد نے
ایک خط بھیجا ہے کہ اگر تو حسین ابن علی کی گرفتاری میں پہلو تہی کرے گا تو میں ایسی سزا
دوں گا کہ اسکا متحمل نہ ہوسکیگا۔ سو یا حضرت اس میں کیا کروں آپ کسی طرف چلے جائیں
تو بہتر ہے مجھ پر جو گذرے گی دیکھ لوں گا۔

الغرض دوسری محرم کو کربلا میں پہونچے تھے اُس دن سے سات راتیں برابر
چلے پھر صبح کو وہیں تھے جہاں سے کوچ کیا تھا تب آپ نے پوچھا یہ کون جگہ ہے
کسی نے کہا یہ مقام کربلا ہے فرمایا ؎

ایں زمین ست کہ آلودہ بخوں خواہد شد علم سیدِ ابرار نگوں خواہد شد

یعنی یہ مقام کرب وبلا ہے اور یہ مقام ہے اونٹوں کے بندھنے کا اور یہ جگہ ہے
اسباب رکھنے کی اور یہ مقتل اعوان و انصار کا ہے پھر تو یہ حال ہوگیا کہ اونٹوں کو مارتے
تھے وہ ایسی جگہ سے جنبش نہ کرتے اور جو میخ زمین میں گاڑتے تھے یہاں مادہ ہوئی
سے خون نکلتا تھا اور جو لکڑی درخت سے توڑتے تھے خون جاری ہوتا تھا۔ آخر کار
اُسی مقام پر اُتر پڑے تو خاک کربلا زرد ہوگئی اور ایک غبار عظیم اُٹھا کہ چہرۂ مبارک
گرد آلود ہوگیا اُسوقت زینب آپ کی بہن نے کہا اے بھائی اس جگہ میرا جی گھبراتا
ہے۔ فرمایا یہ مقام شہیدوں کا ہے صبر کرنا لازم ہے۔

ترجمہ طبری میں لکھا ہے کہ اس اثنا میں امام حسین علیہ السلام نے ایک خواب
دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با جماعت ملائکہ تشریف لائے اور مجھے گود
میں لے کے فرماتے ہیں کہ اے نور العین لخت جگر میں خوب جانتا ہوں کہ دشمن

تیرے مارنے پر مستعد ہیں - یہ لوگ میری شفاعت سے محروم ہیں اور تجھکو درجہ شہادت ملیگا - بہشت تیرے واسطے آراستہ ہے اور والدیں تیرے منتظر ہین اور دست مبارک اپنا سینے پر رکھا اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّ اَجْرًا چنانچہ یہ خواب حضرت امام نے اپنے اہلبیت سے بیان کیا سب نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون اور رونے لگے - از تحریر الشہادتین -

الحاصل جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں فروکش ہوئے تو حُر بن یزید ریاحی مع اپنے لشکر کے مقابل حضرت امام علیہ السلام کے اُترے اور ابن زیاد مایۂ فساد کو خبر ہوئی اُسنے حضرت امام علیہ السلام کو خط لکھا کہ مجھکو یزید بن معاویہ نے لکھا ہے کہ میری بیعت امام حسین سے طلب کر - اگر بیعت کرلین تو بہتر ہے نہین تو اُن کا سر کاٹ کر بھیجدے - سو میں آپکو نصیحت کرتا ہوں کہ بیعت کرلو ورنہ لڑائی کے واسطے مستعد ہو حضرت امام حسین علیہ السلام نے خط ابن زیاد کا پڑھا اور پھینک دیا اور فرمایا کہ اسکا جواب بجز عذاب میرے پاس نہیں ہے - ہرکارہ ابن زیاد نے پلٹ کر تقریر حضرت کی ابن زیاد سے بیان کی تو آتش غضب اُس نابکار کی بھڑک اُٹھی اور کہنے لگا کون شخص بمقابلہ حسین پر جاتا ہے - کسی نے اقبال نہ کیا - تب تجویز ہوئی کہ عمر و سعد حاکم ری بڑا قسی القلب و مکار ہے اُسکو بھیجنا چاہیئے سو اُسکو پروانہ بھیجا - اولاً اُسنے انکار کیا اور لکھ بھیجا کہ مجھ سے یہ کام نہ ہوگا کہ مین سبط رسول اللہ کے مقابلہ مین جاؤن کسی اَور کو تجویز کیجیے ابن زیاد بدنہاد ناراض ہوا اور دوسرا پروانہ بھیجا کہ اگر تجھکو حکومت ری کی منظور ہے تو حسینؓ کے مقابلہ مین جا - نہین تو سند حکومت واپس کر اور اپنے گھر بیٹھ - میں دوسرے کو حاکم ری مقرر کرتا ہون اور یہ کام ضرور ہی اُس سے لیتا ہون

سب یہ نوشتہ ابن زیاد حامی طریقہ مزدو ستداد کا ابن سعد بدنہاد کے پاس پہونچا تو طمع خام دنیاوی احکام نے کستاں کستاں مستعد کر دیا کہ اسی دن جانب کوفہ روانہ ہوا اور بہت جلد ابن زیاد کے پاس پہونچا۔ اسنے بائیس ہزار پیادے اور سوار ہمراہ کر کے کربلا کی طرف بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ پیچھے سے اور بھی فوج تیری کمک کو پہونچیگی اطمینان رکھنا۔ اور بعض محققین نے اِس مقام کی یون تقریر کی ہے کہ جب نامہ اول ابن زیاد عمر و ابن سعد کے پاس پہونچا تو اُسنے جواب لکھا کہ اِس مقدمہ مین بعد مشورہ کے عرض کرونگا بعد اُسکے اپنے گھر میں آیا اور اپنے بیٹون سے صلاح پوچھی۔ بیٹون نے کہا اے عمر و تیرا باپ سعد ابن ابی وقاص جان نثار رسول اللہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر عاشق اور فدا تھا تجھکو ہرگز لائق نہین ہے کہ تو اُنکے مقابلے کو جاسے تجھکو حیا نہین آتی اُسنے انکار لکھ بھیجا۔ جب دوسرا نامہ ابن زیاد کا تاکیدی آیا اور حکومت رے کے جاسے کا اندیشہ زیادہ ہوا تب دین کو دنیا کے بدلے کھو بیٹھا اور چلنے پر مستعد ہوا۔ حمزہ ابن مغیرہ اُسکے بھانجے نے کہا اے ابن سعد دنیا چند روزہ ہے حکومت اور سلطنت کچھ کام نہ آئیگی آخرت میں اُسکا محاسبہ سخت ہے اور مقابلہ امام حسین علیہ السلام سے سرداری دوزخ کی البتہ حاصل ہوگی۔ مگر ابن سعد نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور پانچ ہزار سوار لیکر سیدھا کربلا مین آیا اور امام حسین علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ تم اِس مقام مین کیونکر آئے۔ آپ نے جواب دیا کہ تمہارے قاصد اور مہر کا رسے یہاں لائے۔ ہمیں تو مین کیون آتا مجھے کیا کام تھا۔ مگر تم لوگون نے اپنا عہد توڑ دیا اب بھی اگر کوئی مانع نہ ہو چلا جاؤن۔ عمر و ابن سعد خوش ہوا کہ شاید اس سعد سے صلح ہو جائے اسواسطے یہ معاملہ ابن زیاد کو لکھا اُس بدبخت نے لکھا کہ یزید کی بیعت طلب کرا گر

قبول کریں تو مجھکو اطلاع دے اور تا صدور حکم ثانی انتظار کر اس تحریر سے ابن سعد نے
جانا کہ ابن زیاد صلح پر راضی ہے سو اُسنے نامہ اُس روسیاہ بدمآل کا حضرت امام
حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں ابن زیاد کے قول پر عمل
نہ کروں گا۔ یہ خبر بھی ابن زیاد کو پہونچی اُسنے حصین ابن نمیر اور شیث ابن ربعی اور شمر
ذی الجوشن وغیرہ سنگدلوں کو بافوج قاہرہ روانہ کیا کہ اٹھائیس ہزار پیادے اور سوار
بمقابلہ اولاد حیدر کرار و اہلبیت رسول مختار دشت کربلا میں جمع ہوے۔ ساتوین محرم
سنہ ۶۱ اکسٹھ ہجری میں انھیں لشکریوں میں سے پانچ سو سوار نہر فرات پر مقرر کیے گئے
اور پانی کی بندش ہوئی اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عرصۂ زندگی سخت
تنگ ہوا۔

یزید ہمدانی ایک شخص حضرت کے انصاروں میں تھے وہ حاضر ہوے اور
عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ مجھ سے اور ابن سعد سے بہت ملاقات ہے اور وہ
میرا مدت کا یار ہے یقین ہے کہ میری مروت سے پانی دینے میں مضائقہ نکرے
اگر ارشاد ہو تو اُس سے پانی کے واسطے استدعا کروں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام
نے فرمایا تمکو اختیار ہے چنانچہ یزید ہمدانی ابن سعد کے پاس تشریف لے گئے
اور بغیر ادا ے رسم سلام بیٹھ گئے۔ ابن سعد نے کہا اے برادر ہمدانی تو نے رسم
سلام سنت الاسلام کیون ترک فرمائی۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں اور خدا و رسول
خدا کو نہیں پہچانتا ہوں یا کوئی اور سبب ہے۔ یزید ہمدانی نے کہا وا ے برا سلام تو
کہ دعوی مسلمانی کرتا ہے اور جگرپارۂ رسول اور نور دیدۂ بتول کا دشمن جان بن کے
اُنکے خون کا پیاسا ہوا ہے۔ بڑے افسوس کی جاے کہ جانوران صحرائی فرات سے

یا دی ئیں اور اہلبیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو ترسین یہ کیا اسلام ہے اور کیسا ایمان ہے
ابن سعد یہ کلام سُن کے دل میں پشیمان ہوا اور کہنے لگا کہ یہ تو سب سچ ہے لیکن حکومت رے سے
دست برداری نہیں ہو سکتی ناچار یزید ہمدانی بے نیل مرام واپس آئے اور سارا حال جناب
امام علیہ السلام سے بیان کیا۔ امام علیہ السلام نے کنوئیں کھدوائے مگر ستر ستر ہاتھ
تک بھی پانی کا نشان نہ ملا ؎

لب تشنہ رفت ساقی کوثر ازین جہاں	اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

ہائے وہ لق و دق ریت کا میدان جس پر خیمے کھڑے تھے نہ وہاں کوئی درخت تھا
جسکا سایہ ہو۔ نہ کوئی صورت حیوان کی جسکو دیکھا کے بچون کے دل بہلائین وہ ریت کی
گرمی وہ دوپہر کی دھوپ اور رات کی اوس اور دن کی پیاس اسیرانی سے یاس اور
پھر بھی بھنے بچے۔ غرض کہ خیمہ مین ایک تلاطم پڑا تھا ہر طرف العطش العطش کا غل مچا
تھا۔ بعضے پیاس کے مارے بیہوش اور بعضے سکتے کے عالم مین خاموش تھے
اُنمین حضرت علی اصغر شیر خوار تھے اور بس بیقرار تھے۔ ؎

در زمین کربلا از بسکہ قحط آب بود	آب در چشم یتیمان گوہر نایاب بود
کہا نوے تشنہ سے تیر چلتے ہین کلیجے پر	مرا سہہ جب بچہ رگیں آنکھوں سے ٹپکتا ہے

سارے اہلبیت کی زبانین مارے پیاس کے سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھین حتی کہ حضرت
امام حسین علیہ السلام اشارے سے باتیں فرماتے تھے۔ ؎

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیان	خوش داشتند حرمت مہمان کربلا
تشنہ دیو و دد ہمہ سیراب از فرات	لب تشنہ ماند شاہ سلیمان کربلا

حضرت عباس ابن علی چند آدمی اپنے ہمراہ لیکر فرات پر گئے کہ اشقیا نے ہمراہیون کو

شہید کیا اور عباس علمدار زخمی ہو کر لوٹے اور عرض کیا کہ یا حضرت سوائے آب شمشیر
آب فرات ہمارے نصیب میں نہیں ہے بعد اسکے حضرت امام حسین علیہ السلام
خیمۂ مبارک سے نکلے اور مقابل لشکر شام کھڑے ہو کر حمد و ثنا ے خالق کبریا اور
نعت سرور انبیا بیان فرمائی۔ پھر ارشاد کیا کہ اے لشکریان یزید خوب تامل کرکے دیکھو
کہ میں کون ہوں اور کسکی اولاد ہوں اور اپنے دل میں سوچو کہ میرا خون کرنا اور میرے اہلبیت
کی ہتک حرمت چاہنا تمکو درست ہے۔ کیا میں لڑکا تمہارے پیغمبر کی لڑکی کا نہیں
ہوں اور پسر علی مرتضی برادر عم زاد رسول خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہوں
اور رسول خدا نے میرے حق میں نہیں فرمایا سیّدا شباب اهل الجنة
اسی طرح بہت فضائل اپنے بیان فرمائے اور دشمنان دین و محبان یار رحمت
خدا ختم کی۔

مخفی نہ رہے کہ یہ کلام حضرت کا از روے عاجزی نہ تھا کیونکہ حضرت امام حسین
علیہ السلام اپنی شہادت سے واقف کار تھے اور میدان کارزار کے شہسوار بلکہ
یہ ارشاد بنا بر قطع حجت تھا تاکہ دشمنوں کو خدا کے روبرو عذر کی جگہ نرہے وَمَا كُنَّا
مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا پر عمل کیا۔

تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بعد اس
کلام کے ابن سعد کو لکھا کہ تین باتوں سے ایک بات اختیار کر۔ یا تو مجھکو مکہ شریف
میں جانے دے کہ وہاں جاکر بیٹھ رہوں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو مجھکو ترکستان کیطرف
جانے دے کہ وہاں کفار ترک سے جہاد کرکے شہید ہوں اور اگر یہ دونوں باتیں
منظور نہوں تو مجھکو یزید کے پاس بھیجدے وہاں جو کچھ ہونا ہے ہوگا۔

اس سعد نے جواب لکھا کہ مین ابن زیاد کو آپکے سوال لکھتا ہون جو کچھ جواب
ملیگا عرض کرون گا تامل کیجیے - ارہدایۃ الکونین الی شہادۃ الحسنین مولانا محمد معین الدین
صاحب کڑوی مرحوم کامل مین ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے عمرو بن قرظہ بن کعب
انصاری کو عمرو ابن سعد کے پاس یہ پیغام دیکر روانہ کیا کہ آج کی رات تو مجھ سے ملاقات کرنا
چنانچہ وہ آیا اور دیر تک باہم باتین ہوتی رہیں پھر وہ اپنے لشکر میں چلا گیا اور آپ اپنے
لشکر مین چلے آئے - لوگون نے اپنے جی سے یہ خبر اڑا دی کہ آپنے عمرو بن سعد سے
کہا کہ تو میرے ساتھ یزید کے یہان چل اُسنے کہا میں ڈرتا ہون ایسا نہ ہو کہ میرا گھر
ڈھا دیا جاوے - آپنے فرمایا کہ مین اُس سے اچھا بنوا دون گا - اُسنے کہا میرا مال لُٹ
جائیگا - آپ نے کہا مین اُس سے اچھا اپنے مال میں سے دون گا عمرو نے یہ نہ مانا -
ا بعضون نے کہا کہ ابن سعد سے آپنے فرمایا کہ تو تین باتون سے ایک اختیار
کر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا -

اور عقبہ بن سمعان سے روایت ہے کہ کہا اُنھون نے کہ مین حضرت کے
ساتھ راہ مدینے سے مکے تک اور مکہ سے عراق تک اور وقت شہادت تک آپ سے
علیحدہ نہیں ہوا اور روز شہادت جو جو باتیں آپ نے جس سے فرمائین وہ مین نے
سُنیں پس قسم خدا کی آپ نے یہ نہیں فرمایا جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے
یزید کے یہان لے چلو یا اور مسلمانون کی کسی سرحد پر جانے دو - آپ نے تو یہ فرمایا
تھا کہ مجھے چھوڑ دو کہ مین مکے چلا جاؤں یا اس زمین میں رہون اور دیکھوں کہ لوگون
کے کامون کا کیا انجام ہوتا ہے مگر کسی نے نہ مانا - انتہیٰ ارہدایۃ الکونین
چنانچہ ابن سعد کے جواب میں ابن زیاد مایۂ فساد نے کمال تہدید سے لکھ بھیجا

کہ مین نے تجھکو لڑنے کے واسطے بھیجا ہے نہ صلح کے واسطے اگر حسین ابن علی بیعت
کریں تو بہتر ورنہ قتل کر اور اگر تجھکو تامل ہے تو مین تجھکو معزول کر کے دوسرے کو تیری
جگہ بھیجتا ہون اور یہ کام اُس سے لیتا ہون جسکہ نامہ ابن زیاد کا ابن سعد کے پاس پہونچا
تو اُسنے صف قتال آراستہ کیا اور امام حسین علیہ السلام کو کہلا بھیجا کہ مین نے ہر چند
چاہا کہ تم یزید کی بیعت کر لو تاکہ مین تمہارے خون مین گرفتار نہ ہون پر تم نے قبول نہ کیا
اب لڑنے پر مستعد ہو جاؤ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ آج مجھے مہلت دے
صواعق محرقہ مین ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام پر سختی اور تکلیف
گذری تو آپ کو نصیحت اور وصیت حضرت امام حسن علیہ السلام کی یاد آئی کہ اُنہون
نے آپکو سمجھایا تھا کہ اے حسین کوفیان بدعہد کے قول و فعل پر ہرگز اعتماد نہ کرنا اور
اُنکے بلانے سے زنہار کوفے کی طرف نہ جانا وہ لوگ سخت مالائق ہین وہان کا جانا
تمہارے حق مین بہتر نہین ہے اور باعث کمال خفت و پریشانی ہوگا
ترجمہ طبری مین لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ مبارک مین تشریف
لائے اور اہل حرم کو نصیحت کی کہ صبر بہت خوب چیز ہے و اللہ نے صبر کا بڑا
اجر مقرر کیا ہے خبردار ایسا نہ ہو کہ تم صبر و استقلال کو ہاتھ سے دو اور کسی طرح سے
ہماری ثابت قدمی مین فرق آئے اور رونے سے منع فرمایا اور آسمان کی طرف منھ
کر کے کہا کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ اہل کوفہ نے مجھ سے بیعت کی اور پھر عہد شکنی کی
اسکا انصاف تیرے ہاتھ ہے۔ ہ

يَا رَبِّ ثَبِّتْ قَدَمِي وَقَلْبِي		سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اِسْحَسْبِي

اسے رب ثابت رکھ میرے قدم اور میرے دل کو ٭ پاک ہے تو اے میرے اللہ

اور تو ہی کافی ہے میرے لیے۔

اور خیمہ سے باہر آکر اپنے انصار سے فرمایا کہ میں تم سے بہت راضی ہوں جو کچھ حق خدمت اور رفاقت تھا وہ تم نے بخوبی ادا کیا اللہ تمکو جزائے خیر دے۔ حال یہ ہے کہ ہم لوگ کم ہو دشمن دین بہت ہیں اس سے میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ میں تمکو اپنی بیعت سے علیحدہ کرتا ہوں جس طرف تمہارا جی چاہے وہاں جاؤ مجھکو یہ منظور نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری بھی جان جائے اور میں تو اپنی زندگی سے ناامید ہوں خیر جو کچھ میرے باب میں منظور الٰہی ہوگا وہ قبول ہے اُس سے چارہ نہیں۔ انصار بہت روئے اور عرض کیا کہ یا حضرت آپ یہ کیا فرماتے ہیں ذرا خیال تو کیجیے کہ ہم ایسے وقت میں آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں روز محشر جناب رسول خدا اور علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا علیہم الصلاۃ و السلام کو کیا منھ دکھائینگے اور دولت شفاعت محمدی کیونکر پائینگے ہم تو حضرت کو کبھی اکیلا نہ چھوڑینگے دین و دنیا کی دولت اور آخرت کی نعمت تو حضرت کے قدموں کے تلے ہے ہم یہ قدم چھوڑ کر کہاں جائینگے اور بغیر آپکے کیا خاک زندگی کی حلاوت اٹھائینگے ؎

دریاے مبارکت فنائم	گر دست دہد سرا بجائم

ہم آپ پر قرباں ہیں پہلے ہم ہی اپنی جان نثار کریں گے۔ انصار کی جاں نثاری کی طیاری دیکھکر آپ نہایت خوش ہوے اور اُن کے حق میں دعاے خیر فرمائی

حال شب شہادت

خورشید لکھنوی

داخل جو کربلا میں شہ بحر و بر ہوئے
دشمن ورودِ دشت سے ادھر حاضر ہوئے
زیر سیاہ دشت و جبل سر بسر ہوئے
کیا کیا ترددات میں وہ دن بسر ہوئے
بدلی غموں کی بیکسوں کے دل پہ چھا گئی
گھبرائے حال کو شب عاشورہ آ گئی

اُس شب کا حال کیجیے بیاں کس طرح سے آپ
ہر دل کو اضطراب تھا ہر روح کو تعب
بچوں میں العطش کا وہ غل دمبدم غضب
بیچین فکرِ صبح میں تھے شاہ تشنہ لب
دلمیں سنانِ غم تھی کچھ ایسی گڑی ہوئی
گردوں سے بار بار نظر تھی لڑی ہوئی

ناگاہ چرخ پر ہوئے ظاہر نشانِ صبح
پھاڑے گلوں نے اپنے گریباں نشانِ صبح
یہاں تک کہ کس چمن میں ہوئے طائرانِ صبح
اکبر نے فوجِ شہ میں یہاں دی اذانِ صبح
محوِ صدائے خوش سبھی چھوٹے بڑے ہوئے
قاری درود پڑھتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے

پھر نماز پڑھ کے سجادے جا بجا
تشریف لائے خیمے کے باہر شہِ ہدا
قَد قَامَتِ الصَّلوٰۃ مکبّر نے جب کہا
اُٹھے سبھی نماز شہنشاہِ دوسرا
طاعت کے طور سب کی نگاہوں میں تل گئے
نیّت بندھی قبول کی ابواب کھل گئے

ارکان کس خضوع سے ہونے لگے ادا
وہ مدِّ صوت اور وہ خوش لہجۂ صدا
اُٹھنا وہ یک بیک دمِ تکبیر ہاتھ کا
دریائے رحمتِ صمدی موج خیز تھا
سرگرم تھے اطاعتِ فعلِ امام میں

تھی شکل حزن و مد کی قعود و قیام میں

واقف میں سست طبع نہ تھے کچھ وہ درد مند
رشک اللسان تھا حمد میں اک اک وہ دلپسند

تھی بلکہ ور تقویت قلب کچھ وجہ مد
سجدوں میں جھک کے ہوتے تھے ہزار سر بلند

ایسا تھا جو جھکا ہے وہی سرفراز ہے
اس عمر سرنیاز کو بھی ایک ناز ہے

فارغ فریضۂ سحری سے ہوئے جو شاہ
سکیں کو سے قصہ رستاستے ہیں روسیاہ

کی عرض دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہ یا اِلٰہ
محصور ہو کے لڑتا ہوں رسوا تہ ہے گناہ

مجھکو تو پاس ہے کہ یہ اُمت رسول کی
یا دُ انکو پر نہیں ہے وصیت رسول کی

واقف ہے تو وطن میں نہ لینے دیا قرار
آیا ادھر میں حسب مع اطفال شیرخوار

نامہ پے طلب مجھے بھیجے ہیں بار بار
گذرا حلاف یہ بھی ہوا یہ بھی ناگوار

دل سے مطیع سب ابن سعد عدو کے ہین
در پئے ہیں آبرو کے تو پیاسے لہو کے ہیں

الغرض جسوقت امام تشنہ کام نماز صبح سے فارغ ہوئے خیمۂ اطہر سے رخصت ہو کر باہر آئے تو دیکھا کہ لشکر ابن سعد صف آرا ہو کر مقابلے میں آیا ہے۔ تب جناب سید الشہدا ناقے پر سوار ہو کر لشکر ابن سعد کے مقابل میں تشریف لائے اول خطبہ پڑھا بعد حمد جناب کبریا و نعت سرور انبیا اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے لوگو ذرا اپنے دل میں غور کرو اور سمجھو کہ نصاری نشان سم خر عیسی علیہ السلام کی ابتک تعظیم کرتے ہیں۔ اور یہود اگر کوئی آثار موسی علیہ السلام پاتے ہیں تو اسکو دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں اور تم لوگ جان

احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہوا س کا میں کون ہوں۔حضرت سید عدا
علی مرتضیٰ جسکی ولایت کے تم سب قائل ہو وہ میرے کون ہین۔کیا میں نواسا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہون۔کیا میں فرزند علی مرتضیٰ اور برادر حسن مجتبیٰ نہین ہون۔اے
اہل عراق کیا میں نے تم میں سے کسی کا خون کیا ہے جو ناحق میرے خون کے پیاسے
ہو۔کیا تمہارا کچھ مال واسباب چھین لیا ہے جو ایذا رسانی پر تیار ہو۔ ذرا غور تو کرو کہ تم کو
میرا خون میدان کربلا مین بہانا روا ہے یا نہیں۔تم سب نے آپ ہی مجھکو دغا سے
خطوط لکھکر بلوایا اور اب آپ ہی میرے خون کے پیاسے ہو گئے۔اور فرات ایک دریا
ہے کہ چرند و پرند سب اُسکا پانی پیتے ہیں اور میرے آل و اولاد کو تم لوگ ایک قطرہ پانی
سے ترساتے ہو۔اے قوم تبہ کار تمہارا کام ہدایت ہے ڈراجا اور رسول سے ڈرو اور
میرے خون ناحق سے درگذر و۔پہلے مسلم سے تم نے بیعت کی پھر اُسکو تنہا کیا بیا
وآخرت کی روسیاہی لی۔میرا عزم مقابلہ نہیں کسی طرح کا مجھے تم سے معاملہ نہیں مرا
کی بھی اجازت چاہی۔مگر تمہارے مکر و دغا سے رہائی نہ پائی۔اس دشت مصیبت
مین گرفتار کیا۔ہزارون طرح کا آزار دیا معاملہ طول گفتگو وصول نہین۔وقت اتمام حجت
کلام میرا خالی از شائبہ نصائیت و تعلیہ حکومت سے ہے تمہاری کثرت افواج سے خطرہ
نہیں۔غازیون کے دل پر مطلق اثر نہین۔تقدیم حکم حاکم علی الاطلاق مسطور۔ ہر دم
خیال امر مقصور ہے۔تمہارے واسطے بس ایک مٹنت خاک ہے یہ معجزہ صاحب
لولاک ہے۔ابھی جو جی مین آئے تو ہر برگ درخت صورت حجر بنجائے۔زمین خاک
اُڑائے۔آسمان لہو برسائے گردباد بگولہ دیوار ادب ہے۔عریاں فلک سے آرہ بڈیون
کا پیچھے سمندر کا پانی آگ ہو جائے مچھلی گھڑیال نگر آفت میں پڑ جاے۔انقلاب زمانے کا

ہو۔ اسرافیل سے کہوں تو ابھی صور پھونکے قیامت برپا ہو جائے۔ دریائے فرات جو تمہارا مقصود ہے کہوں تو اُس میں ایک قطرہ نہ رہے۔ آفتاب بے تاب ماہتاب نایاب حکومت کوہ و تمام خستہ و خراب ہو۔ اس دشت کوہسار میں جو برگ کاہ ہے وہ زبان رسول مقبول سے آگاہ ہے گُل سے کہوں تو آتشکدہ ہو۔ خار کو چاہوں تو نشتر ہو۔ موکل ابر سے کہوں تو برف ماری کرے۔ مالک دوزخ کو اجازت دوں تو زمانہ آتش سے اِس صحرا کو گلخن کرے۔ اگر ذوالفقار بقصد پیکار صف اعدا پر چلے اِس سرے سے اُس کے حاُترے۔ گو میری جمعیت بہت کمتر ہے مگر جو ساز ہے برج شجاعت کا اختر کوئی لخت بتول کوئی جگر پارۂ رسول ہے۔ مناقب میرے سب کو معلوم دنیا میں میرا معدوم۔ ایک دوش رسول پروردۂ آغوش بتول ہوں۔ فرزند شیر خدا برادر حسن حجاز کا امیر لشکر وادی بطحی کا شیر نر ہوں۔ شجاعان عرب کا شاہ ہوں اُسپر یہ دعوے کہ بے گناہ ہوں ؎

ہم ہیں سبط رسول ابن علی	راز دار رموز لم یزلی
ہم ہیں مقصود خلقت آدم	افتخار عراق و فخر عجم
ہو وے اسوقت گر مرضی	حرج ہو جائے سطح ارضی
آسماں سے کہوں گرے جو نید	تب تاریک ہو وے روز سپید
کسکی قدرت ہے جو کرے تحقیر	ہم ازل سے ہیں صاحب تطہیر
گر ہیں مریخ سے کہوں قتل	مرگ کا ممکنات میں ہو عمل
تیغ سے گر کہوں تو ہو اژدر	مرگ اپنی قضا میں ہو مضطر
تیر میرا شہاب ثاقب ہے	جگر اشقیا کا طالب ہے

تم پر تو ہر طرح سے غالب مگر رضائے حق کا طالب ہوں۔ تقدیر یوں ہے تدبیر نگون ہے
یہ دشت کربلا مقتول بارگاہ معبود۔ تم اور تمہاری قوم تا قیامت مردود۔ حکم تقدیر زنجیر پا
ہے میرا صبر و سکوت تم پر صد گونہ باعث رنج و بلا ہے۔ انتہائے تنبیہ ہو چکی قضا و قدر
رو چکی۔ حجت تمام تقریر حق کا اختتام ہے اگر ایسی حرکت سے باز آؤ گے بارگاہ صمدیت
میں راہ پاؤ گے اور جو بے ادب و گستاخ ہو تو قعر جہنم میں جاؤ گے۔

یہ سب باتیں سنکر اُن شقیائے جواب دیا کہ ہم سب جانتے ہیں لیکن حکم حاکم سے
مجبور ہیں یہ نہیں۔ ایک قطرہ پانی دیں گے وہ یہاں سے کہیں جانے دیں گے نہیں
بھوکا پیاسا ماریں گے۔ آپ نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ
لَا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سے جو میرا رب اور
تم لوگوں کا رب ہے ہر غرور کرنے والے سے کہ ایمان نہیں لاتا ہے قیامت کے دن۔
اور فرمانے لگے کہ الحمد للہ میں نے حجت تمام کی اور جو حق ہدایت اور نصیحت کا تھا وہ
بجا لایا۔ پس آپ لشکر مخالفین سے پھر کر آئے اور راضی برضائے الٰہی ہو کر رفقا کو بلایا
اور باچار جنگ و جدل کا قصد مصمم فرمایا۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے سر الشہادتین میں لکھا ہے
فَلَمَّا تَیَقَّنَ اَنَّ الْقَوْمَ قَاتِلُوْہُ اَمَرَ اَصْحَابَہٗ فَاحْتَفَرُوْا حُفْرَۃً شَبِیْھَۃً
بِالْخَنْدَقِ حَوْلَ الْعَسْکَرِ وَجَعَلُوْا لَھَا جِھَۃً وَاحِدَۃً یَکُوْنُ الْقِتَالُ
مِنْھَا وَرَکِبَ عَسَاکِرُ ابْنِ سَعْدٍ وَاَحْدَقُوْا بِالْحُسَیْنِ وَزَحَفُوْا وَقَتَلُوْا
یاس جسکہ امام مظلوم علیہ التحیۃ والثناء نے یقین معلوم کیا کہ لشکریان ابن سعد تعرض سے
باز نہ رہیں گے اور بے قتل کیے نہ چھوڑیں گے۔ اپنے یاران و موالیان کو حکم دیا

کہ مستعد جنگ ہوں اور گرداگرد خیمہ گاہ کے خندق کھودیں پس یاران آنجناب نے بموجب
حکم شریف گرداگرد لشکر اسلام کے خندق کھودی اور ایک راہ اسکے آنے جانے کے
واسطے رکھی۔ پس ابن سعد نے اپنے لشکر ضلال کو آراستہ کیا اور مقابل لشکر اسلام کے صف
بندیاں کیں۔ اُسوقت شہزادہ کونین امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہوئے اور صف
لشکر آراستہ فرمائی اور سب سے کہدیا کہ تم کوئی اپنی طرف سے لڑائی میں سبقت نہ کیجیو
جب اشقیا سے ابتدا ہوئے دو۔ یکایک ایک آدمی لشکر اشقیا سے عبداللہ نام گھوڑے
پر سوار میدان میں آیا۔ اُسنے دیکھا کہ خیمۂ اہلبیت کے گرداگرد آگ جلتی ہے اور یہ آگ
حضرت امام حسین علیہ السلام نے بطر احتیاط گرد خیمہ کے روشن کرادی تھی تاکہ کوئی مخالف
جا نہ سکے۔ اُس بے ایمان نے جسارت کر کے کہا اے حسین آتش دنیا کی تمکو بشارت ہے
قبل آتش دوزخ کے حضرت نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اَحْرِقْهُ بِالنَّارِ یعنی اے اللہ
اسکو آگ میں جلا۔ اُسی دم گھوڑے سے آگ میں ڈالدیا کہ عدو الشیطان مخلد فی النار ہوا۔
اور کامل ابن اثیر میں مسروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک ابن حوزہ لشکر
عمرو بن سعد سے آیا اور اُس خندق کے مقابل کھڑا ہو کر پکارا کہ اے حسین بن علی تم نے
بڑی جلدی کی۔ ابھی سے آگ لے لی۔ آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے۔ اسے خدا کے دشمن
اور لوگوں سے پوچھا کہ اسکا نام کیا ہے۔ لوگوں نے کہا مالک ابن حوزہ آپ نے
بددعا کی کہ خداوندا اسکو دنیا ہی میں جلا۔ فوراً آپ کی دعا قبول ہوئی۔ مالک نے گھوڑا
کودایا وہ دوڑا۔ لگام اُسکے ہاتھ سے جاتی رہی۔ وہ ہر طرف سے کودتا پھرتا تھا۔
یہانتک کہ وہ مردود زین پر سے گر پڑا۔ رکاب میں پاؤں اُسکا اٹکا۔ گھوڑا یہ دیکھ کر
اور بھڑکا۔ دوڑتا پھرتا اور اُسے گھسیٹتا ہوا خندق کے کنارے پر پہونچا۔ تب اُسکا

تب اُسکا پاؤن رکاب سے نکلا وہ حندق مین گرا اور جلاتے جلاتے اُسی آگ مین جل بُھن کر مر گیا۔ حضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا اور بآواز بلند فرمایا کہ یا الٰہی ہم اہلبیت رسول ہیں ہون تو میرا انصاف کر۔ ابن اشعث نے پکار کر کہا کیا ایسی تمکو پیغمبر خدا سے قرابت ہے۔ جس پر اتنا لاف وگزاف مارتے ہو۔ سبحان اللہ عجب سنگدل اور کانون کے بہرے اور آنکھوں کے اندھے یہ اشقیا تھے کہ اتنا بھی نہین جانتے تھے کہ یہ رسول خدا کے کون ہیں سچ فرمایا اللہ پاک نے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۵۔ یعنی مہر کر دی اللہ نے اُنکے دلوں پر اور اُسکے کانون پر۔ اور اُنکی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُنکے واسطے بڑا عذاب ہے۔

تب تو امام حسین علیہ السلام کا دل کُڑھا۔ ناچار دعا فرمائی کہ یا الٰہی ابن اشعث مجھکو فرزند رسول نہین جانتا اور بے محابا قطع نسبت کرتا ہے اسکو ذلیل فرما۔ اُسیوقت ابن اشعث پیشاب کو بیٹھا تو بچھو نے نیش مارا کہ اُسکی تکلیف سے ننگا تمام لشکر میں پھرتا تھا اور اُسی حالت مین مر گیا۔

کامل ابن اثیر مین لکھا ہے کہ لشکر ابن سعد سے ایک مرد نکلا اُسنے حسینی لشکر والون سے کہا دیکھتے ہو پانی فرات کا کیسا چمکتا ہے مگر واللہ تم ایک قطرہ نہ پاؤ گے پیاسے ہی دنیا سے جاؤ گے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ سنکر کہا الٰہی آج ہی پیاسا اسکو مار۔ اُسکو اُسیوقت پیاس شروع ہوئی اور اُسکی شدت میں ایسا بدحواس ہوا کہ گھوڑے سے گرا۔ گھوڑے نے روند کر اُسکی ہڈیاں اور پسلیان چور کر دین اور اُسیوقت فی النار ہوا۔

کامل ابن اثیر مین بعد نقل قصہ ابن حوزہ کے لکھا ہے کہ مسروق بن وائل حضرمی

کہا اے کاش اگر میں حضرت امام کا سر کاٹ لیتا تو ابن زیاد کے پاس میری وقعت زیادہ ہوتی۔ جب اُسنے اس حورہ کا یہ حال دیکھا تو اس خیال سے فوراً رجوع کیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کی یہ کرامت دیکھی اب میں آپ سے نہ لڑوں گا۔ انتہیٰ۔

یہ جملہ مضمون ہدایۃ الکونین الی شہادۃ الحسنین میں ہے۔

اے محبان اہلبیت یہ دعاے بد وخطاب باعتاب حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقتضاے بشریت سے تھا۔ بلکہ ایک خفیف جوش دریاے جلال تھا ورنہ ضبط وتحمل آپ کا احاطۂ خیال بشر سے خارج ہے۔ آپکی شان والاشان فرمان الٰہی کی مصداق ہے کہ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ اسی وجہ سے آپ کا نفس پاک ایسی بلا ومصیبت میں انبیاء سابقین سے زیادہ مطمئن تھا اور بخوشی ورضا اپنے رب کیطرف نہایت صبر واستقلال کے ساتھ رجوع فرمایا۔ آپ عشق الٰہی کے وہ بحر ذخار ودریاے ناپیداکنار تھے جسکی ایک ادنیٰ موج اولیاء اللہ میں آئی جس کے سبب سے یہ سالکان راہ محبت ہمیشہ رنج وغم ہی میں مبتلا رہتے ہیں اور ہر لحظہ انواع مصائب اُن پر تازہ ہوتے ہیں اِس قوم کے سینے میں محبت کی ایسی آگ بھڑکتی ہے کہ کسی طرح فرو نہیں ہوتی۔ یہ وہ مرض ہے کہ ہزار تندرستی اس پر نثار اور یہ وہ بیماری ہے کہ لاکھ صحت اس پر قربان دوا کیسی علاج کس کا ؎

کہ من از درد سر شوریدہ سودائے دگر دارم		طبیبا خویشتن را زحمت مدہ چوں بیہوا ہم شد
بمی بینی کہ در ہر دیدہ دریائے دگر دارم		مرا این تشنگی از ہر آب دیگرست این را

طالبان حق کو جو لطف ومزہ درد ومصیبت میں حاصل ہوتا ہے اُسکا عشر عشیر بھی نعمت

وراحت میں نہین ملتا۔ اگر زکریا علیہ السلام سے کہا جاتا کہ تمہاری تمنا کیا ہے۔ یہی فرماتے
کہ قیامت تک میرے سر پر وہی آرہ چلے۔ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام سے پوچھا
جاتا تو یہی عرض کرتے کہ ہمیشہ وہی خنجر تیری راہ میں میری گردن پر پھرتا رہے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہی ہین کہ قسم اُسکی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے البتہ
دوست رکھتا ہون مین اِس بات کو کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤن۔ پھر زندہ کیا جاؤن پھر
قتل کیا جاؤن۔ فی الواقع یہ جان نثاری بھی عجب لطف جان بازی ہے۔ شہدا کی
فضیلت مین یہ فرمان جاری ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی وجہ سے آپ کو یہی خیال مدنظر
تھا کہ اگر ایسا جلال دکھاؤں اور حالت غضب میں آؤن تو اشقیا ڈر جائیں گے اور یہ درجہ
شہادت کا مجھے ملیگا ورنہ آپکے نام لیوا جناب حضرت بادشاہ دوجہان مخدوم علاء الدین
علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیا کی ایک ادنیٰ نگاہ قہر آلود میں شہر کلیر کی
جامع مسجد مع جمیع باشندگان شہر اُلٹ گئی۔ تمام ساکنان کلیر برباد ہو گئے۔ بارہ کوس
تک آگ جلال کی زمانہ چالیس برس تک ایسی شعلہ زن تھی کہ کوئی ابدال و اوتاد و
اقطاب سے جد بارہ کوس کے اندر قدم نہ رکھ سکتا تھا حضرت عبد القدوس گنگوہی
رحمۃ اللہ علیہ نے اُس آتش جلال کو فرو کرایا۔

اور جناب سید الاولیا حضرت قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین ابو محمد سید
عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے جلال سے تمام دنیا واقف ہے۔

انوار الرحمن مین ہے کہ نواب یمین الدولہ سعادت علی خان بہادر نے حضرت
مولانا شاہ عبد الرحمن قدس سرہ سے سوال کیا کہ سلطان العارفین بایزید بسطامی جو خدا

اور حضرت امام حسین علیہ السلام اُن سے زیادہ تھے پس کیا وجہ ہے کہ بایزید کے جسم پر تیر و حجر کارگر نہ ہوے۔ اور جناب امام علیہ السلام کے تن مقدس پر کارگر ہوے۔ مولا نا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت امام علیہ السلام توحید و معرفت کے دریا تھے اور بایزید اُس دریا کے ایک قطرہ لیکن عشاق کے رتبہ میں ایک باریک فرق ہے یعنی بایزید نے اپنے تئیں فنا کر کے خدا کی ہستی مین پناہ لیا۔ خداوند تعالی نے اُنکو محفوظ رکھا اور اُسکے قاتلون کو رجمی کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے خانہ ہستی مین جو خداوند تعالی نے نزول فرمایا تھا اُسکے شکرانہ مین امام حسین علیہ السلام نے اپنا سر نثار کیا۔

الحاصل شمر نے ابن سعد سے کہا کہ وقت مہلت ہوچکا اور خود آگے بڑھا اور ایک تیر لشکر امام کیطرف چلایا اور فخریہ کہنے لگا کہ تم سب لوگ گواہ رہیو کہ اول لشکر حسین پر میں نے تیر مارا ہے۔ پھر یاد و سالم دو غلام ابن زیاد کے نکلے۔ اس طرف سے دو بہادر ایک حیدر ابن مطہر دوسرے یزید ابن الحصین جو شرفاے عرب سے تھے اُنکے مقابل ہوے اور دونوں کو قتل کر آئے۔ پھر معقل ابن یزید لشکر یزید سے نکلا سو اُسکو بھی یزید ابن الحصین نے مارا۔ بعد اُسکے دوسرا نکلا وہ بھی اُنھیں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر مزاحم ابن حرث نکلا اُس کو نافع ابن ہلال نے تہ تیغ کیا۔ اسی طرح جو کوئی فوج مخالف سے نکلا مارا گیا۔ اور ہر مرتبہ امام حسین علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ خود بسبب شجاعت کے مقابلے کا قصد کرتے تھے انصار جانے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تک ہم لوگون سے ایک شخص بھی باقی رہیگا آپ جانے نہ پائین گے اور انصار کی یہ مردانگی تھی کہ مخالف کو اس طرح جھٹ پٹ مار لیتے تھے۔ جیسے کتے کو مارتے ہین۔ جب لشکریان شام نے دیکھا کہ اس طرح کا مقابلہ کہ ایک کا مقابلہ ایک کرے سخت مشکل ہے۔ ہر گز عمدہ برآئی نہ ہوگی۔ ایک ہی انصار سارے لشکر کو

کافی ہے تب یہ تجویز کی کہ دس دس ایک ایک انصار کے مقابل ہونے لگے مگر تاہم یہ حال
تھا کہ کوئی نامرد نزدیک نہ آتا تھا دور ہی سے تیر اندازی کرتا اور جو بہادر صف اسلام سے
نکلتا کئی نامرد ملکر اُسکو شہید کر ڈالتے۔ یہانتک کہ پچاس انصار سے زیادہ شہید ہوگئے
صرف عزیز و اقارب حضرت امام حسین علیہ السلام کے باقی رہے تب حضرت نے
ایک نعرہ پر درد مارا کہ کوئی فریاد رس بھی ہے جو اللہ کے واسطے ہماری مدد کرے اور کوئی
بچانے والا ہے کہ حرم رسول اللہ کو اعدا سے بچا دے۔ یہ استعانت بھی صرف اتمام حجت
کے لیے تھا تاکہ پھر کسی کو فوج اشقیا سے مقام عذر نہ باقی رہے اور یہ غرض تھی کہ اسوقت
آتش غضب فوج مخالف میں شعلہ زن ہے ایسا نہو کہ اس ادھاودھد میں کوئی شخص اہل
ایمان سے ہمیون کے ساتھ ہو رہے اور مجھ تک نہ پہونچ سکے۔

بیان شہادت حُر بن یزید ریاحی

چنانچہ اسکا فائدہ یہ ہوا کہ حُر ابن یزید ریاحی مع مصعب برادر اور علی ابن حُر پسر اور گروہ غلام
معتبر ساتھ لیکر فوج ابن سعد سے نکل کر حاضر ہوا اور التماس کیا کہ یا ابن رسول اللہ مین سب سے
پہلے آپکے مقابلے کو نکلا تھا۔ اب مین آپکے گروہ مین داخل ہون۔ اجازت دیجیے کہ جانثاری سے پیش آؤن تاکہ شفاعت تمھارے جد امجد کی مجھے نصیب ہو اور میری تقصیرین
معاف فرمائیے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عفو تقصیر فرماکر اجازت قتال دی کہ حُر
ابن یزید لشکر اشقیا پر شیر کیطرح جھپٹا۔ ابن سعد نے دیکھا صفوان بن حنظلہ کو بھیجا کہ تو حُر کو سمجھا
کے یہان لاؤ۔ اگر نہ آئے ناچار قتل کر۔ صفوان نے نزدیک آکر نصیحت کی اور کہا کہ تجھکو
پھر چلنا مناسب ہے۔ حُر نے کہا کہ تیری عقل سے بہت بعید ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ

یزید فاسق وشارب خمر اور حسین علیہ السلام پاک وصادق ونور دیدۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آیا حسین کی رفاقت وتبعیت اولی ہے یا یزید ناپاک کی۔ صفوان نے کہا یہ توصیح ہے لیکن مال ودولت یزید کے پاس ہے اور سپاہی مال کے محتاج ہوتے ہیں۔ تقوی وطہارت کے۔ حُر نے کہا اے صفوان تو حق پوشی کرتا ہے تیرا کلام منافقانہ ہے۔ تب صفوان نے نیزہ چلایا۔ حُر ابن یزید بچ گئے اور وہی نیزہ چھین کے صفوان کو ہلاک کیا اُسکے صفوان کے دو بھائی اور تھے وہ دوڑے اور صفوان پر گرے کہ حُر نے اُن دونوں کو بھی قتل کیا۔ غرض جو شقی ہاتھ لگا حُر نے تہ تیغ کیا۔ یہان تک کہ مخالفون نے گھیر لیا اور تیر اور نیزے سے شہید کیا بعد اُسکے مصعب اور علی اور عروہ بھی اسی طرح شہید ہوئے اور ترجمہ متعارف طبری مین لکھا ہے کہ ہنوز لڑائی شروع نہ ہوئی تھی کہ حُر اس یزید فوج اعدا سے نکلکر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوے تھے۔ مگر روایت اولی صحیح ہے۔ از ہدایۃ الکونین۔

الحاصل جب نائرہ جنگ وجدال نے بقدر اشتعال پایا کہ انصار واعوان شہید ہوگئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اب میری نوبت ہے آپکے عزیزون نے کہا جبتک ہم میں سے کوئی باقی رہیگا آپ مقابلہ مین مخالفون کے جانے نہ پائینگے ہم ہی اُن اشقیا کو جاکے مارینگے آپ سکی طرف بنظر شفقت دیکھکر آنکھون میں آنسو بھر لائے خود بھی روئے اور سب حضار بھی روئے۔ فرمایا افسوس تم سب ہمارے سامنے مارے جاؤگے اور ہم یہ حال کھڑے دیکھتے رہین گے۔ ہم سے کیسے ہوگا۔ آخر کلیجے کو تھام کر ہر ایک کو اجازت لڑنے کی دی۔

بیان شہادت حضرت عبداللہ بن مسلم

حضرت کے اقارب قریبہ میں سے پہلے جو لڑنے کو آئے وہ عبداللہ ابن مسلم تھے
اُنھوں نے آکر حضرت سے کہا یا ابن رسول اللہ مجھکو اجازت ہو کہ میدان میں جاکر آپ پر نثار
ہو جاؤں حضرت امام علیہ السلام نے اُنکو بہت سمجھایا۔ آخر جو ہوا رخصت کیا۔ جب
میدان کارزار میں آئے تو حضرت عبداللہ نے خوب داد شجاعت دی جوانان اشقیائے
نوے آدمی قتل کیے آخر پیادگان لشکر اشقیا نے گھیر لیا اور ہانی دمشقی نے پیچھے سے
آکر ایک تلوار ماری کہ اُنکے گھوڑے کے پیر کٹ گئے عبداللہ آہستہ سے اُتر پڑے اتنے
میں نوفل بن مزاحم حمیری نے برچھے سے اور بعضے کہتے ہیں کہ عمر بن صبیح صدادی نے زخم
تیر سے اُس خلاصۂ خاندان عقیل کو قتل کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

دریغ و درد کہ جوں سید آسمان کمال	نزول کرد زاوج شرف بہ برج زوال
ہمائے روح شریفش کشادہ بال برفت	ازیں نشیمن خاکی بہ آشیان وصال

پھر جعفر بن عقیل نکلے وہ بھی تیر سے شہید ہوئے اب فقط آل عبا سے حضرت امام حسین
علیہ السلام اور عبداللہ اور عباس اور جعفر اور عثمان اور محمد پانچوں بھائی اور قاسم ابن حسن
علیہ السلام بھتیجے اور علی زین العابدین اور علی اکبر اور علی اصغر تینوں بیٹے امام حسین علیہ السلام
کے رہ گئے اور محمد ابن حنیفہ اور عمر ابن علی دونوں بھائی آپ کے جو اس معرکہ میں نہ آئے تھے
باقی رہے۔ سو بقیہ آل عبا سے اول حضرت قاسم ابن حسن کہ عمر اُنکی انیس برس کی تھی مسلح
ہو کر خیمہ سے برآمد ہوئے۔ ہر چند کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے منع کیا مگر تقدیر الٰہی
کشاں کشاں فوج اعدا میں لے گئی۔ تو ایک دو نابکار بدکردار نے تلوار سے شہید کیا
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

حضرت قاسم نے خوب داد شجاعت دی اور جوانان لشکر اشقیا سے بہت بہادروں کو

نہ تنغ کیا بعد کو خود بھی شربت شہادت پیا۔

اور روایت ہے کہ نکاح سکینہ دختر امام کا حضرت قاسم سے دنتیں کے ہو۔ یک غلط اور بے سروپا ہے اُسوقت اس کام کی فرصت کہاں تھی اور موقع کہاں۔ اور یہ جو حر مشہور ہے کہ سکینہ نے دیار شام مین وفات پائی۔ یہ بھی غلط ہے وہ تو اہلبیت کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور مصعب بن زبیر کے ساتھ نکاح ہوا۔

پھر عبداللہ اور عباس اور جعفر او عثمان اور محمد پانچوں بھائی ایکے بعد دیگرے مسلح ہوکر نکلے ظالمون سے لڑکر کے شہید کیا۔ جب یہ سب شہید ہو چکے تو اُن اشقیا نے جناب سید الشہدا پر بلوہ کیا اور ایک تیر چلایا کہ حضرت کے گھوڑے سے کے لگا کہ آپ گھوڑے سے اُتر پڑے اور زمین پر بیٹھ گئے۔

بیان شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہٗ

مسلمانو حضرت امام تشنہ کام کی بیکسی اور بے بسی اور تنہائی کو غور کرو اور آپ کے اس صبر پر قربان ہو ایک سر پرستوں کا سر سے اُٹھ جانا۔ دوسرے تمامیاں پڑھا کو دیا لے وفا کی بدولت کلبہ بھر کے سرون کا کٹنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا یہ کیا قیامت بالائے قیامت ہے اور کیسی مصیبت اور آفت ساری دنیا ایک جنگل میں مٹی دم بھر میں عمر بھر کی کمائی لُٹی۔ قربان ایسی ہمت جاداد کے کہ باایں ہمہ آپ سر تسلیم جھکائے اور قدم رضا جمائے ہی رہے۔ اب کوئی باقی نہ رہا جو تصدق حضرت شاہ شہیداں ہو۔ مگر آپکی ذات بابرکات اور تینوں شاہزادون کے ایمیں سے حضرت امام زین العابدین تو بیمار ہی تھے جس وحرکت سے ناچار ہی تھے اور حضرت علی اصغر شیر خوار قابل کارزار

کمان تھے۔ البتہ منجھلے صاحبزادے حضرت علی اکبر ہمصورت پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے
یا آپ خود ذات خاص۔ پھر حضرت نے مجبور ہو کر خود میدان جانے کا ارادہ کیا اہلبیت
سے رخصت ہونے کو خیمے میں تشریف لائے حضرت عابد کو گلے لگایا اور فرمایا ؎

مرے عابد تری مظلومی کے صدقے ماما
ہم تو اب جاتے ہیں سرے لال کٹانے کو گلا
علی اکبر علی اصغر ترا حامی ہے خدا
سب کو سونپا تمہیں اور تم کو خدا کو سونپا

تابع مرضی حق اسے مرے عابد رہنا
باپ کی بیکسی اور پیاس کے شاہد رہنا

اتنے میں حضرت علی اکبر آئے روایت ہے کہ حضرت علی اکبر بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مشابہ و ہمشکل تھے چنانچہ جب کبھی اہل مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے
کے مشتاق ہوتے تو حضرت علی اکبر کو دیکھ لیتے عرض کہ حضرت علی اکبر نے سے اجازت و رخصت چاہی مگر کوئی رضی
نہ ہوتا تھا اور کسی طرح نہ مانتا تھا۔ آخر جب بہت اصرار کیا تب مجبور ہوئے تو کہا بسم اللہ لو
حضرت امام تشنہ کام نے کلیجہ تھام کے دعا دی اور اس طرح رخصت فرمایا ؎

جاؤ میداں میں اگر تجھسے جدا ہوتے ہو
آخری وقت میں افسوس جدا ہوتے ہو

حضرت علی اکبر کا سن اٹھارہ برس کا تھا آپ آراستہ ہو ہتھیار لگا کے گھوڑے پر سوار ہو کر ؎

جسوقت رزمگاہ میں اس شان سے بنا
کانپی زمیں خوف سے تھرایا آسمان
پہونچا سوار اسپ کے اوپر یہ سان
تھا شور فوج شام میں بھاگو ستمگران

لو آ علی کا آج کھڑا رزمگہ میں ہے
لڑنے کی کسکو تاب بھلا اس سپہ میں ہے

نقل ہے کہ جب اشقیائے حضرت علی اکبر کو دیکھا تو اُنکی ہیبت و جلالت شان سے

سب کی صورتین زرد ہوگئیں اور دل پانی پانی ہوگئے لشکر ابن سعد نے پوچھا ؎

این کیست سوارہ کہ بلاے دل و دین است	صد جا برانداختہ از خانۂ زین است
ماہی ست درخشندہ چو زتیت سمند است	سرو یست خرامندہ چو بر روے زمین است

عمرو بن سعد نے دیکھکر کہا کہ یہ فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہین کہ حضرت پیغمبر خدا سے مشابہ ہیں انکی شجاعت اور بہادری دیکھا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے مبارز طلب کیا کوئی شخص مقابلے پر نہ آیا آپ نے خود اُس لشکر پر حملہ کر کے بجلی کیطرح تلوار چمکائی تو لشکر تہ وبالا ہوگیا اور دس حملے حضرت نے فرمائے ہر حملہ میں فوج اشقیا کے دو تین آدمی مارے کہ تیس یا پچیس شقی آپکے ہاتھ سے مارے گئے اور ریاضت شاقہ سے پیاس نے غلبہ کیا کہ زبان مبارک خشک ہوگئی۔ لشکر مخالف سے لوٹے اور حضرت امام سے شکایت پیاس کی فرمائی کہ بابا جان مارے پیاس کے بیتاب ہوں ایک چلو پانی بھی اگر پی لیتا تو آپ دیکھتے کہ پھران اشقیا کو موت کے گھاٹ کیسا اُتارتا۔ حضرت نے فرمایا اے جان پدر کیا کرون پانی کہان سے لاؤن۔ کربلا مین جو آب ہے وہ ہمکو سراب ہے۔ سکینہ اور علی اصغر گود میں تڑپ رہے ہیں کئی روز کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ لو میری زبان منھ میں رکھ لو کہ تسکین ہو جائے۔ حضرت علی اکبر نے زبان مبارک چوسی اور پھر اعدا پر حملہ کیا۔ عمرو بن سعد نے کہا طارق بن شیت سے کہ تو جا اور اُسکا کام تمام کر آ۔ تجھکو حکومت موصل وغیرہ کی دوں گا۔ اُسنے کہا ڈرتا ہوں کہ مین فرزند رسول اللہ کو ماروں اور تو اس وعدے سے مکر جائے۔ اُسسے غلیظ قسم کھائی۔ آخر وہ ہتھیار لگا کر میدان میں آیا اور ایک نیزہ حضرت علی اکبر پر مارا۔ آپنے اُسکا وار خالی دیا اور اُسکے سینے پر نیزہ مارا۔ دو بالشت اُسکی پیٹھ سے نیزہ باہر نکل آیا۔ طارق گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔ پھر اُسکا بیٹا عمرو بن طارق آیا وہ بھی مارا گیا

پھر دوسرا بیٹا طلحہ ابن طارق آیا اُسے بھی اپنے باپ اور بھائی کی رفاقت کی پھر تو لشکر بھر میں تہلکہ پڑ گیا کہ یہ کیا ہوا عمرو بن سعد ڈرا اور مصراع بن غالب کو بھیجا وہ بھی مغلوب ہو کر مارا گیا پھر محکم بن طفیل کو بھیجا آپ نے اُسکو بھی مارا۔ لشکر میں عجب آفت برپا ہوئی۔ آپ پھر کر اپنے والد ماجد کے پاس آئے اور فرمانے لگے اَلعَطَش اَلعَطَش حضرت کا اضطراب اور جوش شفقت اُسوقت جو کچھ ہوا ہوگا اُسکو کچھ جاننے والے ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ کیا کرتے پانی کہاں سے لاتے۔ فرمایا بیٹا پانی کہاں سے لاؤں جو تمہیں پلاؤں جاؤ لڑو تمہارے جدامجد محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں پانی سے سیراب کریں گے یہ سنکر پھر آئے اور دوبارہ حملہ آور ہوئے اب اکاسی آدمیوں نے لشکر اشرار میں سے آکر گھیر لیا۔ حملہ پر حملہ کیا۔ اس مرتبہ آپکے زخم بہت لگے آخر پیچھے سے مرہ ابن سعد نے ایک تلوار ماری کہ علی اکبر زمین پر گرے ظالموں نے تلواروں سے اُس نبی کی تصویر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بیان شہادت حضرت علی اصغرؑ

جب سب بھائی بھتیجے کہ ہر ایک ثمرۂ شجرۂ رسالت و غرۂ جبہۂ ولایت تھے بھوکے پیاسے شربت پی چکے اور ساغر ما معین کف حورعین سے لے چکے اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو دائیں بائیں مردہ پڑا دیکھا اور زبان حال سے یہ کہتے سنا ؎

زمین کربلا پر فاطمہ کے پھول بکھرے ہیں	شہیدوں کی یہ خوشبو ہے کہ سب جنگل مہکتا ہے

اُسوقت آپ نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کے فرمایا اَللّٰھُمَّ تَرٰی اَنَّھُمْ مَاصَنَعُوْا اے خدا تو خوب دیکھتا ہے جو ان لوگوں نے کیا ہے

نور العین میں ہے کہ آپ خیمہ میں تشریف لائے اور اپنی بہن زینب سے فرمایا کہ اے بہن میرے چھوٹے لڑکے کو لاؤ کہیں اسکو دیکھ لوں حضرت زینب نے حضرت علی اصغر کو لا کر کہا کہ اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا ہے۔ اشقیاسے ایک جاودپانی مانگو یہ کہکر حضرت علی اصغر کو حضرت کی گود میں دیدیا۔ آپ اُسکو چومے اور پیار کرنے لگے اور وہ مارے پیاس کے کمال بیقراری میں گود سے نکلے جاتے آپ اُسکو گود میں اُٹھائے ہوئے اُن اشقیائے جفاکار کے سامنے لے گئے اور فرمایا اے ظالموم بنے توسب کو مرے ساتھیون سے مارا۔ یہان تک کہ بھائی اور بھتیجے اور بیٹوں کو بھی مارا۔ اب ایک میں تنہا گنہگار باقی ہون۔ اس طفل شیر خوار نے کیا تقصیر کی ہے اسکو ایک گھونٹ پانی کیون نہیں دیتے ہو کہ بچہ بغیر پانی کے ہلاک ہوا جاتا ہے۔ اُن جفا شعارون نے کہا کہ ہم تمکو اور تمہارے بچون کو بغیر اجازت ابن زیاد کے ایک قطرہ بھی پانی کا نہ دینگے۔ یہ گفتگو حضرت سے ہو رہی تھی کہ اس اثنا میں ایک ظالم بیرحم نے ایسا تیر مارا کہ علی اصغر کے حلق میں ترازو ہوگیا اور کسار بدر میں شہید ہوگئے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ حضرت امام حسین علیہ السلام اُس کا خون اپنے ہاتھ سے پونچھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اے اللہ میں تجھی کو اس قوم پر گواہ کرتا ہون۔ پھر پلٹ کر خیمے میں آئے اور علی اصغر کی نعش اُنکی والدہ کی گود میں دیا اور کہا لو یہ لڑکا آب کوثر سے سیراب ہوگیا اور زبان حال سے فرمایا ؎

اے فلک تیر و جوانم ہمہ رحیدی تو	طفل را ہم بہ کنارم بہ لیسدیدی تو

افسوس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن یہ لوگ کیا جواب دیں گے کہ میدان کربلا میں اپنے تئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ گو اور مسلمان ٹھہراتے تھے اور عذاب

الٰہی سے کس قدر ہیجوت وخطراور روزبازپرس سے کیسے ڈرتے تھے۔

محتشم کاشی

ترسم دمیکہ پرسش ایں ماجرا شود	دامان رحمت ارکف مردم رہا شود
ترسم کہ در شفاعت اُمت بروز حشر	خاموش ازیں گناہ لب انبیا شود
آہ ار دمیکہ سر ورلب تشنگان حسین	سرگرم شکوہ ماسوا ارتن جدا شود
فریادا زان زمان کہ رسید ادکوفیان	ہنگام دادخواہی خیر النسا شود
باشد کرار دامن محشر امید عفو	چون دادخواہ شافع روز جزا شود

کے باشد اینکہ گرم شود گیرودار حشر
تاداد اہل بیت دہد کردگار حشر

بیان واقعہ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ صَبْرًا جَزِیْلًا ۵
اے پروردگار مجھکو ان مصائب میں صبر جزیل عطا فرما۔

اور خیمہ مبارک میں تشریف لائے اور اہلبیت کو سپرد خدا کیا۔ امام زین العابدین نے عرض کیا کہ اب مجھکو بھی اجازت دیجیے تو میں بھی آپ کے سامنے شربت شہادت پیوں۔ حضرت نے فرمایا ابھی تجھے بہت سے کام درپیش ہیں اور تیری نسل قیامت تک قائم رہیگی تو میرے بعد کسی سے لڑائی نہ کرنا اور صبر وشکر میں بسر کرنا۔ ناچار امام زین العابدین اسی حالت سے خیمے میں پڑے رہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام لشکر یزید کے مقابل ہوئے خون فرزندان نے جوش مارا زندگی ناگوار ہوئی شجاعت

قدم رہوار پر سر سکایا جرأت سے قبضۂ ذوالفقار کو بوسہ دیا۔ اجل مقدمۃ الجیش جان دینے کی مصیبت ہر ایک پر درپیش ہوئی۔ غیب سے قلوب اتقیا پر یہ الہام ہوا کہ دنیا سے روسیاہ اُٹھے قعر جہنم تمہارا مقام ہوا۔ شامت اعمال سے زندگی دشوار۔ اب برسر مصاف حسین ابن علی کی ذوالفقار ہوئی۔ ادھر جگر بند اسد اللہ اقلیم تہور کے شہنشاہ نے بمقتضائے وَقَتَلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ کا نعرہ مارا اور مرنج سے ہوئے تیغ برق سے یکاد البرق یخطف ابصارهم پکارا۔ الحفیظ الحفیظ کا شور روح اعدا سے تا لا مکاں تھا بجمال شوق و جلالت ذوالجناح برسر کارزار ہوئے۔ زمانے کے اُلٹنے کا عالم ملکوت میں غل۔ قلم قدرت کو رعشہ۔ لوح محفوظ کو تزلزل ہوا۔ نیام سے حملہ ماہر سر ذوالفقا دوسر ہوا۔ حاملان عرش گھبرائے کہ چاک سینہ قمر ہوا۔ مقربان ملاء اعلیٰ چلائے خبردار کرسی کو سنبھالو۔ آثار قیامت نظر آئے برسر عرصۂ شاہ جن و بشر تھے۔ فریادیں شجر و حجر تھے شامیوں کی آنکھوں میں تاریکی شامت سے شام ہوئی اجل ہر ایک کے سر پر بیٹھ کر ہمکلام ہوئی۔ پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فضائل بیان فرمائے و کلمات نصیحت و ہدایت سنائے۔ پھر مبارز طلب کیا کسی کی جرأت نہ پڑی حالانکہ حالات جناب امام مظلوم یہ تھے

مولا پہ کچھ عجب غم و ہم کا ہجوم تھا فکر حرم و فور عطش رنج اقربا	وہ ضعف پیری اور وہ فوجوں کا سامنا داغ برادر و غم فرزند مہ لقا

دریائے فکر میں دل غمدیدہ غرق تھا
خم تھا کمر میں اور بصارت میں فرق تھا

رستم بھی ہو تو ایسی جگہ چھوٹ جائے دل ہو جائے آب سنگ بھی ہو گر بجائے دل	مشکل ہے ان غموں میں جو آرام پائے دل کوئی سوائے شاہ کہاں سے یہ لائے دل

قبضے پہ ہاتھ رخ سوئے افواج شوم ہے
تیور یہی ہیں گویا غموں کا ہجوم ہے

قرباں رعب و جرأت شاہ ستم شدہ امم
ہر سمت سے سپہ کو دبائے ہیں اک قلم
تنہا ادھر ہیں آپ ادھر لشکر ستم
بڑھتے ہیں جب فوج کے ہٹتے ہیں قدم

سرہم مزاج سے ہے تعلق بوتراب کا
تیر خدا کا غیظ ہے غصہ جناب کا

نعرہ یہ ہے کہ او پسر سعد نحس و شوم
جاری عرب میں رسم تھی جنگی علی العموم
یہ بزدلی کہ ایک پہ یوں - اور اس قدر ہجوم
سب تیرے ساتھ بھول گئی فوج شام و روم

جہاں سے نقص واہ طریقہ ہے کون سا
تنہا سے مل کے جنگ شیوہ ہے کون سا

حضرت امام علیہ السلام نے قبضے پر ذوالفقار حیدر کرار کے ہاتھ رکھا۔ نیام سے باہر نکالی ایک ہاتھ سے عنان ذوالجناح سنبھالی گروہ اشقیا میں خبردار ہو تیار کہتے ہوئے بجلی کیطرح جا پڑے گویا نقل حیدر کرار در خیبر پر جا اڑے تیروں نے جانا کہ سفر اور مقر ہمارا اب دار فنا ہے سر تن سے جدا ہے ہدف تیر بلا ہوئے اور ہیبت سے اعدا خود بخود جان کھونے لگے سر پر جسکے وہ تیغ دوسرائی دوپارہ کر کے کوستا یا سرائی جس پر حملہ اک بارہ ہوا صدمہ رعب سے بند بند اسکا پارہ ہوا۔ تیغ تھی یا برق تھی یا سد غضب تھی یا شرق تھی۔ سیروں کا ابر اشقیا کے دلوں سے صبر اٹھا تاریکی چھا گئی قیامت آگئی۔ تلوار تھی یا صاعقہ قہر خالق جبار تھی جو سروں کے انبار ہزاروں تن تنہا بیکار ہوئے اگر جو دیر بڑھی جو سر کے کلیجے پر اترتی جس طرف منہ اٹھایا قضا نے سر ستم لا جھکایا حیات

اسرار کا بیت داس جیاک ہوا فرس زمیں پر جو گرا تو وہ خاک ہوا سہ

وصف تیغ از میر انیس

تھا صورت آئینہ تمام اس کا بدن صاف — جوں بیتی تھی پر دیکھو تو متھ صاف ہیں صاف
چلتی تھی جو بس بس یہ نکلتا تھا سخن صاف — ہو جیں تو وہ جاروب کہ کر دیتی ہیں رن صاف

نا اہل تیغ نامرد ہیں ناپاک ہیں اعدا
ہیں برق غضب تیغ جس وجہ سے ہیں اعدا

سر سے جھلم کا کاٹ کے گردن میں در آئی — گردن سے سرکنا تھا کہ جوشن میں در آئی
جوشن سے گزرنا تھا کہ پس تن میں در آئی — تن سے ابھی اتری تھی کہ توسن میں در آئی

تھا کوئی کیا تیغ صفا کے نیچے
اک برق غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

تیری کبھی کہ خون میں بہا کر نکل آئی — ٹھہری کبھی غوطہ کبھی کھا کر نکل آئی
کاٹی جو زرہ موج میں جا کر نکل آئی — منجدھار سے دو ہاتھ لگا کر نکل آئی

کیا ڈر اُسے طوفان کا جو چالاک ہو ایسا
جب باڑھ یہ دریا ہو تو پیراک ہو ایسا

دم بھر نہ ٹھہرتی تھی عجب طرح کا دم تھا — تیری یہ جیسے باز تھا سر اُن کا قلم تھا
ناگن میں نہ یہ رہی نہ افعی میں یہ سم تھا — یہ فتح کی جویا تھی قدا سو اسطے خم تھا

اصل تلسر کے حق سے کہتے ہیں اکثر
جو صاحب جوہر ہیں جھکے رہتے ہیں اکثر

کہتے ہیں کہ چار سو دس پیادے آنحضرت کے ہاتھ سے مارے گئے - یہ حال تمرد بیگرا در

ابن سعد دیکھ رہے تھے اور کہتے تھے کہ ہمنے حسینؑ کا سا بطور شجاعت اور مردانگی میں نہین دیکھا۔ کہ سب اہلبیت اُسکے شہید ہوگئے ہین اور خود زخمون سے چور ہین اور اتنی فوج گھیرے ہے اور پیاس کی شدت ہے مگر لڑنے سے باز نہین آتے۔ آخرش لشکر کے لوگ سخت تنگ آئے اور کسی کے ہوش وحواس باقی نہ رہے اور سب نامرد مقابلے سے جی چرانے لگے تو سرداران لشکر نے دیکھا کہ لڑائی بگڑی۔ قریب ہے کہ سب لوگ بھاگ کھڑے ہون تب شمر ذی الجوشن نے یہ حیلہ کیا کہ چند آدمی مخصوص لیکر خیمہ کے قریب پہونچا اور حضرت کے بیچ میں حائل ہوگیا ؎

آہ از دمیکہ لشکر اعدا نہ کردہ ستم	کردند رو بہ خیمہ سلطان کربلا
آن دم فلک برآتش غیرت سپند شد	کز خوف خصم در حرم افغان بلند شد

حضرت نے یہ حال دیکھکر نعرہ مارا کہ وَيحَكُم يَا شِيعَةَ الشَّيطَانِ حرم محترم رسول خدا کی طرف کیون جاتے ہو اور میری عورتوں کو کس واسطے ایذا پہونچاتے ہو۔ مین تم سے لڑتا ہون یا عورتین۔ تمکو فقط میرا قتل کرنا منظور ہے۔ عورات نے مقصود تمہارا کیا لیا ہے۔ خیمے کو چھوڑو اس ستمگاری سے مُنہ موڑو۔ عترت رسول اولاد بتول ہین۔ اگر زیادہ دل دُکھا آہ کرینگی تو دیکھیو عالم ملکوت اور جبروت سیاہ کرین گی آگے نہ بڑھو زیادہ گستاخی نہ کرو۔ ڈرو کہ سامان مرگ تیار مدفن تمہارا یہی دشت پرخار ہے ایسا نہو کہ یہ طبقہ اُلٹ جائے اور تمام لشکر تمہارا آپس میں لڑ کر کٹ جائے۔ اس کلام سے کچھ ایسی ہیبت اُس شقی کے دل میں سمائی کہ پھر لوٹنے کے کچھ نہ بن آئی۔ آخر لوگوں سے کہا کہ عورتوں سے متعرض نہو اور اُدھر سے فوج کو پھیر کر حضرت امام حسین علیہ السلام پر جھکا دی کہ دونون طرف سے امام علیہ السلام گھر گئے اور چارون طرف سے تیر او

تیر سے برسے لگے۔ حتے جسم شریف زخموں سے چور ہو گیا اور اتنے زخم لگے کہ اُن کا شمار دشوار ہوا۔

مولوی برہان الدین صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جسم اطہر امام علیہ السلام میں ۳۳ زخم تیر سے اور تیر کے اور اسیقدر بلکہ اس سے زیادہ تیغ کی ضربیں لگی تھیں اور یافعی بھی ضرب تیغ کو ۳۳ لکھتے ہیں

تذکرہ مطابس الجوزی میں ہے کہ آپکے جسد مطہر پر ۳۳ زخم نیزون کے اور ۳۴ یا ۴۴ زخم تلوار کے تھے اور آپکے پیراہن شریف میں ایک سو اکیس سوراخ تیر کے تھے۔ انتہی

ابن حجر مکی نے شرح قصیدۂ ہمزیہ میں لکھا ہے کہ آپکے ۳۳ زخم تیر سے اور ۳۴ ضربین تلوار کی لگی تھیں پھر اُسکے ساتھ پیاس کا غلبہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ نصر ابن خرشتہ سر مبارک کاٹنے لگا۔ کاٹ سکا۔ تب خولی ابن یزید اترا اُس نے سر کاٹا۔ حقیقت یہ ہے کہ نصر ابن خرشتہ کس طرح کاٹ سکتا۔ یہ شقاوت تو ازل میں خولی ابن یزید کی تقدیر میں لکھی تھی اُسی سے صادر ہوئی۔

اور بعض روایت میں لکھا ہے کہ شبل ابن یزید نے سر کاٹا اور اپنے بھائی خولی کو دیا یہ سانحہ بعد زوال آفتاب نقطہ دائرہ نصف النہار سے کہ جزو اول احرام نماز ظہر کا ہے دسویں محرم روز جمعہ سنہ ۶۱ ہجری میں واقع ہوا اور گویا یہ حال اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ تکبیر افتتاح آپ نے گھوڑے کی پیٹھ پر شروع کی اور جب کثرت جراحات سے جھکے تو رکوع ہوا اور جب زمین پر آئے تو وہ سجدہ تھا۔ غرض اس ہیئت مجموعیہ سے نماز ظہر ادا کر کے خلد برین کے منتظرین کا رفع انتظار کیا۔

روایت ہے کہ جبتک حضرت امام حسین علیہ السلام پشت زین پر تھے کسی

شقی کی جرأت نہوئی کہ آسکے پاس آکر تلوار سے مقابلہ کرے ملکہ سب کے کی دیر تک یہ آسکا
فقط تیروں سے مارتے تھے اور جب تن مبارک کثرت جراحات سے مضمحل ہوا تب بھی
کسی نامرد کی یہ جرأت نہ پڑی کہ اب تلوار کا حربہ کرے اس حالت میں شمر شقی نے اپنے
سواروں سے کہا کہ وقت تمہاری بہادری پر کہ یہ شخص زخموں سے چور چور ہے اور
کوئی مقابلے پر نہیں جاتا۔ اس پر تو کوئی نہ گیا۔ مگر تیروں اور نیزوں کا تار باندھ دیا۔
یہاں تک کہ ایک شقی کا تیر حلق مبارک پر لگا کہ حضرت شہید ہو کر گھوڑے سے گرے اور
اسی حال میں شمر نامرد نے چہرۂ مبارک پر تلوار ماری پھر سنان ابن انس نخعی نے
نیزہ مارا اور خولی ابن یزید سر کاٹنے کو اترا اُسنے سر کاٹا اور اپنے بھائی کو دیا
اور قیس ابن اشعث نے پیراہن شریف تن مبارک سے اتار لیا اور جلیب
ابن امویل نے تلوار حضرت کی اپنے قبضے میں کی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

	محتشم کاشی	
کشتی شکست خوردہ طوفان کربلا		درخاک و خون فتادہ بہ میدان کربلا
گرچشم روزگار بروفاش می گریست		خون می گذشت از سر ایوان کربلا
	ایضاً	
چون خون ز حلق تشنۂ او بر زمین رسید		جوش از زمین بذروۂ عرش برین رسید
نخل بلند او چو خسان بر زمین زدند		طوفان بہ آسمان ز غبار زمین رسید
باد آن غبار تا بہ مزار نبی رساند		گرد از مدینہ بر فلک هفتمین رسید
یکبار جامہ در خم گردون بہ نیل زد		چون این خبر بعیسی گردون نشین رسید
پر شد فلک ز غلغلہ چون نوبت خروش		از انبیا بحضرت روح الامین رسید

تادامن جلال جہاں آفریں رسید		گردایں خیال وہم غلط کارکاں عبا
	ہست یا اگرچہ بری ذات ذوالجلال اودر دل ست و ہیچ دلی نیست بے ملال	

سرالشہادتین میں ہے کہ ابن عساکر نے امام حسن علیہ السلام کے پوتے محمد ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ ہم امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے کربلا کی و بہر ان یعنی فرات کے دونوں سوتوں پر کہ کربلا واقع ہیں سو دیکھا امام نے شمر ذی الجوشن کو اور فرمایا سچا ہے اللہ اور اسکا رسول فرمایا تھا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گویا میں دیکھتا ہوں کہ کتا ابلق منھ ڈالتا ہے میرے اہلبیت کے خون مین اور تھا شمر کوڑھی یعنی حضرت نے جو فرمایا تھا کہ قاتل اہلبیت کا سفید داغ والا ہوگا۔ سو وہ شخص یہی ہے اور فی الواقع یہ شقی بہ نسبت اوروں کے زیادہ تر حریص خون اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اگرچہ امام کو مین کے قتل مین اکثر اشقیا شریک تھے الا پرواز روح مبارک کا ملاء اعلی کو شمر بدگہر کی تلوار سے اور سنان ابن انس کے نیزے لگنے کے ساتھ ہی واقع ہوا۔ اسی جہت سے یہ دونوں قاتل مشہور ہیں۔

اور شیخ علی متقی ابن شیخ حسام الدین الہندی ثم المکی جنکا انتقال ۹۷۵ھ ہجری میں ہوا اپنی کتاب کنز الاعمال فی سنن الاقوال والافعال میں لکھتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلق کتا میرے اہلبیت کے خون میں منھ ڈالتا ہے روایت کیا اس حدیث کو ابن عباس نے

رسالہ نور العین مین ہے کہ عمامہ مبارک عمرو بن یزید نے لیا اور چادر یزید بن ثبل نے اور زرہ و خاتم سنان ابن انس نخعی نے اور نعل شریف محمد بن اشعث

کندی سنے اور تلوار مالک ابن نسیر سے اور سراویل بحیی بن کعب سے واللہ اعلم انتہی

اس روز عمر شریف چھپن برس پانچ مہینے کئی روز کی تھی اور صحیح یہ ہے کہ ولادت آنجناب مدینہ منورہ میں پانچویں شعبان سکے ہجری میں ہوئی اور شہادت روز روز جمعہ دسویں محرم بمقام کربلا ہوئی۔ اور چھ اولاد ذکور اور تین اناث اور نسل آنحضرت حضرت امام زین العابدین سے باقی رہی۔

واقعہ بعد شہادت و روانگی اہلبیت بطرف کوفہ

القصہ جب شجرۂ رسالت و دوحۂ نبوت تیغۂ ظلم سے کاٹا گیا تو شمر اور ابن سعد نے خیمۂ اہلبیت لوٹ لیا اور بارہ آدمی کہ اہلبیت نبوت مع زنان واطفال باقی رہے تھے قید کر لیے اور جو کچھ اسباب ملا لوٹ لیا۔ جب نظر اُنکی علی ابن حسین یعنی امام زین العابدین علیہما السلام پر پڑی تو شمر شقی نے چاہا کہ اُنکو بھی شہید کرے۔ ایک شخص نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ کافرون کے لڑکون کو بھی نہین مارتے ہیں اور یہ تو مسلمان کا لڑکا ہے اور بیمار ہے۔ شمر بدبخت نے کہا کہ ابن زیاد کا یہ حکم ہے کہ کوئی لڑکا آل عبا کا باقی نہ رہے اُسنے کہا تو ان سب کو ابن زیاد کے پاس روانہ کرو جیسا چاہے کرے یہان نہ مارو تب شمر باز رہا۔ شمر اور ابن سعد نے صلاح کر کے تن مبارک سید الشہدا پر گھوڑے دوڑائے اور بھی بیس مردودون نے گھوڑے دوڑا کر لاش کو روندا کہ ہڈیان تن مبارک کی چور چور ہو گئین اُسی دن اہلبیت نبوت کو بے پردہ اونٹون پر سوار کرا کے مع سر مبارک سید الشہدا اور کئی سر شہدا کربلا کے نیزے پر رکھکر بشیر ابن مالک اور خولی بن یزید کے ساتھ ابن زیاد کے پاس کوفہ کو روانہ کیا اور خود ابن سعد نے ایک دن کربلا میں مقام

کیا اور اپنے مقتولوں کو وہیں گور وکفن کیا اور لاش نے حضرت امام علیہ السلام مع اور
لاشوں کے وہیں پڑی رہیں وہی بعض کتابوں میں ہے کہ بارہویں تاریخ ماہ محرم کو شہیدوں
کے سروں کو برچھوں اور نیزوں پر چڑھاکر میدان کربلا سے کوچ کیا اہلبیت اطہار
اسکے پیچھے ظلم میں گرفتار سربرہنہ کی بے ادبی سے کسف بے کجاوہ اونٹوں پر سوار
تھے۔ آگے آگے شہیدوں کے سر سر دار نیزوں پر موودار پیچھے پیچھے حضرت زینب وغیرہ اور عابد بیمار
خوف کے مارے کسی سے بول سکتے سکتے کی حالت میں ہر ایک کا منہ تکتے تھے جس
وقت میدان کربلا میں ہوکر اہلبیت کا گذر ہوا اسوقت شہیدوں کی لاشوں کو خاک و خون
میں پڑا دیکھکر کسی سے ضبط گریہ نہ ہوسکا نعش امام علیہ السلام کو دیکھکر عابد نے کہا۔ لا اعلم

زین نور بطہ خوش فتادہ می بینم		سوار دوش رسول خدا سلام علیک
رشتگی بدہاست زماں می گردید		زمان قدرت تاکب خدا سلام علیک
برسائے ناوک ۰۰۰ کردہ سینہ سپر		تواں ماروسے تیر خدا سلام علیک
مقیم جنت ماوی شہید راہ خدا		غریب کوفہ وکرب وبلا سلام علیک

	از محتشم کاشی	

برحرنگاہ جو ں رہ آں کاروان فتاد		شور نشور واہمہ را در گماں فتاد
ہم بانگ نوحہ غلغلہ در شش جہت فگند		ہم گریہ بر ملائک ہفت آسماں فتاد
ہرجا کہ بود آہوسے از دشت پا کشید		ہرجا کہ بود طائرسے از آشیان فتاد
ہرچند بر تن شہدا چشم کار کرد		بر زخم ہاسے کاری تیغ وسناں فتاد
۔ے اختیار نعرۂ ہذا حسین از و		سرزد چناں کہ آتش از و در جہاں فتاد

	پس بار ماں بر گلہ آں نصۃ البتول	

رو کرد در مدینه کہ یا ایہا الرسول

این کشتۂ فتادہ بہ ہامون حسین تست	این صید دست و پا زدہ در خون حسین تست
این نخل تر کز آتش جانسوز تشنگی	دود از زمین رساندہ بہ گردون حسین تست
این ماہی فتادہ بہ دریای خون کہ ہست	زخم از ستارہ بر تنش افزون حسین تست
این غرقۂ محیط شہادت کہ روی دشت	از موج خون او شدہ گلگون حسین تست
این خشک لب فتادۂ ممنوع از فرات	کز خون او زمین شدہ جیحون حسین تست
این شاہ کم سپاہ کہ با خیل اشک و آہ	خرگاہ ازین جہان زدہ بیرون حسین تست
این قالب تپاں کہ چنیں ماندہ بر زمین	شاہ شہید ماندہ مدفون حسین تست

پس روی در بقیع بہ زہرا خطاب کرد

وحش زمین و مرغ ہوا را کباب کرد

کای مونس شکستہ دلان حال ما ببین	ما را غریب و بیکس و بی آشنا ببین
تہای کشتگاں ہمہ در خاک و خوں نگر	سرہای سروران ہمہ بر نیزہا ببین
آن سر کہ بود بر سر دوش نبی مدام	یک نیزہ اش ز دوش مخالف جدا ببین
وان تن کہ بود پرورش در کنار تو	غلطاں بہ خاک معرکۂ کربلا ببین
در حلد بر حجاب دو کون آستیں فشاں	اندر جہان مصائب ما برملا ببین
نی نی در آ چو ابر خروشاں بہ کربلا	طغیان سیل فتنہ و موج بلا ببین

یا بضعۃ الرسول ز ابن زیاد داد

کو خاک اہلبیت رسالت بباد داد

منقول ہے کہ تیسرے دن قریہ غاضریہ کے لوگ جو ایک موضع کنارے فرات کے

واقع ہے آئے اور تن مبارک سید الکونین امام حسین علیہ السلام ایک جگہ دفن کیا اور
عباس و علی و محمد و عبد اللہ و جعفر فرزندان حیدر کرار و قاسم ابن حسن و عبد اللہ ابن حسن
و ابوبکر ابن حسن و عمر ابن حسن و علی اکبر و عبد اللہ عرف علی اصغر پسران حسین علیہم السلام
و محمد و عون پسران زینب بنت فاطمہ علیہم السلام یعنی عبد اللہ جعفر طیار کے بیٹے و عبد اللہ
و عبد الرحمن و جعفر تینوں بیٹے عقیل ابن ابی طالب کے پہلو سے امام حسین علیہ السلام
میں دفن کیے۔ صرف عباس ابن علی کہ علم بردار تھے اُن کا روضہ ایک تیر پرتاب کے
فاصلے پر واقع ہے اور اولاد مہاجرین و انصار اور جو لوگ کہ اُس دن شہید ہوئے
تھے ایک جا مدفون ہوئے ہیں۔ ارہدایۃ الکونین

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا
يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا
دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ لَمْ اَزَلْ
اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْيَوْمِ فَاُحْصِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتَ فَاُجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ رواہ احمد

مشکوۃ المصابیح میں ہے کہ امام احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا ابن
عباس نے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا
بال بکھرے ہوئے گرد آلودہ ہاتھ میں شیشہ خون کا بھرا ہوا میں نے کہا یہ کیا ہے فرمایا
کہ حسین اور اُسکے ساتھیوں کا خون ہے میں اُسے اُٹھاتا ہوں۔ آج صبح سے ابن
عباس کہتے ہیں میں نے وہ وقت اور دن یاد رکھا۔ یہاں تک کہ مجھکو خبر ہو پہنچی کہ
حسین شہید ہوئے اُسی دن یعنی جس دن یہ خواب دیکھا تھا۔

اور حاکم اور بیہقی نے حضرت اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے

کہ کہا اُنھوں نے میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کہ آپ کا سر و ریش مبارک خاک آلود ہے میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے یا رسول اللہ فرمایا کہ میں مقتل حسین پر ابھی گیا تھا ابھی اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کی ہے

عَنْ سَلْمٰی قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ وَهِیَ تَبْكِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْكِیْكِ قَالَتْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِیْ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاْسِهٖ وَلِحْیَتِهٖ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ اس حدیث کو ترمذی نے سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور کہا حدیث غریب ہے اور سلمیٰ ایک عورت تھی جو کہ خدمت ازواج مطہرات کی خدمت کرتی تھی اور دایہ ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور اسی نے غسل دیا تھا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اور زہرا بھی اسماء بنت عمیس کے اور کہا سلمیٰ نے کہ آئی میں ایک روز ام سلمہ کے پاس تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں میں نے پوچھا کیوں روتی ہو کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا سر و ریش مبارک خاک آلودہ ہے میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے یا رسول اللہ فرمایا کہ مقتل حسین پر ابھی گیا تھا ابھی

فائدہ پوشیدہ نہ رہے کہ وفات ام سلمہ کی ۵۹ھ ہجری میں ہے اور بعضوں نے کہا ۶۲ھ ہجری میں اور قول اول صحیح تر ہے اور شہادت امام علیہ السلام کی ۶۱ھ ہجری میں ہے اگر قول دوسرا صحیح ہے تو کچھ اشکال نہیں اور بموجب قول اول کے بھی کچھ اشکال نہیں اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے وقوع اس

واقعہ کے اُسکے خواب میں دکھایا ہو اور لعلّا آنفا یعنی اب کہا باعتبار تحقق اسکے کے ہے اُسوقت ہین۔ از اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ اور صواعق محرقہ میں بھی یہ روایت صحیح ترمذی سے نقل ہے۔ اور صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ فرماتی تھیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز جنی سُنی کہ کوئی کہتا تھا ؎

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جَهْلاً حُسَيْناً		أَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْكِيلِ
قَدْ لُعِنْتُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ		وَمُوسَى وَحَامِلِ الْإِنْجِيلِ

یعنی اے قتل کرنے والو امام حسین کو ناحق سے بشارت ہو تمہیں عذاب اور خرابی کی بیشک تم ملعون ہوئے داؤد اور موسیٰ اور عیسیٰ کی زبانوں پر۔

اظہار السعادت میں ہے کہ کتب صحیحہ تواریخ میں ہے کہ جب مروان نے بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھا اور آپکی شہادت سے اظہار شماتت کیا تو اُس رات اور دن میں مدینے والے یہ آواز مذکور سنتے تھے اور کہنے والا معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کون ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کی کتب سابقہ میں بھی مذکور ہو چکی تھی اور قاتلان امام علیہ السلام انبیاء کرام کی زبانوں پر بھی ملعون و مردود ہو چکے تھے۔ اور ابو نعیم نے حبیب ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا میں نے سُنا جنوں کو کہ روتے تھے امام حسین علیہ السلام پر یہ اشعار پڑھ کر ؎

ترجمہ	مَسَحَ النَّبِيُّ جَبِينَهُ	فَلَهُ الْبَرِيقُ فِي الْخُدُودِ	
	أَبَوَاهُ فِي عُلْيَا قُرَيْشٍ	وَجَدُّهُ خَيْرُ الْجُدُودِ	
	اس حسین کو نبی نے جو ماتھا	تھی چمک کیا ہی اُسکے چہرے پر	

اُسکے ماں باپ تھے قریش کی جاں	اُسکا نانا جہاں سے بہتر

شیخ ابن حجر عسقلانی نے تسدید القوس مین لکھا ہے کہ جواب دیا مرثیہ جوانون کو قبیلہ ہمدان کے ایک مرد نے۔ ؎

جَرُّوا بِهِ وَقَدْ وَالَيْهِ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّهِمْ	فَهُمْ بِهِ شَرُّ الْوُفُودِ سَكَنُوا بِهِ نَارَ الْخُلُودِ

یعنی باہر آکے اُسکے ساتھ اور پیوستہ ہوئے پہلے اُسکی طرف پس وہ بدترین وفود ہین کہ قتل کیا ایسے نبی کے نواسے کو اور رہنے اُسکے سبب سے ہمیشہ کی آگ میں یعنی دوزخ ہیں۔

عَنْ حَبِيبِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا سَمِعْتُ نَوْحَ الْجِنِّ مُنْذُ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اللَّيْلَةَ وَمَا أَرَى ابْنِي إِلَّا قَدْ قُتِلَ يَعْنِي الْحُسَيْنَ فَقُلْتُ لِجَارِيَةٍ اُخْرُجِي فَاسْئَلِي فَأَخْبَرَتْ أَنَّهُ قَدْ قُتِلَ وَإِذَا الْجِنَّةُ تَنُوحُ ؎

أَلَا يَا عَيْنُ فَانْهَمِلِي بِجُهْدٍ عَلَى رَهْطٍ تَقُودُهُمُ الْمَنَايَا	وَمَنْ يَبْكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِي إِلَى مُتَجَبِّرٍ فِي مُلْكِ عَهْدِي

اخرجہ ابونعیم نے حبیب ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے کہا میں نے نہین سُنا رونا جنون کا جب سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ مگر آج کی رات تو میں نے جانا کہ میرا بیٹا حسین شہید ہوا۔

پھر کہا اُم سلمہ نے اپنی لونڈی سے کہ تو گھر سے نکلکر پوچھ اُسنے پوچھا تو معلوم ہوا کہ حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور جن یہ کہکر رونے لگے۔

ترجمہ یعنی اے آنکھ کوشش کرکے اس واقعہ پر رولے۔ میرے بعد کون ان شہیدون

رروئے گاان شہیدوں کو موت کھینچ کر ایسے ملک و رہا ہیں ان ظالموں کے پاس لائی۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّهُ يَوْمَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ لَمْ يُقْلَبْ حَجَرٌ مِنْ أَحْجَارِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ إِلَّا وُجِدَ تَحْتَهُ دَمٌ عَبِيطٌ أخرجه البيهقي وابونعيم والطبرانی فی الکبیر۔

اور بیہقی اور ابونعیم نے اور طبرانی نے کبیر میں زہری سے روایت کی ہے کہ جس دن شہید ہوئے امام حسین علیہ السلام تو اُس دن جو پتھر بیت المقدس میں اُٹھایا گیا اسکے نیچے خون تازہ نہایت سُرخ نکلا۔ یہ روایت سر الشہادتین میں لکھی ہے۔

اور بیہقی نے اُم حبان سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہیں جس دن شہید ہوئے امام حسین علیہ السلام اندھیرا رہا ہم پر تین دن اور جس نے منہ پر زعفران ملی اُسکا منہ جلگیا از سر الشہادتین۔

عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ قَالَ أَصَابُوا إِبِلًا يَوْمَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَنَحَرُوهَا وَطَبَخُوهَا فَصَارَتْ مِثْلَ الْعَلْقَمِ فَمَا اسْتَطَاعُوا أَنْ يُسِيغُوا مِنْهَا شَيْئًا

اخرجه البیہقی وابونعیم۔

جمیل بن مرہ سے بیہقی اور ابونعیم نے روایت کی ہے کہ یزیدیوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دن ایک اونٹ پایا یعنی لشکر حسین سے تو اُس کو ذبح کیا اور پکایا تو ایسے کڑوے ہو گئے جیسے اندرائن کا پھل یعنی حنظل کوئی شخص اُنمیں سے کچھ نہ کھا سکا۔

اور تحریر الشہادتین میں ہے کہ ترجمہ صواعق میں لکھا ہے کہ ایک قافلہ درس بھر کے میں سے عراق کو جاتا تھا۔ راہ میں یزید کے لشکریوں کا ساتھ ہو گیا تو اُنکی شامت سے اُنکی

اُنکی ورس راکھ ہوگئی اور جس اونٹ کو ذبح کیا اُس سے آگ نکلی - ورس ایک زرد رنگ
کی گھاس ہے جس سے کپڑا رنگتے ہیں - ولایت یمن میں اکثر جگہوں سے یہ گھاس آتی ہے
جو ایک برس بوتے ہیں تو دس برس رہتی ہے - اُسکی پتی تل کی پتی سے تابہ ہوتی ہے
ازریاں قاطع

اور بیہقی نے علی بن مسہر سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا میں نے سنا اپنی
دادی سے وہ کہتی تھی کہ میں لڑکی جوان تھی - جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے
تو میں نے دیکھا کہ چند روز آسمان اُن پر رویا - ازاستشہادتین

عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي قَالَتْ كُنْتُ أَيَّامَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ
جَارِيَةً شَابَّةً فَكَانَتِ السَّمَاءُ أَيَّامًا تَبْكِي لَهُ - أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ -

اور بیہقی نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے
کہ میری دادی بیان کرتی تھیں کہ میں امام حسینؑ کی شہادت کے دن جوان لونڈی تھی اور
آسمان اُنکے لیئے کئی دن تک روتا رہا -

أَخْرَجَ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّ السَّمَاءَ مَكَثَتْ بَعْدَ قَتْلِهِ سَبْعَةَ أَيَّامٍ تُرَى
عَلَى الْحِيطَانِ كَأَنَّهَا مَلَاحِفُ مُعَصْفَرَةٌ وَأَنَّ الدُّنْيَا أَظْلَمَتْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ
ثُمَّ ظَهَرَتِ الْحُمْرَةُ فِي السَّمَاءِ - ازصواعق محرقہ -

عثمان بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ سات دن آسمان رویا
بعد قتل امام حسین علیہ السلام کے اور اُسکی سرخی سے دیواریں معلوم ہوتی تھیں کہ لحاف کسم
میں رنگی ہوئی ہیں اور بیشک دنیا میں تین دن تک اندھیرا رہا پھر آسمان پر سرخی نمودار ہوگئی -

اور ابن جوزی و ابن سیرین سے روایت ہے کہ تین دن عالم میں تاریکی رہی بعد

اُسکے آسماں سرخ ہوگیا۔ اور ثعلبی سے منقول ہے کہ آسماں حضرت امام حسین علیہ السلام پر رویا اور چھ مہینے تک اُسکی نشانی رہی یعنی سرخی۔ از تحریر الشہادتین

صواعق محرقہ میں ہے اَخْرَجَ الثَّعْلَبِیُّ اَنَّ السَّمَآءَ بَکَتْ وَبُکَاؤُھَا حُمْرَتُھَا وَقَالَ غَیْرُہٗ اَحْمَرَّتْ اٰفَاقُ السَّمَآءِ سِتَّۃَ اَشْھُرٍ بَعْدَ قَتْلِہٖ ثُمَّ لَا زَالَتْ تُرٰی بَعْدَ ذٰلِکَ یعنی ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آسماں روتا رہا اور اُسکا رونا سرخی کا نمودار ہونا ہے اور ثعلبی کے سوا اور لوگوں نے لکھا ہے کہ آسمان کے کنارے آپکے قتل کے بعد چھ مہینے تک سرخ رہے۔ پھر ہمیشہ وہ سُرخی نمودار ہونے لگی۔

اور صواعق محرقہ میں ہے عَنْ اِبْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَنَّ الْحُمْرَۃَ الَّتِیْ مَعَ الشَّفَقِ لَمْ تَکُنْ حَتّٰی قُتِلَ الْحُسَیْنُ اور ابن سیرین کہتے ہیں کہ شفق کی سرخی بعد قتل امام حسین علیہ السلام کے ظاہر ہوئی ہے پہلے اسکا وجود نہ تھا۔

ذَکَرَ ابْنُ سَعْدٍ اَنَّ ھٰذِہِ الْحُمْرَۃَ لَمْ تُرَ فِی السَّمَآءِ قَبْلَ قَتْلِہٖ صواعق محرقہ میں ہے کہ ابن سعد اپنی طبقات میں لکھتے ہیں کہ یہ سرخی آسماں پر جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔

قَالَ سِبْطُ ابْنِ الْجَوْزِیْ حِکْمَتُہٗ اَنَّ غَضَبَنَا یُؤَثِّرُ حُمْرَۃَ الْوَجْہِ وَالْحَقُّ تَنَزَّہَ عَنِ الْجِسْمِیَّۃِ فَاَظْھَرَ تَاْثِیْرَ غَضَبِہٖ عَلٰی مَنْ قَتَلَ الْحُسَیْنَ بِحُمْرَۃِ الْاُفُقِ صواعق محرقہ میں ہے کہ سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ اس سرخی کے نمودار ہونے میں حکمت یہ ہے کہ جب کوئی غضبناک ہوتا ہے خون جوش کرتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ جل شانہ عوارض جسمانی سے مانند غضب

اور غصہ وغیرہ کے پاک ہے سو اُسکے واسطے اظہار غضب تمام آسمان کو سُرخ کردیا اور اُسکا نشان تاقیامت قائم رکھا۔

اصل یہ ہے کہ ایسا سانحہ ہوش ربا اور اس طرح کا معرکۂ عترت از حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اُسوقت تک کسی نبی کی اہلبیت پر نہیں گذرا ہے پھر خون ہونا آسمان کا اور زمین کا اور تیرہ وتاریک ہونا عالم کا اور ٹپکنا خون کا شجر اور حجر سے اور دیوار و در سے کیا تعجب ہے بلکہ اگر اُسیدم قیامت قائم ہوجاتی اور ہر ایک شقی اپنی سزا کو پہونچتا تو عجب نہ تھا۔ مگر زمانہ موعود قریب ہے اور خداوند کبریا نے ہر ایک چیز کا ایک وقت مقرر کردیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ ایک سائل کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں تشریف فرما ہوئے ہیں تو اُسکے ہمراہ تین فرزند خاص تھے اول علی اوسط امام زین العابدین بعمر بائیس برس کہ بیمار رحمیہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے اور شہید نہیں ہوئے۔ دوسرے حضرت علی اکبر بعمر اٹھارہ برس جو شہید ہوئے تیسرے علی اصغر شیر خوار کہ شہید ہوئے۔ اور اُسکے نام میں اختلاف ہے بعضے عبداللہ کہتے ہیں اور بعضے جعفر اور بعضے علی اصغر۔ اور ایک بیٹی سکینہ نام بعمر ہفت سالہ کہ حضرت امام قاسم ابن حضرت امام حسن علیہ السلام سے منسوب تھیں کربلا میں ہمراہ تھیں۔ روایت اُسکے نکاح کی سراپا غلط ہے۔ اور وفات سکینہ راہ شام میں بھی غلط ہے کیونکہ وہ بعد معرکۂ کربلا مدت تک زندہ رہیں اور مصعب بن زبیر سے منکوحہ ہوئیں۔ یہ زبیر برادر پھوپھی زاد حضرت علی مرتضی اور صحابی رسول خدا تھے اور دختر کلان حضرت امام حسین علیہ السلام فاطمہ صغری نام اپنے شوہر کے پاس یعنی حضرت حسن مثنی بن امام

حسن علیہ السلام کے مدینہ منورہ مین رہ گئیں تھیں کربلا مین بہین آئی تھین اور ام والدہ
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ شہربانو ملقب بہ شاہ زنان بنت یزدجرد بن شہریار
بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا اور نام مادر علی اکبر لیلیٰ دختر ابی مرہ بن عروہ بن مسعود
سردار بنی ثقیف تھا اور نام والدہ پسر سوم یاد نہیں ہے مگر عربیہ تھین نسل بنی قضاعہ سے
اور نام والدہ سکینہ رباب دختر امراء القیس بن عدی کہ بنی کلب سے تھا اور حضرت امام
علیہ السلام رباب سے محبت زیادہ رکھتے تھے اور نام والدہ فاطمہ صغریٰ کا ام اسحاق
بنت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ان دنوں چار برس کے
تھے۔ کیونکہ معرکہ کربلا سے چار برس پیشتر یعنی ۵۷ھ ہجری مین پیدا ہوئے اور یہ معرکہ
۶۱ھ ہجری میں ہوا۔

اور ازواج مطہرات امام سے صرف شہربانو اور والدہ علی اصغر ہمراہ تھیں۔ اور حال
اوروں کا معلوم نہیں کہ زندہ تھین یا مردہ۔ اور فرزندان علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پانچ
نفر کربلا مین تھے حضرت عباس اور عثمان اور محمد اور عبد اللہ اور جعفر کہ یہ سب شہید ہوئے
روضہ حضرت عباسؓ ایک تیر کے فاصلہ پر ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کے
روضۂ مبارک سے۔ اور سب اسی روضہ میں مدفون ہیں۔ اور فرزندان حضرت عقیل
سے حضرت مسلم مع محمد و ابراہیم دو بیٹوں کے حسب ارشاد حضرت امام کوفے مین سابر
استحکام قول و قرار تشریف لے گئے تھے وہیں شہید ہوئے بتاریخ دوسری ذی الحجہ
۶۰ھ ہجری مین اور تین شخص یعنی عبد اللہ و عبد الرحمن و جعفر ہمراہ امام کربلا میں شہید ہوئے
اور فرزندان جعفر طیار سے محمد اور عون پسران حضرت زینب خواہر حقیقی حضرت امام کے
ہمراہ امام علیہ السلام کربلا مین شہید ہوئے۔ اور حضرت امام زین العابدین اور عمرابن الحسن

اور محمد بن عمر بن علی وغیرہ صاحبزادگان صغیر السن بندیوں میں تشریف لے گئے اور
حضرت زینب خواہر حقیقی حضرت امام علیہ السلام اور شہربانو زوجۂ امام اور حضرت سکینہ
دختر امام وغیرہ زنان اہلبیت ہمراہ کربلا میں تھین اور قیدیوں کے ساتھ روانہ شام ہوئین
انتہی کلام مولانا۔

ورود بندیان اہلبیت در کوفہ نزد ابن زیاد مایۂ فساد

روایت ہے کہ جب بنات اہلبیت اونٹون پر بے پردہ سوار اور سر برہنہ چاک کوفے
میں پہنچین اور ہر ایک اعلیٰ و ادنیٰ اُن لوگون کے دیکھنے کو ہر طرف سے جمع ہونے لگے
اُس حالت پر ملالت میں حرم محترم نے ہر طرح چاہا منھ چھپانا چاہا مگر کچھ کپڑا مثل چادر وغیرہ
نہ پایا۔ مجبور نگاہیں نیچی کیں سر جھکا لیا عصمت و حرمت کو رضائے رب کریم کی سونپ
دیا۔ شتربانون نے اونٹون کی مہار پکڑی قدم بقدم آہستہ آہستہ چلے حضرت زین العابدین
کے جو واقف کار غدار ملے بجز جواب سلام کسی بات پر لب نہ کھولے۔
تحریر الشہادتین میں ہے کہ اہالی کوفہ حال خرابی دودمان نبوت کا دیکھ کر روئے
حضرت اُم کلثوم نے فرمایا کہ اے مردان کوفہ اب کیون روتے ہو یہ سب جور و ظلم
کہ ہم پر ہوئے تمہاری جہت سے ہوئے ہیں۔ تم سب کو قتل و ذلیل کیا اور اب
روتے ہو۔ اور یہ چند اشعار حضرت اُم کلثوم زبان عصمت بیان پر لائین۔

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ ۔۔۔ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ خَیْرُ الْاُمَمِ
بِعِتْرَتِیْ وَبِاَهْلِیْ بَعْدَ مُفْتَقَدِیْ ۔۔۔ مِنْهُمْ اُسَارٰی وَقَتْلٰی ضُرِّجُوْا بِدَمٖ
کَانَ هٰذَا جَزَاءً مَا نَصَحْتُ لَکُمْ ۔۔۔ اَنْ تَخْلُفُوْنِیْ بِسُوْءٍ فِیْ ذَوِیْ رَحِمٖ

جواب چیست شمارا اگر سوال کند	محمد عربی ارستما بروز جزا
کزاں چہ بود کہ ما اہلبیت من کردید	چوں ممالک نقار تم از سرای شما
جزائے آنکہ شمارا بحق نمودم راہ	روا نبود کہ چنیں با بمارسد رستما

یعنی کیا کہو گے تم جسوقت کہ پوچھینگے تم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم روز جزا میں کیا کیا تے حالانکہ تم بہترین امت سے تھے ساتھ عترت اور اہلبیت میرے کے بعد اعتقاد ہوت میرے کے حالانکہ اُن اہلبیت سے قیدی اور مقتول ہین کہ آشکارا کیا گیا خون اُن کا گویا یہ قید اور قتل بدلہ ہے اُسکا جو راہ حق دکھائی مین نے تمکو یہ کہ مخالفت کرو تم میری نبوت سے بیچ حق میرے ذوی الارحام کے۔

القصہ جب اہلبیت رسالت مع سر مبارک سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا اسیر ہو کے آل عباہمراہ اشقیا کوفے میں رونق افروز ہوے تو ابن زیاد بے مطلع ہو کر مجلس آراستہ کیا اور با ہیبت و وقار افسر مجلس ہو کر بیٹھا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے قیدیوں کو طلب کیا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا یعنی خدا کا شکر ہے کہ اُسنے دشمنوں پر سختی ڈالی اور سختی دی حضرت اُم کلثوم یا حضرت زینب نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا بِمُحَمَّدٍ وَطَهَّرَنَا تَطْهِیْرًا یعنی سب تعریف خدا کو جس نے حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے سبب سے ہمکو بزرگ کیا اور ہمکو پاک کیا۔ ابن زیاد نے کہا کَیْفَ رَأَیْتُمْ قُدْرَةَ اللّٰہِ۔ کیسی دیکھی تم نے قدرت اللہ کی۔ حضرت زینب نے فرمایا سَیَجْمَعُ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ وَیُنْصِفُ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ یعنی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو اور تمکو جمع کر کے انصاف فرماے۔ ابن زیاد اس کلمے سے سخت برآشفتہ ہوا اور کہنے لگا کہ ظاہرا ابتک تم میں دلیری باقی ہے اور چاہا کہ بے ادبا

پیش آئے حصار مجلس نے کہا عورتوں کی بات کا خیال کرنا نہیں چاہیئے۔ ناچار جانب علی بن حسین علیہما السلام متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ کون اور کس کا لڑکا ہے کسی نے کہا حسین بن علی کا بیٹا ہے۔ کہا اسکو بھی قتل کرنا لازم ہے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ آل عباین سے کوئی مرد زندہ رہے۔ کوتوال کوفی نے چاہا کہ امام زین العابدین کو لیجائے اور بیرون قلعہ شہید کرے اسوقت حضرت زینب نے اپنی گود میں لے لیا اور کہا اے ... ل مجھکو قتل کر تب اس پر ہاتھ ڈالو۔ یہی ایک لڑکا نسل فاطمہ علیہا السلام سے ہمارا محرم باقی ہے اگر اسکو بھی مارتے ہو تو ہم سب بلا محرم رہے جاتے ہیں۔ اس کلام سے اس زیاد کو گویہ خوف لاحق ہوا کہ مبادا حق حضرت امام زین العابدین سے ... ا ... اٹھا تیں

پھر نظر اس نہاد کی سید الشہداء کے سر مبارک پر پڑی تو وہ مردود ہنس پڑا اور ایک چھڑی سے جو اسکے ہاتھ میں تھی لب مبارک کو ٹھکرانے لگا اور دندان بتیس کو توڑنے لگا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن زیاد یہ لکڑی لب و دندان شریف سے علیحدہ کر خدا کی قسم میں نے بارہا دیکھا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بوسہ دیتے دیکھا ہے اور بہت روئے اس مرد ... اور کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے تیری آنکھوں کو روشنی دی والا یایا ہے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو ضرور میں تیری گردن مارتا۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری معروف بہ قسطلانی مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۱۲۸۔ و صحیح بخاری۔ زید نے کہا ایک کلام اور زیادہ غصہ دلانے والا اس کہ میں نے دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں کہ حسن کو سیدھی ران پر اور حسین کو بائیں ران پر بٹھلائے اور ہاتھ سروں پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یا الٰہی میں انکو تیرے اور مومنین صالحین کے پاس امانت سپرد کرتا ہوں۔ سوائے اس زیاد تو نے امانت رسول خدا

کیا سلوک کیا۔ اے لوگو حق سبحانہ تعالیٰ تم سے جوش ہو کہ تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو ایسا سردار بنایا بعد اُسکے ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا کہ شکر خدا کا ہے جس نے اظہار حق کیا اور امیر المومنین یزید اور اُسکے لشکر کو فتح دی اور کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔ عبداللہ ابن عفیف نے فرمایا کہ تو جھوٹا اور تیرا باپ۔ اور جس نے تجھکو امیر کیا افسوس ہے کہ مقام صدیقین پر کھڑے ہو کر کلمات قبیحہ زبان پر لاتا ہے اور شرماتا نہیں ہے۔ ابن زیاد نے حکم قتل صادر کیا۔ مگر اُس وقت اُنکی قوم نے بچایا۔ رات کو مارے گئے۔

القصہ ابن زیاد نے اہلبیت کو قید کیا اور سر مبارک کو تشہیر کرایا۔ زید ابن ارقم فرماتے ہیں کہ جب سر سید الشہدا میرے برابر میرے دریچے کے آیا اُسوقت میں کلام اللہ پڑھتا تھا اُسوقت اس آیۂ کریمہ پر پہونچا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا یعنی تو نے جانا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اصحاب کہف اور رقیم نشانیاں انچوبہ ہماری قدرت کے ہیں۔ (کہ تین سو برس ایک غار میں سوتے رہے اور جب جاگے تو ایک دن یا کم اُس سے ایسے گماں میں سوئے تھے) تو اُس فرق مقدس نے یہ بات فرمائی اِنَّ حَالِیْ اَعْجَبُ مِنْهُ جب یہ کلام امام مظلوم سر مبارک سے میں نے سنا تو واللہ رونگٹے میرے بدن کے عبرت سے کھڑے ہو گئے اور میں نے رو کر کہا کہ اے فرزند رسول مقبول آپ کا حال تو بیشک اصحاب کہف ورقیم سے کہیں زیادہ عجیب ہے۔

خلاصہ اُسکا جو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک نے فرمایا یہ ہے کہ قصہ اصحاب کہف جو مشتمل بر عجائبات و خوارق عادات ہے اگرچہ عجیب تر ہے ولیکن میرا قصہ اس سے زیادہ تر عجیب ہے۔ یعنی امام کو ناحق و بیگناہ مارا اور اہل و عیال کو

اس طرح بے پردہ و ذلیل کیا اور سر مبارک کوچۂ و بازار میں نیزے پر چڑھا کر پھرایا اور اصحاب کہف جنکے خوف سے غار میں پوشیدہ ہو رہے تھے وہ لوگ بت پرست کافر تھے اور قاتل اور آمر قتل حسین علیہ السلام دعوی اسلام کرتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ یہ نور دیدہ حضرت بتول و راحت جان رسول مقبول ہیں اور اصحاب کہف جو سو کر بعد سالہا سال کے ہوشیار ہوئے تھے تو آخر وہ زندہ تھے اور روح اُنکے بدن میں موجود تھی۔ اور امام کے سر مبارک نے بدن سے جُدا ہونے کے بعد کلام کیا۔ تو درحقیقت جسقدر تعجب امام کے قصہ میں ہے اتنا اصحاب کہف کے قصے میں نہیں ہے فَاعْتَبِرُوا يَا اُولِي الْاَلْبَابِ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ از تحریر الشہادتین۔

عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اِنَّا وَاللّٰهِ رَاَيْتُ رَاْسَ الْحُسَيْنِ حِيْنَ حُمِلَ وَاَنَا بِدِمَشْقَ وَبَيْنَ يَدَيِ الرَّاْسِ رَجُلٌ يَقْرَءُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ حَتّٰى بَلَغَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا قَالَ الرَّاْسُ قَتْلِيْ وَحَمْلِيْ اَعْجَبُ مِنْهُ اخرجہ ابن عساکر

منہال بن عمرو سے روایت ہے کہ کہا واللہ میں نے دیکھا جبکہ امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس نیزے پر چڑھایا گیا اور میں اُسوقت دمشق میں تھا۔ سر اقدس کے سامنے ایک مرد قرآن شریف کی سورۂ کہف پڑھ رہا تھا جب اس آیۂ کریمہ پر پہونچا کہ ام حسبت ان اصحاب الکہف الآیہ سر اقدس نے فصیح زبان میں کہا کہ اصحاب کہف سے میرا قتل اور نیزے پر چڑھایا جانا زیادہ تر تعجب انگیز ہے۔

فتاوی قرطبی میں لکھا ہے کہ جب علی ابن حسین کا ہاتھ گردن میں بندھا تھا اور اہلبیت سوت کو ظالم لوگ زنداں میں لیے جاتے تھے تب کوفے کے لوگ اُن کے

ساتھ تھے اور مطلق شرمندہ نہ تھے میں کہتا ہون کہ حیا و شرم لازمہ ایمان ہے کما قال رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَلحَیَاءُ مِنَ الاِیمَانِ اگر اہل کوفہ میں اُسوقت ایمان ہوتا تو حیا و شرم ضرور ہوتی۔

ان الاحضر نے لکھا ہے کہ اول اول اسلام میں سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا نیزے پر چڑھایا گیا اس سے پہلے یہ حرکت نہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

لااعلم

درجہان ریں صعت تہر گر بلائی کس ندید
ابتلائی انبیا و اولیا بسیار بود

دل تنگ تر زین عرا ہر گر عزائی کس ندید
لیک در عالم پریشان ابتلائی کس ندید

چشم گردون چون نگرید چونکہ در دوران او
چون بلاے کربلا کرب و بلائی کس ندید

درسرائے دہر تاست رسم ماتم آشکار
ہیچو دشت کربلا ماتم سرائے کس ندید

دیگر

توانائی از حلش حار و سگری کہ سپہر
ررو بہ شادی وادوہ دل مسر کہ قضا

سر حسین علی بر سنان نہ گرداند
چو قرصہ بر طبط امتحان نہ گرداند

یزید را بہ بساط خلیفہ نہ نشاند
کلیم را بہ لباس شبان نہ گرداند

بیان روانگی بندیان اہلبیت اطہار از کوفہ بطرف دمشق نزدیک یزید پلید

روایت ہے کہ جب کوفہ میں سر مبارک کو ابن زیاد پھرا چکا اور بندیان اہلبیت کو طرح

طرح کے صدمے پہونچا چکا اُسکے بعد فرق مبارک سید الشہدا اور دیگر شہدا کربلا مع حملہ اسیران اہلبیت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا شمر ذی الجوشن کے ساتھ حاسد دمشق یزید پلید علیہ ما یستحقہ کے پاس روانہ کیا اور تاکید اکید کر دیا کہ جو قریہ یا شہر راہ مین پڑے سر مبارک امام حسین علیہ السلام کو نیزے پر لٹکا کر تشہیر کیجیو کہ اُس جگہ کے لوگ بھی آگاہ ہو جائین۔ کذا فی تذکرۃ القرطبی۔

ف صاحب رسالہ تفریح الاذکیا کا مقولہ ہے کہ غرض ابن زیاد کی یہ تھی کہ حضرت سید الشہدا اور اہلبیت مصطفےٰ کی ذلت قرار واقعی ہو۔ اب وہ لوگ جو گمان رکھتے ہین کہ یزید اور ابن زیاد مسلمان تھے سو مطلع ہو جائین کہ اسکو اسلام سے کچھ حصہ یا تعلق نہیں ہے اور اُسکو یہ بھی منظور نظر تھا کہ سب جگہ کے لوگ واسطہ و بلا واسطہ آگاہ ہون کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑے عرصے کے بعد عوض اپنے اعزا و اقارب کا جو سبب شرک و کفر کے مارے گئے تھے پیغمبر کی اولاد سے کیا خوب لیا۔

القصہ جب شمر دیگر وغیرہ کوفے سے چلے اور ایک منزل چلکر اُترے وہاں ایک درویش بنی اسرائیل کا عبادتخانہ تھا اور اُسکی دیوار پر یہ بیت لکھی ہوئی تھی ؎

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا	شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

ترجمہ شبیر کے قاتل کیا فردائے قیامت مین + امید بھی رکھتے ہین اُنکے نانا کی شفاعت کی

سو یہ بیت اُن مردودون کو نظر پڑی۔ درویش سے پوچھا کہ یہ بیت کس نے لکھی ہے اُسنے کہا اتنا تو مین جانتا ہون کہ پانچ سو برس قبل تمہارے نبی کی بعثت سے یہ بیت لکھی گئی ہے۔ اور بعض کہتے ہین کہ اُس دیر کی دیوار پھٹی اور ایک ہاتھ نکلا اُس نے قلم سے یہ بیت لکھی۔ از تحریر الشہادتین

عَنْ اَبِیْ قَبِیْلٍ قَالَ قُتِلَ الْحُسَیْنُ وَاحْتَزُّوْا رَاْسَهٗ وَقَعَدُوْا فِیْ

أَوَّلِ مَرْحَلَةٍ يَسِيْرُوْنَ النَّبِيْذَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ قَلَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ فَكَتَبَ سَطْرًا بِالدَّمِ			
	أَتَرْجُوْا أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا		شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

اخرجہ ابو نعیم - اور ابو نعیم نے ابی قبیل سے روایت کی ہے کہ جب سر مبارک شام کی طرف لے چلے تو اشقیا پہلی منزل پر بیٹھ کر حرے کا نبیذ پینے لگے اس حالت میں ایک قلم آہنی غیب سے نمودار ہوا اور اُسے خون سے یہ بیت لکھی - بہر تقدیر اس بیت کے مکتوب ہونے میں شک نہیں - ازسر الشہادتین

روایت ہے کہ اُس درویش نے سر مبارک کو دیکھکر کہا کہ یہ لوگ نہایت بد ہین کہ ایسے نبی کے بیٹے کو قتل کر کے اُسکے اہلبیت کو اس ذلت و خواری سے لیے جاتے ہین - پھر اُسے جماعت اشقیا سے متوجہ ہوکر کہا کہ اگر ایک رات سر امام حسین علیہ السلام کا میرے پاس رہنے دو تو مین تمکو دس ہزار درہم دیتا ہون اُنھوں نے قبول کیا - درویش نے سر مبارک دونوں ہاتھوں سے لیا اور خلوت میں خوشبوؤں سے معطر کر کے اپنے زانو پر رکھا اور دیکھ کر رونے لگا - رات بھر انوار خدا جمال حق نما سے مشاہدہ کرتا رہا اور دیکھتا تھا کہ تمام رات آسمان سے طبقات نور اُترتے تھے صبح کو مسلمان ہوا اور تمام عمر اپنی اہلبیت کی محبت میں گذرائی اور دس ہزار درم مطابق وعدے کے اُن ظالمون کو دیے تھوڑی دور چل کر اُن کمبختوں نے تقسیم کرنے کیواسطے تھیلیون کے مُنھ کھولے تو سب درم ٹھیکریاں ہو گئے تھے ایک طرف لکھا تھا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی نہ جانو تم اللہ کو غافل اُس سے جو کرتے ہین ظالم لوگ اور دوسری جانب لکھا تھا سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ یعنی اب معلوم کرینگے ظلم کرنے والے کس کروٹ اُلٹتے ہیں

۱۔ تحریر الشہادتین۔

اور استاد الاساتذہ مولانا ابوالخیر محمد معین الدین کڑوی عفر اللہ لہ نے اپنے رسالہ

ہدایۃ الکونین الی شہادۃ الحسنین میں تحریر فرمایا ہے کہ دوسری منزل میں جو لشکر اشقیا کا مع

سرہائے شہدا حران میں پہونچا۔ اس جگہ ایک ٹیلے پر گھر یہودی کا تھا یحیی نام وہ یہودی

گھر سے باہر آکر سر شہدا کو دیکھنے لگا۔ ناگاہ اسکی نظر سر مبارک حضرت سید الشہدا پر پڑی

دیکھا کہ لب مبارک جنبش کرتے ہیں اپنا کان نزدیک لے گیا۔ سنا کہ لب اطہر سے یہ کلمات

طیبات ادا ہو رہے ہیں وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

یحیی نے اس حال کے مشاہدہ سے متعجب ہوکر ان اشقیا سے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے

ان لشکریوں نے کہا کہ یہ سر حسین ابن علی کا ہے۔ یہودی نے کہا کہ اسکے باپ کا نام

معلوم ہوا۔ ماں کا کیا نام ہے۔ کہا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہودی نے

کہا اگر دین خدا برحق نہ ہوتا تو یہ برہان روشن اس سر سے ظاہر نہ ہوتے پس اس یہودی نے

کلمۂ شہادت صدق دل سے پڑھا اور عمامہ مصری جو سر پر باندھے تھا ٹکڑے ٹکڑے

کرکے زنان اہلبیت سوت کو دیا اور جامہ خز و دیبا جو پہنے تھا مع ہزار درم خدمت میں

حضرت امام زین العابدین کے بھیجا اور عرض کیا کہ اسکو اپنی ضرورت میں خرچ کیجیے۔ لشکریوں نے

یہ حال دیکھ کر اس یہودی سے کہا کہ یہ تو نے کیا کیا دشمنان والی شام کی اعانت کرتا ہے

اس حرکت سے باز آ۔ ورنہ ہم تیرا سر بدن سے جدا کرینگے۔ چونکہ یہودی کو ذوق محبت

اہلبیت کا زیادہ ہوا تھا اپنے خادمون سے کہا تلوار لاؤ۔ جبکہ خدام تلوار حسب الحکم لائے

یحیی نے تلوار لیکر اور تکبیر کہہ کے ان شقیوں پر حملہ کیا پانچ آدمیون کو جہنم واصل کیا آخر کو

شہید ہوا۔ اسکی قبر حران کے دروازے پر مشہور و معروف ہے اسکو یحیی شہید کہتے ہین

وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

اور صواعق محرقہ میں ہے کہ اس قوم مردود نے بہت سے دینار لشکر حسینی سے لوٹے تھے جب تھیلی کھول کر چاہا کہ تقسیم کرنے کو نکالیں۔ دیکھا کہ وہ سب دینار ٹھیکریاں ہوگئے ہیں۔ اُسکے ایک طرف آیۃ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ۔ الخ لکھی ہے۔ اور دوسری طرف سَيَعْلَمُ الَّذِينَ الخ لکھی ہے۔

عقد الفرید میں ہے کہ اس عبد الوہاب نے بیسار سے اُسنے اس عبد الحکم سے روایت کی ہے کہ کہا اُسنے لوٹا گیا لشکر امام حسین علیہ السلام اور لوٹ کی چیزوں میں ایک شیشی تھی جسمیں کوئی خوشبو تھی اُسکو جس عورت نے سونگھا وہ کوڑھی ہوگئی۔

اور امام اسمٰعیل نے بروایت ابو الحنوق روایت کی ہے کہ ہر شب واسطے پاسبانی سر مبارک شہدا اور زنان اہلبیت کے پچاس آدمی مقرر ہوتے تھے ابو الحنوق کہتا ہے کہ ایک شب کو میرا اتفاق پاسبانی کا ہوا کہ اتفاقاً سب نگہبان رات کو سو گئے اور میں اکیلا جاگتا تھا۔ کہ ناگاہ جانب آسمان سے ایک آواز ہیبت ناک میں نے سُنی۔ قریب تھا کہ اُسکی دہشت سے تمام عالم تہ و بالا ہو جاوے کہ دفعتًہ ایک مرد سفید جامہ پہنے ہوئے پیشانی نورانی بلند قامت گندم گون کو دیکھا میں نے کہ آسمان سے نیچے آیا اور سر اپنا برہنہ کر کے سر مبارک امام علیہ السلام کا صندوق سے نکال کے بوسہ دیتا تھا اور روتا تھا۔ میں اپنی جگہ سے حیران ہو کر اُٹھا اور چاہا کہ سر مبارک اُس شخص سے لیکر صندوق میں رکھوں۔ قبل اسکے کہ اور پاسبان جاگیں کہ ایک شخص نے مجھپر نعرہ مارا اور کہا گستاخی مت کر اور آگے مت جا کہ یہ آدم صفی اللہ ہیں کہ واسطے تعزیت فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لائے ہیں۔ کہ اس درمیان میں ایک

اور آدارمین نے سُنی اور نوح نبی اللہ تشریف لائے اسی طرح ابراہیم خلیل اللہ وغیرہ کل انبیاے کرام تشریف لائے اور سب کے ہمراہ ملائکہ آسمانی تھے۔ ایک فرشتے نے میرے مُنھ پر طمانچہ مارا کہ موضع طمانچہ تمام سیاہ ہوگیا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس فرشتے سے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے حسب الارشاد آنحضرت کے اُسنے مجھکو چھوڑ دیا۔ میں بیہوش ہوگیا۔ ناگاہ صبح ہوئی اور مجھکو ہوش آیا۔ دیکھا کہ اُن بزرگون کا اُس جگہ پر نشان بھی نہ تھا۔ مگر تودۂ خاک پڑا تھا اور سر مبارک اُسی طرح صندوق میں بند تھا۔ صبح کو شمر بدگہر نے مجھکو طلب کیا دیکھا کہ نصف مُنھ میرا سیاہ ہے۔ مجھ سے حال پوچھا میں نے جو حال کہ شب کو گذرا تھا سارا بیان کیا اور ایک آہ کرکے مرگیا۔ دیکھا کہ زہرہ اُسکا پھٹ گیا تھا اہل لشکر یہ حال معائنہ کرکے بہت ڈرے اور بعضے آسے سے پشیمان ہوے مگر بجز چلنے کے چارہ نہ دیکھا۔ ناچار ہوکر شام کیطرف پھر روانہ ہوے اور قریب موصل کے ایک شہر تھا نصیبین نام حاکم حاکم موصل نے لشکریان یزید کو موصل میں آنے نہ دیا۔ اُن مردودوں نے حاکم نصیبین سے کہ منصور بن الیاس نام تھا واسطے آراستہ کرنے شہر کے تحریر کہلا بھیجا اُس حاکم نے موجب حکم اُن اشقیا کے محمود راہ شہر کو آراستہ کیا پس جس جگہ لشکر طغیان شہر میں داخل ہوا ناگاہ قدرت الٰہی سے آتش غضب الٰہی اُس شہر پر گری کہ نصف شہر اُس صدمے سے جل گیا اور مردمان شہر جو واسطے تماشے کے گرداگرد لشکر ضلال کے جمع ہوے تھے پشیمان ہوکر پھر اُس لشکر ضلال کے گرد نہ گئے اور وہ لشکر سراسیمہ ہوکر یہاں سے روانہ ہوا اور قریب ایک پہاڑ کے کہ وہاں گھاس اور پانی بہت تھا قیام کیا اور اُس پہاڑ پر ایک گاؤن آباد تھا معمورہ نام اور اُسمیں ایک حصار بہت مستحکم تھا۔ اُس حصار میں ایک کوتوال تھا عزیز بن ہارون نام اہالی دیہہ وحصار مع حاکم سب عیسٰی تھے

اور اُس سب کا پیشہ یہ تھا کہ جامہ حریر بنتے تھے کہ تمام حجاز و عراق و شام مین مشہور تھا پس جبکہ
اُس مقام پر رات ہوئی کنیز حضرت شہربانو کی شیرین نام کہ حسن و جمال مین شیرین زمان و لیلی
دوران تھی۔ حال حضرت شہربانو کا اور آپکے کپڑے کہنہ و شکستہ دیکھکر بہت روئی اور وہ حال
یاد کیا جو روبرو سے شاہزادہ یعنی امام کونین حضرت امام حسین علیہ السلام کے تھا کہ جامہ مرصع
نگار پہنتی تھین۔ حضرت شہربانو علیہا السلام سے اجازت طلب کی اور کہا اگر اجازت ہو تو
اس دیہہ مین جاکر جو کچھ میرے پاس سرمایہ باقی ہے اُسکو بیچ کر جامہ آپکے لائق لاؤن
حضرت شہربانو نے فرمایا کہ تو آزاد کی ہوئی حضرت امام علیہ السلام کی ہے تجھکو اختیار ہے
جدھر جاسکے جا۔ شیرین نے اجازت پاکر پہاڑ پر جاکر در حصار تک گئی اتفاقاً دروازہ حصار کا
سد تھا اور تھوڑی سی رات گذری تھی کہ شیرین سے دروازہ حصار کا ٹھونکا۔ عزیز اس بات
جو دروازے پر شیرین کا منتظر تھا جواب دیا کہ کون۔ شیرین ہے۔ شیرین نے کہا ہان عزیز
نے کہا کہ اول شب مین سوگیا تھا کہ حضرت موسی و ہارون علیہما السلام کو خواب مین دیکھا کہ سر و
پا برہنہ اور اشک آنکھوں سے جاری ہیں اور آثار حزن و ملال اُسکے چہرے سے عیان
ہیں۔ یہ دیکھکر میں نے عرض کیا کہ اے سید بنی اسرائیل و اے برگزیدہ رب جلیل یہ کیا حال
ہے اور حزن و ملال کا سبب کیا ہے فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ سبط پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفے
صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم و ستم سے کربلا مین اُنکی اُمتیوں نے قتل کیا ہے اُنکے سر مبارک کو
مع اہلبیت نبوت کے شام کی طرف لیے جاتے ہین۔ میں نے عرض کیا کہ آپ محمد مصطفے
صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہیں اور اُن سے اعتقاد رکھتے ہین۔ حضرت موسی و ہارون
علیہما السلام نے فرمایا کہ اے عزیز جو شخص اُسکی متابعت نہ کرے گا وہ جہنمی ہے اور ہم
سب پیغمبر اُس سے بیزار ہین اور ہم اُسکو کیونکر نہ پہچانیں کہ وہ پیغمبر برحق ہے اور حق سچا

تعالی نے ہم سب پیغمبروں سے اُسکے باب میں عہد لیا ہے اور ہم سب اُسکا احسان اسکے
ہین۔ میں نے عرض کیا کچھ نشاں مجھکو دیجئے کہ میرا یقین زیادہ ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
فرمایا کہ دروازۂ حصار تک جا وہاں ایک کنیز شیرین نام آزاد کی ہوئی حضرت امام حسین
علیہ السلام کی ہوگی اور دروازہ ڈھونڈھتی ہوگی اُسکی متابعت کر تا کہ وہ تیری زوجہ ہوگی ور بردیا ۔
سر حسین علیہ السلام کے جاکر ہمارا سلام کہنا۔ جواب سلام کا اُس سے سُنے گا ۔ فی الفور
میں خواب سے جاگ پڑا اور دروازۂ حصار پر آیا کہ تو نے دروازہ حصار کا ڈھونڈھا۔ اِس
جہت سے میں نے تجھکو پہچانا کہ تیرا نام شیرین ہے پس تو اجازت دیتی ہے کہ میں تیرے
ساتھ نکاح کروں۔ شیرین نے کہا ہاں بشرطیکہ تو مسلمان ہو اور حضرت شہر بانو اجازت دیں
پس شیرین عزیز کے کلام سنکر حضرت شہر بانو کی خدمت میں آئی اور یہ سب حال بیان کیا
حضرت شہر بانو یہ حال سُنکر متحیر ہوئین اور یہ قصہ زنان اہلبیت سے کہا تمام اہلبیت یہ حال
سُنکر متعجب ہوے صبح کو عزیز اس ہارون حصار کے باہر آیا اور ہزار درم لشکریوں کو دیکر
اہلبیت کی خدمت کے لیے اجازت لی اور ہزار درم بطور نذر کے امام زین العابدین علیہ السلام
کے آگے رکھے اور حضرت کے دست مبارک پر بیعت کرکے ایمان لایا۔ بعد اُسکے
امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک پاس آیا اور عرض کیا کہ اے سید میں موسیٰ اور ہارون
علیہما السلام کا سلام لایا ہوں۔ سر مبارک سے آواز آئی کہ سلام خدا کا اُن پر ہو جیو پھر
عزیز نے عرض کیا کہ اے سید کچھ خدمت مجھ سے فرمائیے کہ حق تعالیٰ مجھ سے راضی ہو
سر اطہر سید الشہدا علیہ التحیتہ والثنا سے آواز آئی کہ جسکہ تو اسلام لایا خدا اور رسول تجھ سے
راضی ہوے اور چونکہ تو نے میرے اہلبیت کے ساتھ احسان کیا باپ اور دادا
میرے تجھ سے راضی ہوے اور چونکہ تو سلام موسیٰ اور ہارون کا میرے پاس لایا

مین تجھ سے خوش ہوا اور قیامت کو میرے اہلبیت کے ساتھ تو محشور ہوگا۔ بعد اسکے شہر ناہوے تیرن سے کہا کہ میری رضا یہ ہے کہ تو عزیز کے ساتھ نکاح کر۔ تیرن نے حسب الحکم قبول و منظور کیا۔ اور تمام اہل حصار برکت اہلبیت سے مسلمان ہوے۔ کذا فی ہدیۃ الکونین الی شہادۃ الحسین از مولانا ابوالخیر محمد معین الدین کٹروی مرحوم

اور ابو سعید دمشقی حکایت کرتا ہے کہ جس وقت سر شہدا در بان اہلبیت کو شام کیطرف لیے جاتے تھے مین بھی ہمراہ اُس جماعت کے تھا۔ جب دمشق کے قریب پہونچے درمیان لشکر ضلال کے یون خبر مشہور ہوئی کہ مصعب بن قعقاع خزاعی نے لشکر جمع کیا ہے اور قصد رکھتا ہے کہ شبخون کر کے سرہاے شہدا اور قیدیون کو لیجاوے۔ یہ خبر سنکر سرداران لشکر مضطرب ہوکر باحتیاط تمام وہاں سے روانہ ہوے۔ رات کو ایک مقام پہ پہونچے کہ وہاں ایک دیر بہت مستحکم تھا سب کی رائے یہ ہوئی کہ اس دیر میں پناہ لینا چاہیے کہ شب خون سے محفوظ رہین۔ راوی کہتا ہے کہ شمر بد بخت نے دروازہ پر دیر کے آکر ایک نعرہ کیا۔ پیر دیر آواز سنکر بام دیر پر آیا دیکھا کہ گرداگرد دیر کے لشکر جمع ہے اور ایک شخص دروازے پر نعرہ کرتا ہے پیر دیرانی نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور یہ کیا لشکر ہے شمر نے کہا کہ ہم سب ملازمان ابن زیاد ہیں کوفہ سے دمشق کو جاتے ہین۔ پیر دیرانی نے کہا کہ کس مہم کے واسطے شام کو جاتے ہو۔ شمر نے کہا عراق میں ایک شخص یزید سے باغی ہوا ہم سب یزید کیطرف سے اُسکے قلع و قمع کے لیے گئے تھے۔ چنانچہ اُسکو مع عزیز و اقربا کے قتل کیا۔ اور اُن سبھوں کا سر نیزون پر رکھ کر اور اُسکے اہلبیت کو قید کر کے یزید کے پاس لیجاتے ہیں۔ پیر دیرانی نے سرہاے شہدا کیطرف نگاہ کر کے پوچھا سردار کا سر کون سا ہے لشکر والے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کیطرف اشارہ کیا پیر دیرانی نے سر مبارک

کی طرف نگاہ کی۔ ایک ہیبت سر مبارک سے بیر ویرانی کے دل مین پڑی پھر لشکریوں سے پوچھا کہ دیر کے گرد اگرد کیوں جمع ہوے ہو تم نے کہا ہمنے سُنا ہے کہ ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے کہ شبخون کرکے سر ہاے شہدا اور قیدیوں کو لیجائیں۔ آج کی رات ہم چاہتے ہین کہ اس دیر مین رہین تاکہ شبخون سے بچ جائیں۔ بیر ویرانی نے کہا کہ تمہارا لشکر بہت ہے دیر میں گنجائش نہین ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ سرون کو اور قیدیون کو دیر میں رکھوا دو تم سب دیر کے گرد اگرد محافظت کرو اور چہار طرف سے آگ جلا کر تمام رات بیدار اور ہوشیار رہو شبخون کے لوگ اگر آئینگے نامراد پھر جائینگے۔ تم کو یہ راے بیر ویرانی کی پسند آئی۔ پس سر مبارک حضرت سید الشہدا کا ایک صندوق میں رکھا اور قفل بند کیا اور زنان اہلبیت کو مع صندوق سر شہدا دیر مین کر دیا۔ مگر صندوق کو ایک مکان میں اور سر ہاے شہدا اور زنان اہلبیت کو دوسرے مکان مین رکھا اور جس شخص کو لشکریوں سے کہتے تھے کہ اندر دیر کے محافظت کے واسطے تب کو رہے کوئی قبول نہ کرتا تھا اسواسطے کہ واقعہ الوالحوق سے سب ڈر گئے تھے اسقدر لشکریون نے کیا کہ صندوق کو اندر دیر کے لے آئے اور دروازۂ دیر کو مقفل کر دیا اور بیر ویرانی گرد اگرد اُس مکان کے جسمیں صندوق رکھا تھا پھرتا تھا اور چاہتا تھا کہ سر مبارک کو نزدیک سے دیکھے۔ ناگاہ دیکھتا کیا ہے کہ وہ مکان جسمیں صندوق رکھا تھا اکبارگی بے شمع وچراغ کے روشن ہو گیا۔ بیر ویرانی نے متعجب ہو کر اپنے دل مین کہا یہ روشنی کہاں سے ہے۔ اتفاقاً اُس مکان مین ایک روزن تھا۔ بیر ویرانی اُس روزن سے دیکھنے لگا کہ روشنی لحظہ بلحظہ زیادہ ہوتی ہے۔ یہان تک نوبت پہونچی کہ کوئی مشاہدہ اُس نور کا نہ کرسکتا تھا۔

القصہ بعد اُسکے چھت اُس مکان کی پھٹ گئی اور اُسمیں سے ایک عماری نازل ہوئی۔ اُس عماری میں ایک عورت معظمہ تھیں اور اُسکے ساتھ بہت سی کنیزیں طرقوا طرقوا کہتی تھیں۔ یعنی راہ دو راہ دو۔ یہ ماں سب آدمیوں کی ہیں یعنی حوا۔ اسی طرح بعد حضرت سارہ وہاجرہ اور راحیل حضرت یوسف کی ماں اور حضرت صفورا دختر حضرت شعیب کی اور آسیہ اور حضرت مریم تشریف لائیں علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کہا گا شور زیادہ ہوا اور ایک عماری نازل ہوئی کہ اُسمیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھیں۔ ان سبھوں نے صندوق کھول کر سر مبارک کو باہر نکالا اور ایک ایک نے سر مبارک کو دیکھکر نالہ و زاری شروع کی کہ دفعتہ ایک آواز عظیم پیدا ہوئی اور عماری نورانی نازل ہوئی اور ایک شخص نے نعرہ کیا یہودی پر کہ اس روزن سے مت دیکھ کہ خاتون جنت تشریف لاتی ہیں یہودی حیرت سے بیہوش ہوگیا جب ہوش میں آیا دیکھا کہ ایک حجاب سامنے پڑا ہے اور کوئی نظر نہیں آتا مگر ایک آواز آہ و نالہ کی آرہی ہے اور کوئی یہ کہتا ہے السلام علیک اے مظلوم مادر اے معصوم مادر اے نور دیدہ میرے وائے فرزند شہید میرے غم مت کھا کہ میں تیرے دشمنوں سے روز قیامت کو انتقام لونگی۔ اور بعض روایت میں ہے کہ حضرت سیدہ علیہا السلام نے چند ابیات غم آلود فرمائے یہودی کہتا ہے کہ بعد تھوڑی دیر کے ان سب کا نشان بھی نہ رہا یہودی اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اُس مکاں کے قفل کو جسمیں صندوق تھا کسی تدبیر سے توڑ کر مکان میں آیا اور صندوق کا قفل توڑ کر اُسکے آگے خاک پر لوٹتا اور بہت رویا پس سر مبارک جناب سید الشہدا کا صندوق سے باہر نکال کر مشک و گلاب سے دھو کر اور رنگے

سجادے پر رکھکر شمع روشن کرکے دور انو باادب وبرو سر اطہر کے بیٹھا اور گریہ وزاری سے
کہتا تھا کہ اے سرورانِ عالم وسے بہتر بہتران بنی آدم میرا گمان یہ ہے کہ بیشک تو اُس
جماعت سے ہے کہ جسکا وصف توریت وانجیل مین ہم نے پڑھا ہے واسطے اُس
خدا کے جس نے تمکو یہ مرتبہ دیا ہے کہ محرمان سرادقات عصمت تیری زیارت کو آتی ہین
اور خاتونان سراپردہ بوت تیرے واسطے زاری کرتی ہین مجھکو خبر دے کہ تو کون ہے
فی الفور حکم رب قدیر سے سر مبارک سے آواز آئی کہ اے پیر مین مظلوم ہون اور مغموم - غمدیدہ
ہون - اور محنت کشیدہ مقتول تیغ جفا ہون اور غریب - پیر ویرانی نے عرض کیا کہ کچھ
زیادہ وضاحت کیجیے سر مبارک حضرت امام مظلوماں سے آواز آئی کہ اے پیر حال میرے حسب
نسب کا پوچھتا ہے یا سوز وتعب وتشنگی سے سوال کرتا ہے اگر پیر السب پوچھتا ہے
تو میں بیٹا ہون نبی مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ کا اور اگر سوز وتعب سے سوال کرتا ہے تو مین
غریب اور مظلوم اور شہید کربلا ہون - پیر ویرانی نے یہ کلام درد آمیز سر اطہر شاہ شہیدان سے
سُنکر فی الفور اپنے مریدون کو طلب کیا اور صورت حال اُن سے بالکل بیان کیا اور وہ
سب ستر تن تھے اُن سب نے بمجرد سُننے اس حال کے فریاد اور نالہ کیا اور سب مل کرکے
مع پیر ویرانی خدمت سراپا برکت مین حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہم السلام
کے حاضر ہوئے سبھون نے اپنی زنارین توڑین اور کلمہ شہادت پڑھا اور ہاتھ دبیر
امام زین العابدین پر بوسہ دیا اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم سب ان
کمبختون کو شب کو غفلت میں قتل کرین حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ حق تعالیٰ
تمکو جزائے خیر دے یہ سب اشقیا عنقریب اپنی سزا کو پہونچینگے اور اسکا بدلہ پاوینگے پس جسکہ
صبح ہوئی وہ اشقیا سر شہدا اور اہلبیت کو لیکر شام کیطرف روانہ ہوئے - پس بہ برکت

اہلبیت نبوت اہالی دیر مشرف با سلام ہوئے۔ اسی طرح پر اور بھی کرامات عجائب و غرائب مسارل مین ہوے ہین لیکن بلحاظ طول ہونے رسالہ کے قلم انداز ہوئے کذافی ہدایۃ الکونین الی شہادۃ الحسین۔

پہونچنا قافلہ کا دمشق مین یزید پلید کے پاس

تحریر الشہادتین میں ہے کہ بعد طی منازل اسیران کربلا مع سر مبارک سید الشہدا دمشق میں پہونچے یزید پلید علیہ ما یستحقہ نے خبر آمد اہلبیت نبوت سنکر قصر امارت آراستہ کیا اور عظماے شام کو جمع کر کے سب کو مجلس عام میں طلب کیا اور بکمال انبساط سے ایک ایک سر پر نظر ڈالی اور سب کے نام پوچھے شمر ذی الجوشن نے نام بتلائے یہان تک کہ اُسے سر مبارک سید الشہدا بھی پیش کیا اور ماجراے جنگ از روے مباہات وافتخار اس طرح بیان کیے کہ مجھکو عبید اللہ بن زیاد نے حسین بن علی کے مقابلے میں بھیجا سو میں لشکر جرار لیکر اُن پر ٹوٹ پڑا اور ہر طرف سے اُنکے ساتھیون کو گھیرا اور ایک ایک کو ذبح کر ڈالا۔ یہان تک کہ مین نے سب کو کوشش بلیغ سے مارا اور اُن سب کے سر حاضر ہین اور یہ سر حسین کا ہے۔ یزید یہ کلام سنکر بہت خوش ہوا اور شراب کی بوتل ہاتھ میں لیکر پینے لگا اور انواع اہانت سے پیش آیا اور ایک لکڑی چھوٹی درخت خیزران کی جو مثل بید کے ہوتی ہے بعض اُسکو بید کہتے ہین اُس سنگدل کے ہاتھ مین تھی لب و دندان مبارک پر مارتا تھا اور اشعار ابن زبعری پڑھتا تھا اور اُن شعرون مین دو شعر اور جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں زیادہ کرتا تھا وہ یہ ہیں ؎

لَیْتَ اَشْیَاخِیْ بِبَدْرٍ شَهِدُوْا	وَقْعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ

وَعَدَلْنَا قَتْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ	قَدْ قَتَلْنَا الْقَرْنَ مِنْ سَادَاتِهِمْ

یعنی کہا یزید نے اے کاش میرے بزرگ عتبہ وشیبہ جو غزوہ بدر اور خندق میں مارے گئے اگر آج زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے اُن کا بدلہ لیا اور تحقیق میں نے ماریں گردنیں اُنکے سادات کی۔

شعبی نے کہا یزید نے دو شعر اس پر زیادہ پڑھیں وہ یہ ہیں ؎

خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْيٌ نَزَلْ	لَعِبَتْ هَاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلَا
مِنْ بَنِي أَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلْ	لَسْتُ مِنْ عُتْبَةَ إِنْ لَمْ أَنْتَقِمْ

یعنی کھیل کیا بنی ہاشم نے ملک میں پس نہ خبر آئی اور نہ وحی نازل ہوئی۔ نہ ہوتا میں اولاد عتبہ سے اگر بدلہ نہ لیتا اولاد محمدؐ سے اسکا جو کچھ اُنھوں نے کیا کذا فی تذکرہ سبط ابن الجوزی

اور کہتا تھا یزید اسے ابو عبداللہ مجھکو گمان نہ تھا کہ تیری عمر اسقدر ہوگی اور حصا سروریش کی حاجت نہ ہوگی۔ یہ خبر بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی وہ روتے پیٹتے اس مجلس ملعون میں آئے اور فرمانے لگے کہ اے یزید یہ کیا بے ادبی سر مبارک سے کرتا ہے یہ وہ سر ہے جسکو رسول اللہ چومتے تھے یزید نے سات نفر صحابیوں کو اُسوقت قتل کروایا۔ از ساقب السادات

فائدہ نہ ہوتا خضاب ریش مبارک پر صحیح نہیں ہے اسلیے کہ صحیح بخاری میں ہے

عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ فَجُعِلَ فِي طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِي حُسْنِهِ شَيْئًا فَقَالَ أَنَسٌ كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ (شَعْرُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ) مَخْضُوبًا بِالْوَسْمَةِ

کذا فی ارشاد الساری صفحہ ۱۲۹ جلد ششم مطبوعہ مصر

روایت ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ لایا گیا عبید اللہ ابن زیاد کے پاس سر حسین ابن علی کا پس رکھا گیا ایک طشت میں پس وہ ایک لکڑی سے ٹھوکنے لگا اور کہا اُنکے حسن میں کچھ پس کہا انس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ تھے اور تھا بال اُنکے سر و ریش مبارک کا مخضوب بالوسمہ۔

اور خضاب سیاہ سوائے وسمہ کے مکروہ ہے اور وسمہ کا ممنوع نہین ہے۔

روایت ہے کہ سمرہ ابن جندب صحابی اُسوقت حاضر تھے اُنھوں نے جُرات کر کے فرمایا اے یزید قَطَعَ اللّٰهُ يَدَكَ۔ یعنی کاٹے اللہ تیرا ہاتھ تو لکڑی ان لبون پر لگاتا ہے جو بوسہ گاہ رسول اللہ ہے یزید نے کہا اے سمرہ اگر شرف صحبت رسول اللہ مانع نہ ہوتا تو مین تجھکو قتل کرتا۔ سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ میرے حق میں ملاحظہ صحبت رسول اللہ کا خیال ہے اور خاص فرزندان رسول اور جگر گوشگان بتول کا یہ حال کیا کہ کوئی کافر بھی کسی مسلمان کے ساتھ ایسا نہین کرتا۔ مصرع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

یہ فرماکر روتے ہوئے اُس دربار سے اُٹھے اور تمام حاضرین دربار رونے لگے۔ از تحریر الشہادتین

روایت ہے کہ ایک سوداگر یہودی بھی اُس مجلس میں حاضر تھا اُسنے پوچھا کہ یہ کس کا سر ہے یزید نے کہا کہ یہ سر اُسکا ہے جو دعویٰ مقابلہ خلیفہ وقت سے رکھتا تھا۔ سوداگر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب اس سر کا شرافت و بزرگی رکھتا تھا جو اُسکو داعیہ خلافت تھا۔ یزید نے کہا کہ اشراف بنی ہاشم میں تھا۔ تاجر نے کہا اسکا نام کیا ہے اور ان کے ماں باپ کون تھے۔ یزید نے کہا حسین اسکا نام اور باپ کا

نام علی ابن ابی طالب اور ماں کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ محمد مصطفےٰ تھا۔ یہودی نے کہا معلوم ہوا کہ تمہارے نبی کا فرزند ہے۔ یزید نے کہا ہاں۔ تب یہودی نے دانت کے نیچے انگلی دابی اور کہا اے یزید افسوس صد افسوس میرے اور داؤد پیغمبر کے درمیان میں ستر پشتیں گذری ہیں اور ہنوز فرقہ یہود میری تعظیم اور توقیر کرتے ہیں اور محمد رسول عربی تمہارے پیغمبر کہ ابھی کل کے دن اس عالم سے تشریف لے گئے ہیں تم نے یہ معاملہ انکے اہلبیت سے کیا کہ ایسا معاملہ کانوں سے سُنا اور نہ آنکھوں سے دیکھا ولے بر شما تم لوگ تو سخت تر بر او ردم ہوا اِس قصے کو محمد بن سعد نے محمد بن عبد الرحمٰن سے روایت کیا ہے از تحریر الشہادتین۔

اور اُس جگہ سفیر قیصر روم بھی حاضر تھا اُسنے کہا اے یزید بعض جزائر میں عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے سُم کا نشان ہے سو ہم لوگ ہر سال جواہرات اور تحائف لے کے جاتے ہیں اور اُسکی زیارت کرتے ہیں اور مراتب تعظیم جس طرح مسلمان بیت اللہ سے ادا کرتے ہیں ہم اُس سے کرتے ہیں۔ حیف کہ تم نے اپنے نبی کے لڑکوں کو قتل کر کے عورتوں اور یتیموں کو ایسی ذلت سے قید کیا ہے تم لوگ بڑے شریر ہو۔ یزید نے کہا اگر تو قیصر کا سفیر نہ ہوتا تو میں تیری گردن مارتا۔ اُسنے کہا اے یزید تجھکو شرم نہین آتی کہ قیصر کی تو نے یہ پاسداری کی اور اپنے پیغمبر کی کچھ قدر نہ جانی۔ از تحریر الشہادتین۔

اور اس روایت کو ابن جوزی نے اپنے تذکرہ میں بھی لکھا ہے اُسنے نقل کی ہشام بن محمد سے اُسنے اپنے باپ سے اُنھوں نے عبداللہ ابن عمر سے۔

اُسی حال مین مقتول یزید نامعقول کا غلام اُس جگہ حاضر تھا اُسنے کہا اے یزید خدا سے ڈر کہ حسین علیہ السلام سردار اولاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں میرے روبرو

اُن کے لب و دندان سے بے ادبی یہ کرکہ پیغمبر خدا نے ان لبوں پر کئی مرتبہ بوسہ دیا ہے یزید نے کہا کہ میں تجھکو بھی انہیں دشمنوں میں شمار کرتا ہوں جب غلام نے یہ کلام سنا تو اُسنے تین بار تلوار ماری خالی پڑی اور مجلس میں ایک شور برپا ہوا اُسنے چالیس آدمی قتل کیے آخر جو وہ بھی شہید ہو گیا۔

ابن جوزی نے تذکرے میں لکھا ہے کہ ابن ابی الدنیا سے **روایت ہے** کہ حسن بصری فرماتے تھے کہ یزید دندان مبارک حضرت امام علیہ السلام پر لکڑی مارتا تھا اور وہ وہ جگہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو بوسہ دیتے تھے۔

یزید پلید نے حضرت امام زین العابدین کیطرف متوجہ ہوکر پوچھا یہ کس کا لڑکا ہے کسی نے کہا حسین ابن علی کا کہا میں نے سُنا تھا کہ علی ابن حسین قتل ہو گئے۔ لوگوں نے کہا حضرت امام حسین کے تین بیٹے تھے علی اکبر علی اوسط علی اصغر دو شہید ہوئے یہ علی اوسط بیمار تھے سو قید ہو کر آئے ہیں۔ یزید نے کہا اے لڑکے جانتا ہے کہ تیرا باپ مسند خلافت پر بیٹھنا چاہتا تھا اور اُسکو یہ دعوی تھا کہ اُسکے نام خطبہ پڑھا جاوے۔ الحمد للہ کہ اپنی مراد کو نہ پہونچا۔ امام زین العابدین نے فرمایا اے یزید سچ بتا کہ یہ ممبر ہمارے باپ دادے کے رکھے ہوئے ہیں یا تیرے اور خلافت و امامت ہماری خاندانی ہے یا تیرے آبا و اجداد کی جو مشرک تھے قیامت کے دن ہمارا تیرا فیصلہ ہوگا اور آیہ کریمہ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ پڑھکر کلام ختم کیا۔

روایت ہے کہ جس وقت حضرت زین العابدین مع فرق مبارک سید الشہدا اُس مردود کے دربار میں آئے آپکو بٹھایا سرہائے شہدا التخت کے سامنے طشت میں رکھوائے سروں کو تن سے جدا دیکھا ہر ایک صاحب سر کا حال پوچھا گفتگو میں اپنی امارت کی

نمایش اور کارخانہ کی آرائش دکھائی جب نقارخانہ سے آواز تہنائی اور قریب کی آئی حضرت سے مخاطب ہوکر بولا کہ ایسی آواز امیر تمکو تمہارے نانا نے کبھی سنائی آپ سکوت میں تھے کہ ایک جانب سے آواز اذان مغرب بلند ہوئی آپ نے معاً اُسکے جواب مین یہ فرمایا کہ سُن یہ تکبیر ہمارے نانا کے نقارخانے کی آواز ہے اور یہی صدا لے ہوش اور ہماری دمساز ہے تاقیام قیامت یہ نوبت جانہ آباد ہے۔ یہ تیری ریاست و امارت چند روزہ ہے آخر برباد ہے۔ جب موذن نے کہا اشہد ان محمداً رسول اللہ آپ مدینہ ہوئے اور یزید سے بولے کہ اے ستمگار یہ محمد کا نام ہے یا تیرے آبا و اجداد کا نام ہے ہم اس رسول مکرم کی اولاد میں ہیں یا نہیں۔ سچ کہہ کہ یہ کلمہ مصدوعی ہے یا خدا کا کلام ہے۔ اسے یزید زیادہ جرأت نہ کر۔ اس کلام کو سنتے ہی جو اصحاب کہ اُسوقت موجود تھے عبرت سے حیرت میں گویا بیجود اور بود سے نابود تھے وہ پلید سمجھا کہ مبادا فساد ہو اور یہ امارت برباد ہو آپ کو اہلبیت کے پاس زندان میں بھیجا اور سر ہائے شہدا کو باحتیاط رکھا اور سر مبارک امام حسین علیہ السلام دروازہ دمشق پر لٹکایا۔ چنانچہ تین شبانہ روز برابر سر پر نور دروازے پر دمشق کے آویزاں رہا۔

از محتشم کاشی

کاش آن زمان سرادق گردون نگوں شدے	وین خرگہ بلند ستوں بے ستوں شدے
این انتقام گر نہ فتادے بروز حشر	باایں عمل معاملۂ دہر چوں شدے
آل نبی چو دست تظلم بر آورند	ارکان عرش را بہ تزلزل در آورند

حافظ امام ابی الخطاب اس وجہ سے اپنی کتاب مرح البحرین فی فوائد المشرقین والمغربین میں لکھا ہے کہ جب سر مبارک کو یزید نے شام میں لٹکوایا تو خالد بن عفران کہ افضل تابعین

سے تھے اُنھوں نے اپنے آپ کو چھپا لیا لوگوں نے ایک مہینے تک اُن کو ڈھونڈھا
نہ پایا پھر جب وہ ملے لوگوں نے سب عزلت پوچھا اُنھوں نے کہا نہیں دیکھتے ہو کہ کیا
بلا ہم پر نازل ہے اور چند اشعار پڑھے جسکا مضمون یہ ہے۔ کہ اے ابن بنت رسول اللہ
تمہارے سر کو لائے آلودہ خون میں پس گویا تمہارے قتل سے قتل کیا رسول اللہ کو تم کو مارا
اور تمکو بلا دلیل پیاسا مارا اور تمہارے مارنے پر خوش ہوے اور تکبیر اور تہلیل کو تمہارے
ساتھ مارا یعنی تمہارے قتل سے اسلام سست ہوا۔ انتہیٰ

روانہ ہونا اہلبیت کا مدینہ منورہ کیطرف اور وہان پہونچنا

روایت ہے کہ جب یزید پلید اپنے دل کا حوصلہ پورا کر چکا اور ذریات رسول
مقتول اور اولاد بتول کو طرح طرح کے صدمے پہونچا چکا تب اہلبیت رسالت کو
مع سر مبارک ہمراہی نعمان بن بشیر صحابی اور تیس نفر جماعت سرداران یزیدی
روانہ مدینہ کیا نعمان بن بشیر نے راہ میں نہایت خدمت و اطاعت کی کہ تقریر و تحریر
سے خارج ہے جب قریب مدینہ منورہ پہونچے تو اولاد مہاجرین اور انصار اور تابعین
سید ابرار نے استقبال کر کے لیا اور اہلبیت کو مبتلائے مصیبت دیکھکر واویلا وا مصیبتا
پکارتے ہوے لائے۔ اُس مدینہ ماسکینہ میں گویا قیامت برپا تھی اُسوقت کی نالہ و زاری
اور ہر ایک کی بیقراری بیان کرنے سے زبان قلم عاجز ہے خصوصاً حضرت اُم سلمہ کا محلہ
میں تشریف لانا اور حضرت امام علیہ السلام کے سر کو ملاحظہ فرمانا اور ایک ایک کو آغوش
میں لیکر رونا اور روتے روتے بیہوش ہونا کس زبان سے بیان کروں کہ زبان کو بیان کی
طاقت اور قلم کو اس حال کے لکھنے کی جرأت نہیں ہے حضرت اُم المومنین اُم سلمہ
رضی اللہ عنہا ذریات رسول اور اولاد بتول کو اپنے ساتھ لیکر رسول مقبول کے روضۂ منورہ

پر آئین اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا وہی سر مبارک جو شب و روز آغوش پیغمبر میں رہتا تھا اسی کے مزار پر رکھ دیا اور ایک آہ سوزناک دل صد چاک سے کھینچ کر عرض کیا ؎

یا رسول اللہ برآر از روضہ سر تا بنگری	اہلبیت خویش را زار و غمناک و حزیں
در بلائے دشمناں دین گرفتار آمدہ	کس مبادا در جہاں ہرگز گرفتار این چنیں

اُسوقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر ایک ایک کا رونا اور حضرت فاطمہ صغرا کا باپ کے واسطے بیتاب ہونا اور خواہران حسین کی گریہ و زاری اور حضرت امام زین العابدین کی بیقراری خارج از بیان ہے روح پاک نبوی مزار مبارک میں سے چین ہوئی ہوگی۔ الغرض سر مبارک امام علیہ السلام کو کفنا کر جنۃ البقیع میں دفن کیا۔

علامۂ قرطبی کہتے ہیں کہ پہلوے حضرت فاطمہ قریب حضرت امام حسن علیہ السلام دفن کیا اور خلاصۃ الوفا میں بھی ایسا ہی ہے یعنی جنۃ البقیع میں پہلوے امام حسن علیہ السلام اور جو بعضے کہتے ہیں کہ سر مبارک بھی کربلا ہی میں مدفون ہے یا یہ کہ سلیمان بن عبد الملک کے وقت تک خزانہ میں تھا صحیح نہیں ہے۔

تنبیہ بخاری و مسلم میں حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روحوں کے لشکر ہیں جھنڈ کے جھنڈ جو اُنمیں سے ازل میں آشنا اور واقف تھا وہ اس عالم میں ملا اور الفت والا رہا اور جو اُنمیں سے وہاں ناآشنا اور بے پہچان تھا وہ یہاں بھی جدا اور بھٹکا رہا یعنی ازل میں خدا نے روحوں کی قسمیں طرح طرح کی پیدا کی ہیں اور اُنمیں استعدادیں مختلف و رنگا رنگ رکھی ہیں سو جن میں مناسبت تھی وہ اس عالم میں شیر و شکر ہو گئے جس طرح سعد بن وقاص و الد عمر و مردود کہ عاشق زار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور جان نثار امام حسین علیہ السلام کے اُنکے

بہشتی ہونے کی بشارت قطعی ہے اور سو وہاں سے یہاں تھے یہاں بھی بھولے بھٹکے رہتے ہیں جس طرح عمر و بن سعد اور یزید وغیرہ کہ خاندان نبوت کے دشمن جانی تھے اور ظاہر میں ایمان دار ان سب سے کہتے ہیں کہ ولی سے شیطان اور شیطان سے ولی پیدا کرتا ہے خداوند تعالیٰ اسی قدرت کاملہ سے۔

حسن لعمرہ اال احلس سیماک روم		زحاک مکہ الوحمل ایں یہ لوالعجی ست

سبحان اللہ سعد ابن ابی وقاص کی یہ بات کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد میں فرماتے تھے کہ اے سعد تیر مار میرے ماں باپ تجھ پر فدا یہ حدیث صحیحین میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ سے مروی ہے اور مصابیح میں حضرت موصوف سے روایت ہے کہ میں نے کسی کے حق میں یہ کلمہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے سعد ابن ابی وقاص کے نہیں سنا اور عمر و ابن سعد اس طرح کا ظاہر ہوئے وقت کہ جگر گوشۂ رسول کے خون کا پیاسا ہو گیا قدرت حق ہے۔

قاتلین امام کا حال از کتب معتبرہ و مستندہ

پوشیدہ نہ رہے کہ جو شخص سہیم و شریک اور راضی و خورسند شہادت شاہ شہیدان حضرت امام حسین علیہ السلام تھا قطع نظر از عذاب آخرت اس عالم میں بھی اپنی جیسے اعمال کو پہونچکر داخل دار البوار ہوا۔

زہری سے روایت ہے کہ جو کوئی معرکۂ کربلا میں بمقابلہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام تھا بلا معائنہ عذاب نکال دنیا سے نہیں گیا بعضے بہزار ذلت و خواری مقتول ہوئے اور بعضے آنکھوں سے اندھے ہو گئے اور ٹھوکریں کھاتے پھرے پھر نہایت

تکلیف اور فاقہ کشی سے بیونددیں ہوے اور بعضوں کا منھ کالا ہو گیا کہ دیکھنے والے اُسکی
صورت سے خوف کرتے تھے اور بعضے شدت پیاس سے پکھالیں پانی کی ہضم کرکے
حطب جہنم ہوے اور بعضے برص وجذام میں مبتلا ہوکر داخل سقر ہوے اور بعضے اور عذابوں
میں گرفتار ہوکے تحت الثری کو گئے اور بعضے تھوڑے دنوں کے بعد بھیک مانگنے لگے
اور تمام مال و دولت موروثی اور ذاتی جو یزید علیہ ما یستحقہ کے خزانہ سے پایا تھا جاتا رہا اور
اسی حالت دریوزہ گری مین مرکے خسر الدنیا والآخرۃ ہوے۔ سچ ہے۔ کلوخ انداز را
پاداش سنگ است ٭ اور بعضے اس طرح مارے گئے کہ پھر اُن کا نشان قیامت تک ہا
اَخرجَ اَبُو الشَّیخِ اَنَّ جَمْعًا تَذَاکَرُوْا اَنَّہٗ مَا مِنْ اَحَدٍ اَعَانَ عَلٰی قَتْلِ الْحُسَیْنِ اِلَّا
اَصَابَہٗ بَلَاءٌ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ فَقَالَ شَیْخٌ اَعَنْتُ وَمَا اَصَابَنِیْ شَیْءٌ فَقَامَ لِیُصْلِحَ
السِّرَاجَ فَاَخَذَتْہُ النَّارُ فَجَعَلَ یُنَادِیْ النَّارُ النَّارُ وَانْغَمَسَ فِی الْفُرَاتِ
وَمَعَ ذٰلِكَ لَمْ یَزَلْ بِہٖ حَتّٰی مَاتَ۔ از صواعق محرقہ
ابوالشیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مجلس میں چند آدمی باہم ذکر کرنے
لگے کہ کوئی شخص باقی نہیں رہا جس نے امام حسین علیہ السلام کے قتل مین اعانت کی
تھی کہ مرنے سے پیشتر وہ بلا مین گرفتار نہ ہوا ہو۔ ایک بوڑھا آدمی اُس مجمع کا بول اُٹھا کہ
کہ ہم معرکہ کربلا مین شریک تھے اور قتل مین مدد دی تھی ہمکو اسوقت تک کوئی مصیبت اور
بلا نہیں پہونچی دفعتہً چراغ اُس مجلس کا بجھنے لگا یہ مردود اُسکے اشتعال کے واسطے گیا ہاتھ
بڑھاتے ہی شعلہ چراغ نے پکڑا کہ ساری مجلس مین لوٹتا تھا اور کہتا تھا کہ میں جلا میں جلا۔
یہان تک کہ دریاے فرات مین جا گرا جو نکہ یہ آتش غضب الٰہی کی تھی دریا کا پانی اُس کے
حق میں روغن چراغ ہو گیا اور ایسا جلا پایا کہ خاکستر بار ہوا۔ کذا فی تحریر الشہادتین و صواعق محرقہ

عَنِ السُّدِّيِ اَنَّهٗ اَضَافَنِيْ رَجُلٌ بِكَرْبَلَاءَ فَتَذَاكَرُوْا اَنَّهٗ مَا شَارَكَ اَحَدٌ فِيْ دَمِ الْحُسَيْنِ اِلَّا مَاتَ اَقْبَحَ الْمَوْتِ فَكَذَّبَ الْمُضِيْفُ ذٰلِكَ وَقَالَ اَنَّهٗ مِمَّنْ حَضَرَ فَقَامَ اٰخِرَ اللَّيْلِ يُصْلِحُ السِّرَاجَ فَوَثَبَتِ النَّارُ فِيْ جَسَدِهٖ وَاَحْرَقَتْهُ قَالَ السُّدِّيُ فَاَنَا وَاللّٰهِ رَاَيْتُهٗ كَاَنَّهٗ حُمَمَةٌ۔

كذا فى تذكره خواص الامة لسبط ابن الجوزى۔

اور سُدی سے روایت ہے کہ میں ایک جگہ ضیافت کھانے گیا۔ بہت لوگ شریک تھے تذکرہ معرکہ کربلا ہونے لگا۔ اہل مجلس نے کہا کہ جو کوئی اس معرکہ میں تھا لا آخر مصیبت اور بلا میں گرفتار ہو کر بری موت مرا میزبان کہ میر مجلس تھا بول اٹھا کہ ہم بھی اس معرکے میں گیا تھے سو کوئی آفت اب تک ہم کو نہیں پہونچی۔ ہنوز کلام اسکا تمام نہ ہوا تھا کہ پچھلی رات میں چراغ درست کرنے اٹھا کہ ایک شعلہ چراغ سے اٹھا اور اسکے بدن پر گرا تمام بدن اسکا جل کر خاک ہو گیا۔ راوی کہتا ہے واللہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ گویا کوئلہ ہے جلا ہوا۔ از

تحریر الشہادتین و تذکرہ خواص الامۃ فی احوال الائمہ للعلامہ یوسف سبط ابن الجوزی۔

عَنِ الْوَاقِدِیِّ اَنَّ شَخْصًا مِنْهُمْ عَلَّقَ فِیْ سَلَبِ فَرَسِهٖ رَاْسَ الْحُسَیْنِ فَرُئِیَ بَعْدَ اَیَّامٍ وَجْهُهٗ اَشَدُّ سَوَادًا مِنَ الْقَارِ فَقِیْلَ اَنَّكَ كُنْتَ اَنْضَرَ الْعَرَبِ وَجْهًا فَقَالَ مَا مَرَّتْ عَلَیَّ لَیْلَةٌ حِیْنَ حَمَلْتُ تِلْكَ الرَّاْسَ اِلَّا وَاثْنَانِ لَیَاْخُذَانِ بِضَبْعِیْ ثُمَّ یَنْتَهِیَانِ بِیْ اِلَی النَّارِ تَاَجَّجُ فَیَدْفَعَانِیْ فِیْهَا وَاَنَا اَنْكُصُ فَتَسْفَعُنِیْ كَمَا تَرٰی ثُمَّ مَاتَ عَلٰی اَقْبَحِ حَالَةٍ۔ كذا فى تذكره خواص الامة۔

اور منصور بن عمار نے روایت کی ہے کہ جس نے سر مبارک سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا

پیر سے پیر چڑھایا تھا وہ شخص اول بہت حسین تھا اُس روز سے ایسا سیاہ قبیح منظر تیرہ تاریک ہوگیا کہ لوگوں سے اور روسے تعجب اُس سے پوچھا کہ اے مرد تو توخوبصورت و حسین تھا یہ حال تیرا کیا ہوا۔ اُسنے کہا واللہ حسین ان سے میں سے سرسارک سید الشہدا کا پیر سے پیر لٹکایا ہی اُس دن سے دو شخص مہیب صورت ہر روز میرے پاس آتے ہیں اور دونوں مارو کر کے کھینچتے ہیں اور آگ میں لیجاتے ہیں اُلٹا لٹکاتے ہیں پھر واپس لاتے ہیں اسی سبب سے تمام مُنھ میرا سیاہ ہوگیا ہے کہ میں مخوف ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شخص اُسی بلامیں رہا اور اُسی کیفیت میں مرگیا۔ از تحریر الشہادتین و تذکرہ خواص الائمہ فی احوال الائمہ لسبط ابن الجوزی

اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک بوڑھے آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ایک طشت خون سے بھرا ہوا حضرت کے روبرو رکھا ہے اور لوگ آتے ہیں اور حضرت اُنکو اُسی خون سے آلودہ فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ نوبت اُس پیرمرد تک پہونچی اُسنے کہا یارسول اللہ میں قتل امام حسین علیہ السلام میں شریک نہ تھا فرمایا تو شریک نہ تھا لیکن تیری خواہش تھی اور تو اس بات سے راضی تھا۔ پھر انگشت شہادت سے اُسکو اشارہ کیا حتّٰی وہ صبح کو سو کر اُٹھا تو اندھا تھا۔ از تحریر الشہادتین۔

وَاَخْرَجَهُ اَحْمَدُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ قَتَلَ اللّٰهُ الْفَاسِقَ ابْنَ الْفَاسِقِ فَرَمَاهُ اللّٰهُ بِكَوْكَبَيْنِ فِىْ عَيْنَيْهِ فَعَمِىَ۔ کذا فی صواعق محرقہ

اور امام احمد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اللہ نے فاسق ابن فاسق کو قتل کیا۔ اُسیوقت دو ستارے آسمان سے اُسکی دونوں آنکھوں پر گرے کہ وہ نابینا ہوگیا۔ از تحریر الشہادتین و صواعق محرقہ۔

اور ابونعیم نے اور منصور بن عمار نے سفیان سے اور اُسنے ایک آدمی سے

روایت کی ہے کہ اُسنے کہا کہ دو آدمی معرکہ کربلا میں بمقابلہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے تھے۔ سو ایک کا عضو تناسل اسقدر بڑھ گیا تھا کہ کمر میں یا گردن میں لپیٹتا تھا مثل رسی کے اور دوسرے آدمی کا یہ حال تھا کہ پیاس اُسکی اس مرتبہ تھی کہ پکھالیں پانی کی پی جاتا تھا اور پیاس نہ جاتی تھی۔ آخر کار قدرت الٰہی یہ ہوئی کہ اسی حالت میں مرگیا۔ از ہدایۃ الکونین۔

اور واقدی سے منقول ہے کہ ایک پیر مرد حاضرین معرکہ کربلا سے نابینا ہو گیا اُس سے لوگوں نے پوچھا کس سبب سے تو اندھا ہو گیا۔ اُسنے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آستین مارو تک چڑھائے ہوئے تلوار ننگی ہاتھ میں لیے بیٹھے ہیں اور ایک فرش چرمی روبرو بچھا ہے اُس پر دس آدمی قاتلین امام حسین علیہ السلام سے ذبح کیے ہوئے پڑے ہیں وہی نابینا کہتا ہے اس حال میں مجھ پر نظر پڑی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرکے ایک سلائی خون سے تر کی اور میری آنکھ میں پھیر دی کہ میں اندھا ہو گیا۔ از تذکرہ خواص الامہ

اور ایک شخص قاتلان حسین علیہ السلام سے شام میں تھا مُنھ اُسکا سؤر کا ہو گیا تھا کہ آدمی اُسکو دیکھ کر ڈرتے تھے۔ از صواعق محرقہ۔

ذَكَرَ الْبَارُدِيُّ عَنِ الْمَنْصُوْرِ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا بِالشَّامِ وَجْهُهُ كَوَجْهِ الْخِنْزِيْرِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ كَانَ يَلْعَنُ عَلِيًّا كُلَّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ وَفِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ وَاَوْلَادَهُ مَعَهُ قَالَ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ مَنَامًا طَوِيْلًا مِنْ جُمْلَتِهِ اَنَّ الْحُسَيْنَ شَكَاهُ اِلَيْهِ فَلَعَنَهُ ثُمَّ بَصَقَ فِيْ وَجْهِهِ فَصَارَ مَوْضِعُ بُصَاقِهِ خِنْزِيْرًا وَصَارَ اٰيَةً لِلنَّاسِ كَذَا فِيْ صَوَاعِقِ مُحْرِقَةٍ

مارزی منصور و والقی سے نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا

کہ اسکا منہ مثل حسر یزید کے ہے وہ کہنے لگا کہ میں جناب علی علیہ السلام پر ہر روز ایک ہزار مرتبہ
لعنت کیا کرتا تھا اور ہر جمعہ کے دن چار ہزار مرتبہ اُن پر اور اُنکی اولاد پر ست (دشنام) کہا کرتا
تھا۔ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ کو خواب میں دیکھا منصور کہتا ہے کہ اُس شخص نے
ایک طویل خواب بیان کیا اُسمیں سے یہی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے اُس شخص کی شکایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے مُنھ پر تھوک دیا
جہاں پر حضور کا تھوک پڑا وہ جگہ حسر یزید کی شکل بن گئی اور وہ آدمی لوگوں کے لیے ایک خدا
کی نشانی ہو گیا۔ اور جس نے علی اصغر کے حلقوم میں تیر مارا تھا وہ اس بلا میں تھا کہ آگے کے
بدن میں گرمی اور پس پشت سردی تھی۔ ہر چند لوگ سامنے پنکھے جھلتے تھے اور پیچھے سے آگ
جلاتے تھے پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا اور شدت پیاس سے گھڑے کے گھڑے پانی پی جاتا تھا۔
آخر کار پیٹ پھٹ گیا اور اُس عذاب میں مر گیا۔ از تحریر الشہادتین۔

اسقدر جو بیان ہوا سو ایک تمہ ہے احوال عوام الناس سے جو معرکۂ کربلا میں حاضر
تھے۔ اب حال خواص یعنی یزید پلید و ابن زیاد مایۂ فساد و ابن سعد و شمر بیکیر وغیرہ کا مجملاً
بیان کرتا ہوں کہ سرآمد اشقیا یزید علیہ ما یستحقہ سے قتل امام حسین علیہ السلام سے جو سرزد ہوا
تو حق سبحانہ و تعالی نے قطع نظر امراض جسمانیہ کہ شاق تر ہوں لیکن بلحاظ سرائے اعمال اختلال
اُن کا سہل ہے ایسے ایسے افعال قبیحہ اور احوال شنیعہ میں مبتلا فرمایا کہ صورت عذاب الٰہی
بے تکلف اُسکی پیشانی سیاہ سے نمودار تھی۔ از تحریر الشہادتین۔

بیان واقعہ حرّہ از تفریح الاذکیا و جذب القلوب شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہ

از انجملہ ایک شنیعہ واقعہ حرّہ ہے جسکو حرہ واقم اور حرہ زہرہ کہتے ہیں۔ یہ ایک موضع ہے

جو مدینہ منورہ سے ایک میل پر واقع ہے اور اس واقعہ قبیحہ کی خبر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی سو اُسکے ہاتھ سے وقوع مین آیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری مین روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک دن اہل مدینہ کو بیتی آئیگا جسمیں اہل مدینہ کو مدینہ سے باہر نکالیں گے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کون ایسا ہے جو نکال دیگا فرمایا اِمْرَءُ السُّوْءِ۔

اور حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ہے کہ ہلاکت میری ایک قبیلہ قریش کے ہاتھ سے ہوگی اصحاب نے عرض کیا کیا فرماتے ہیں آپ یا رسول اللہ ہم لوگون کو اُس زمانہ میں فرمایا عزلت اور گوشہ نشینی خلق سے۔

اور دوسری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت نے قسم اُس خدا کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مدینہ میں مقاتلہ واقع ہوگا کہ دین اِس طرح جاتا رہیگا جس طرح سر کے بال مُنڈ جاتے ہیں جاتے رہو اُس دن مدینہ سے اگرچہ مقدار ایک منزل کے بھی ہو۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا حوادث سنہ ہجری اور چھوکرون کی امارت سے محفوظ رکھ اور اُسکے قبل مجھکو اس عالم سے اُٹھالے یہ اشارہ زمان دولت یزید پلید پر فرماتے تھے کہ سنہ ہجری میں تخت شقاوت پر بیٹھا تھا اور واقعہ حرہ اسی زمانہ مین واقع ہوا۔

اور واقدی نے کتاب الحرہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کی ہے کہ حضرت سید ابرار ایک سفر میں تشریف لے گئے جب حرۂ زہرہ پر پہونچے تو آیہ مصیبت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ فرمائی۔ صحابہ نے جانا کہ شاید کوئی امر مکروہ جو اس سفر میں خلاف

مدعا حضرت کے ہوا ہوگا۔ اُس پر ارشاد کیا ہے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا بات نظر آئی کہ آپ نے یہ آیت فرمائی ارشاد کیا کہ کوئی امر تمہارے اس سفر سے متعلق نہیں ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ پھر کون بات ہے بتلائیے فرمایا اس نگستان میں اخیار اُمت جو بعد اصحاب کے ہیں مارے جائیں گے بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موضع پر پہونچتے تو دست مبارک سے اشارہ کر کے فرماتے یہاں اچھے اچھے لوگ میری اُمت کے مارے جائینگے۔ اور کیفیت اُس حادثہ شنیعہ کی ابن جوزی اور قرطبی اور طبرانی وغیرہ محدثین نے یوں بیان کی ہے کہ جب یزید پلید نے قتل امام حسین علیہ السلام اور تذلیل اہلبیت نبوت سے فراغت پائی تو ۶۲ھ ہجری میں عثمان بن محمد ابن ابی سفیان اپنے چچیرے بھائی کو مدینہ میں بھیجا کہ اہل مدینہ سے میری بیعت لے سو اُس نے مدینہ میں جا کر ایک جماعت کو یزید کے پاس روانہ کیا اُنھوں نے بیعت کی۔ جب یہ لوگ مدینہ میں پلٹ کر آئے تو یزید کی بدی اور شراب خواری اور ارتکاب دیگر مناہی اور ملاہی اور ترک نماز و رواج زنا اور لعب کلاب وغیرہ امور ذمیمہ اُسکے یاد کر کے بیزار ہوئے اور خلع بیعت فرمائی اور باقی اہل مدینہ بھی قصد اطاعت اور بیعت سے بیزار ہوئے منذر کہ ایک شخص اُس جماعت میں تھا کہنے لگا واللہ یزید نے اگرچہ مجھکو لاکھ درم انعام دیئے لیکن راستی کو ہاتھ سے نہ دوں گا یزید بلاشک شراب خوار و تارک نماز ہے پھر اہل مدینہ نے عبد اللہ بن حنظلہ سے بیعت کی اور عثمان ابن محمد کو جو عامل مدینہ تھا نکال دیا کہ مدینہ اغیار سے پاک ہو گیا عبد اللہ بن حنظلہ کہتے تھے کہ واللہ بیعت یزید سے ہم نہیں نکلتے۔ مگر اس خوف سے کہ پتھر آسمان سے برسیں گے

یعنی بخوف عذاب الٰہی۔ غرض اہل مدینہ نے بعد اظہار فسق و فجور یزید منبر پر چڑھ کر خلع بیعت
کی۔ عبداللہ بن ابی عمر بن حفص مخزومی نے عمامہ اپنے سر سے اُتارا اور فرمایا کہ اگرچہ یزید نے
مجھکو انعام دیا اور میرا مشاہرہ زیادہ کر دیا ہے لیکن وہ دشمن خدا ام الخمر ہے میں اُس کو اپنی
بیعت سے نکالے دیتا ہوں جس طرح عمامہ سر سے اُتارا ہے۔ دوسرا آدمی اُٹھا اُس نے
پاپوشیں اُتاریں اور کہا اس طرح اُسکو بیعت سے نکال ڈالا ہے جس طرح پاپوشیں اُتاری ہیں
یہاں تک کہ مجلس عمائم اور نعال سے بھر گئی بعد اُسکے عبداللہ ابن مطیع کو قریش پر اور عبداللہ
ابن حنظلہ کو انصار پر والی کیا اور جو کوئی مدینہ میں فرقہ بنی اُمیّہ سے تھا اُسکو مروان
کے گھر میں گھیر لیا۔ تب مروان نے یزید کے پاس استعانہ کیا۔ تو یزید مردود مسلم ابن
عقبہ کے پاس آیا۔ یہ مردود مسرف علت فالج میں تھا اور قریب ہلاکت یزید نے کہا اگر
تجھکو ضعف مرض نہ ہوتا تو میں تجھکو اہل مدینہ کے قلع و قمع پر روانہ کرتا کہ تجھ سے زیادہ کوئی
مخلص اور محب نظر نہیں آتا۔ سو مسرف اُٹھ بیٹھا اور بولا قسم ہے خدا کی اے امیرالمومنین
میں تیار ہوں اور میرے سوائے کسی سے سرانجام اس کام کا نہ ہوگا۔ میں نے ایک
خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت سینٹھ کا اسی ساجون سے انتقام عثمان ابن عفان میں
فریاد کر رہا ہے سو میں سر و یک گیا تو سنتا ہوں کہ وہ درخت مجھ سے کہتا ہے کہ برآمد اس
کام کا مسلم بن عقبہ کے ہاتھ پر ہوگا اُس دن سے میں نے یہ فال قتال اہل مدینہ پر دیکھی ہے
یزید نے کہا پھر جلدی کر اور مدینہ میں پہونچکر بیعت اور اطاعت میری اہل مدینہ سے طلب کے
اگر نہ مانیں تو بلاتامل نے صرفہ قتل کر کہ نام و نشان کسی کا نہ رہے اور تین دن تک مدینہ کو
لوٹ۔ کہ کسی کے گھر میں کوئی چیز باقی نہ رہے اور بعد اُسکے عبداللہ بن زبیر سے متوجہ ہو
کہ وہ مکے میں ہے چنانچہ یزید نے بیس ہزار سوار اور پیادے مسرف کے ساتھ کر کے

جانب حجاز روانہ کیے اور ابن مرجانہ کو حکم دیا کہ تو عبداللہ بن زبیر پر جا۔ اُسنے توقف کیا اور
کہا میں ہرگز بیت اللہ شریف میں فریدیزید سے ۔ لڑوں گا اور مسرف سے یہ بھی نصیحت
کردی تھی کہ اگر تجھ پر کوئی حادثہ پیش آئے تو حصین بن نمیر سکونی کو خلیفہ کردیا اور علی ابن
حسین یعنی زین العابدین کے کچھ متعرض نہوتا کہ وہ ان لوگوں میں شریک نہیں ہے جب یہ خبر
یہ خبر مدینہ منورہ میں فاش ہوئی تو سب اہل مدینہ مدافعت اہل فساد پر مستعد ہوئے اور جماعت
بنی اُمیہ سے جو محصور تھے قرار و عہد ہو گیا کہ امداد و اعانت اہل فساد کی نہ کریں گے اور
مدینہ سے باہر آپڑے ۔ مروان ابن الحکم نے اپنے بیٹے عبدالملک کو حقیبہ مسلم بن عقبہ کے
پاس بھیجا اور کہدیا کہ ناحیہ حرم میں آکر تین روز جدال و قتال موقوف رکھنا چاہیے۔ اُنھوں نے
ویسا ہی کیا۔ بعد تین دن کے اہل مدینہ سے کہنے لگا کہ اب تدبیر کیا ہے۔ اہل مدینہ بولے
کہ سوائے محاربہ اور مقاتلہ کے کوئی تدبیر نہیں ہے تاکہ فتنہ و فساد حرم مدینہ سے دفع ہو جائے
تو مروان نے کہا یہ بہتر نہیں ہے اطاعت کرنا اولی ہے اہل مدینہ نے نہ مانا آخر عبداللہ
بن غسیل سوار ہو کر لڑے اور شہید ہوئے ۔ اور عبداللہ بن مطیع بھی مع اپنے ساتوں
بیٹوں کے شہید ہوئے ۔ مسلم نے سراُن کا کاٹ کر یزید کے پاس بھیجا۔ آخر کار قہر و غلبہ
یزیدیوں کے نصیب ہوا اور تین دن تک موافق حکم یزید کے مدینہ منورہ خوب لوٹا گیا
اور بدکاری کا بازار گرم ہوا اور چھوٹے بڑے قتل ہوئے کہ ایک ہزار سات سو صحابی
بقایائے مہاجر و انصار و علمائے تابعین اخیار سے شہید ہوئے اور سات سو آدمی
حافظ قرآن اور ستانوے آدمی سردار قریش تیغ ظلم سے مارے گئے کہ سب عورت و لڑکے
قریب دس ہزار آدمی کے از قسم عوام الناس تہ تیغ ہوئے اور فسق و فساد و زنا عام ہو گیا
حتٰی کہ ہزار عورت بعد اس واقعہ کے اولاد حرامی لائیں اور گھوڑے مسجد شریف نبوی میں باندھے گئے

اور روضۂ مبارک میں جو ایک موضع میاں قبر و ممبر شریف ہے اور جسکی شان میں حدیث صحیح وارد ہے کہ یہ مقام ایک روضہ ہے ریاض جنت سے گھوڑوں نے لید اور پیشاب کیا اور آدمیوں کو یزید کی بیعت پر عہد عبودیت کہ اگر چاہے بیچ ڈالے اور چاہے آزاد کرے اور چاہے طاعت خدا پر حکم دے خواہ معصیت پر بہ جبر و اکراہ دعوت شروع کی یہانتک کہ یزید بن عبداللہ ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے جب کہا کہ ہم بیعت بر حکم قرآن و سنت رسول کریں گے اُس کی گردن ماری گئی اور سعید ابن المسیب کہ اکبر تابعین مین تھے گرفتار آئے تو اُن سے بیعت یزید طلب کی گئی اُنھوں نے کہا میں بیعت بسیرت ابو بکر اور عمر پر کروں گا مسرف نے کہا انکی بھی گردن مارو سو ایک شخص نے کہا سعید بن مسیب مجنوں ہے تب ان کو چھوڑ دیا۔ غرض مدینہ منورہ آدمیوں سے خالی ہو گیا اور فواکہ و ثمرات اُسکے نصیب وحوش و بہائم ہوئے اور کتے وغیرہ حیوانات مسجد نبوی میں رہنے لگے۔

سعید بن مسیب سے اس طور کی **روایت** متصل کرتے ہین کہ اُن دنون مسجد نبوی میں سوائے میرے رات کو کوئی نہ ہوتا تھا اور اہل شام مسجد مین آتے تھے اور کہتے تھے یہ بوڑھا دیوانہ یہان کیا کرتا ہے اور نماز کے وقت حجرۂ شریف سے آواز اذان واقامت آتی تھی اُس سے میں نماز بھی پڑھتا تھا اور کوئی آدمی میرے ساتھ نماز میں نہ تھا

روایت ہے کہ اس واقعہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی داڑھی کے سب بال اہل شام نے اُکھاڑ ڈالے تھے چنانچہ ابو سعید خدری کو جب لوگوں نے اس حال میں دیکھا تو پوچھا کیا تم اپنی داڑھی سے لعب کرتے ہو اور بالون کو کھا لیتے ہو حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ یہ آثار ظلم اہل شام سے ہے کہ واقعہ حرہ مین مجھ پر پہونچا تھا کہ اول کچھ لوگ میرے گھر میں آئے اور جو کچھ مال و متاع تھا لے گئے۔ پھر اور لوگ آئے

تو کچھ بھی اسباب اور مال نہ تھا تب مجھکو پچھاڑ کر بال داڑھی کے اُکھاڑ ڈالے اور بال غنیمت سمجھ کر لے گئے۔

روایت ہے کہ مسرف ملعون اور مروان مردود کشتگاں حرم کو بطور سیر تفریح دیکھتے پھرتے تھے تو عبد اللہ بن الغسیل کہ شہید ہو گئے تھے اپنی انگشت شہادت جانب آسمان اُٹھائے ہوئے پڑے تھے۔ مروان نے کہا واللہ تو نے بعد موت کے انگلی آسمان کیجانب اُٹھائی ہے تم نے تمہارے ہاتھ سے اکثر انگلیاں آسمان کیطرف اُٹھائی ہیں اور درگاہ الٰہی میں تضرع اور زاری کرتے رہے ہیں اُسوقت ایک مرد شامی نے کہا اگر حال ان لوگوں کا ایسا ہے تو تمہاری دعا قتل اہل بہشت میں تھی۔ تب مروان نے کہا کہ ان لوگون نے مخالفت دین کی کی تھی اور عہد مسلماں توڑ ڈالا تھا۔

نقل ہے کہ جب مروان بعد اس واقعہ کے یزید پلید کے پاس گیا تو یزید سے احوال کہا۔ یزید بہت شکر گزار ہوا اور مروان کو اپنے مقربین میں داخل کیا اور مسرف کشتگاں حرم کو دیکھ کر کہتا تھا کہ باوجود قتل ان لوگون کے اگر میں دوزخ میں جاؤں تو مجھ سے زیادہ کوئی بدنصیب نہیں ہے۔

ذکوان سے کہ مولی مروان ہیں تھا **روایت** ہے کہ مسلم ابن عقبہ نے اپنی بیماری کی دوا استعمال کی اور بلا توقف کھانا مانگا تو طبیب نے کہا چندے صبر کیجیے کہ دوا کا اثر ہو لے۔ مسرف نے کہا کہ اب مجھکو تمنائے حیات نہیں ہے میں زندگی اسیواسطے چاہتا تھا کہ سوزش سینہ قاتلیں عثمان سے تاب تمشیر رفع کرون سواب میری مراد حاصل ہوئی اب کوئی چیز محبوب تر موت سے نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالی نے ان بابا کوں کے قتل کرنے سے تمام گناہوں سے مجھے پاک کر دیا ہے۔ سبحان اللہ

یہ تو کچھ یزید سے زیادہ نکلا۔ مصرع برعکس نہند نام زنگی کافور۔

روایت ہے کہ اِس مردود کو اسوجہ سے مسرف کہتے تھے کہ اسنے ہتک حرمت مدینہ میں افراط کی اور داد اسراف دی حالانکہ اُسکی شان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللهُ وَكَانَتْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ رواه النسائی۔

یعنی جس نے ڈرایا مدینہ والوں کو ظلم سے ڈراویگا اُسکو اللہ اور اُس پر پھٹکار ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی روایت کیا اسکو نسائی نے۔ لیکن اسکو مسلمان البتہ مانتے ہیں یہ شقی دشمن خدا اور رسول۔

روایت ہے کہ جب مسرف نے بیعت یزید باختیار عبودیت و اطاعت در معصیت و طاعت بجبر و اکراہ لی تو اکثر لوگون نے باضطرار قبول کی اُنمین سے ایک مرد قریش نے کہا کہ ہم بیعت کرتے ہین لیکن طاعت مین نہ معصیت مین مسرف نے قبول نہ کیا اور اُسکو قتل کیا۔ تب اُسکی مان نے قسم کھائی کہ اگر مجھکو خدا قدرت دیگا تو مین مسرف کو زندہ یا مردہ جلادونگی۔ اتفاقاً جب مسرف نے قتل و نہب اہل مدینہ سے فراغت پائی اور روے بدادیستی مکہ معظمہ کیطرف پھیرا کہ عبد اللہ ابن زبیر کا کام بھی تمام کرے تو اُسی اثنا میں دو تین دن کے بعد اُسی مرض میں جسمیں وہ پہلے سے مبتلا تھا مرگیا وہ عورت مع چند غلامون کے اُسکی قبر پر گئی تاکہ اُسکو قبر سے نکال کر اپنی قسم پوری کرے جون ہی قبر کھودی کیا دیکھا کہ ایک اژدہا مسرف کی گردن پر لپٹا ہے اور اُسکی ناک کی ہڈی پکڑے ہوے چوس رہا ہے۔ یہ حال دیکھکر وہ سب کے سب ڈرے اور اُس عورت سے کہنے لگے کہ خدا نے تو خود اُسکے اعمال کا بدلہ اُسکو دیدیا ہے اِس سے زیادہ

تو کیا کر سکتی ہے۔ ہمارے سر پر بس اب لٹنے دے کہ یہی عذاب اسکو کافی ہے اُسنے
کہا قسم اللہ کی میں ایسا عہد جو کیا ہے وہ پورا کروں گی اور اس مسرف کو ہرگز نہ چھوڑوں گی
مجبور ہوکر سب نے کہا کہ اچھا اسکو اسکے پیروں کیطرف سے نکالنا چاہیے جب اُدھر
متوجہ ہوئے تو دیکھا اُسی طرح سے پیروں میں بھی اژدہا لپٹا ہوا ہے اُس عورت نے وضو
کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور خدا کے جناب میں ہاتھ اُٹھا کے یہ دعا کی کہ الٰہی تو خوب
جانتا ہے کہ میرا غصہ مسلم پر محض تیری رضا کے لیے ہے مجھے اتنی قدرت دے کہ میں اُسے
اس گڑھے سے نکال کر جلا دوں۔ یہ دعا کر کے اُسنے ایک لکڑی اُس سانپ کی دم پر
ماری وہ سر سے اُتر کر چلا گیا اُسنے مسرف کی لاش کو قبر سے نکالا اور جلا دیا۔ قوم یہ واقعہ دیکھکر
ڈری۔ ابن سعد نے بھی محمد بن سعید سے نقل کیا ہے۔ کذا فی شرح الصدور۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ عورت اُم یزید بن عبد اللہ بن ربیعہ
تھی کہ وہ بعد متوجہ ہونے مسرف کے مکے کی طرف لشکر سے تھوڑی دور پر اپنی قوم کے
ساتھ اسی ارادے پر پھرتی تھی جب مسرف کے مرنے کی خبر اُس کو ملی تو وہ لوٹی اور
اُسکی نعش کو نکال کر دار پر کھینچا۔

ضحاک کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اُسکو دار پر کھینچا ہوا دیکھا تھا اُنھوں نے مجھ سے
بیان کیا کہ لوگوں نے اُسی دار پر اُس کو سنگسار کیا۔ اور جلانے کا ذکر ان روایت میں
نہیں آیا ہے مگر ہوسکتا ہے کہ پہلے دار پر کھینچا گیا ہو پھر اُسکے دو تین دن کے بعد جلایا گیا
ہو۔ پس جس نے جلانا نقل نہیں کیا ہے اُسنے پہلی حالت دیکھی ہوگی۔ واللہ اعلم

القصہ مسلم ابن عقبہ بعد غارت مدینہ طیبہ و قتل اصحاب رسول خواص و عوام مدینہ
بارادہ قلع و قمع عبد اللہ بن زبیر جانب مکہ معظمہ روانہ ہوا۔

قرطبی روایت کرتے ہیں کہ جب مسرف موافق ایمائے یزید پلید جانب مکۂ معظمہ روانہ ہوا تو تیسرے دن بعد واقعہ حرہ سے بیٹ اُسکا رروان ولیم سے پُر ہو گیا اور نہایت فصیحتی سے ہلاک ہوا اور عایت قساوت قلبی اور حماقت جبلی سے مرتے وقت کہتا تھا کہ خداوندا مجھے بعد ارتشہادت کلمۂ لاالہ الا اللہ کوئی عمل محبوب تر اور قابل قبول تیری درگاہ کے نہیں ہوا مگر قتل اہل مدینہ اگر باوجود اس عمل کے بھی مجھکو دوزخ میں ڈالے تو مجھ سے بدبخت زیادہ کوئی نہ ہوگا اور اُس حالت میں بایمائے یزید پلید حصین ابن نمیر سکونی کو طلب کرکے کہا کہ تجھکو امیرالمومنین یزید نے میرے بعد امیر کیا ہے اب میں مرتا ہوں تو جلد متوجہ مکہ ہو اور قلع وقمع ابن زبیر میں تاخیر مت کر اور قتال بیت اللہ میں تقصیر روا نہ رکھ اور جو عبداللہ بن زبیر خانہ کعبہ سے پناہ پکڑے تو کچھ باک نہ کر غرض یہ مراتب بایمائے یزید پلید مسرف ملعون نے حصین بن نمیر کے گوش گزار کر دیے چنانچہ یہ مردود جانب بیت اللہ شریف روانہ ہوا اور اُسنے جاکر چوسٹھ روز برابر مکہ معظمہ کو گھیرا اور ہتک حرمت بیت اللہ شریف میں سرگرم ہوا اور سنگ منجنیق سے صحن کعبہ بھر دیا اور ستون مسجد شریف کے گروادیے اور لباس کعبہ جلوادیا اور پردہ بیت اللہ شریف جو در وازے پر کھنچا رہتا تھا بیچ تور کیا گیا یہاں تک کہ کئی دن خانہ کعبہ بے لباس رہا اور اتفاقات قضا و قدر سے آج ہی کے دن یزید مردود راہی ملک عدم ہوا۔ یا اُسکے موت کی خبر اُس دن پہونچی۔

اور مرض ذات الجنب میں مبتلا ہو کر کمال ذلت وخواری سے داخل دارالبوار ہوا۔

ولادت یزید علیہ مایستحقہ ۲۵ سنہ یا ۲۶ سنہ ہجری میں ہوئی یہ شقی کثیر اللحم وکثیر الشعر تھا۔ ماں اُسکی میمون بنت بحدال کلبیہ تھی اور بعض جاتم اُسکا دنیا اللہ تھا۔

روایت صحیح یہ ہے کہ یزید بعارضہ سل اور دق مرا حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا حضرت نے کوئی بدسگالی نہ کرے اور ایذا نہ دے اہل مدینہ کو مگر یہ کہ فانی ہوجائے قریب تر جس طرح گھل جاتا ہے نمک پانی میں سو دیکھو بعد واقعہ حرہ کے اندک فرصت میں یزید عارضہ سل و دق میں گداختہ اور فانی ہوا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

بالجملہ اُسکے مرنے سے اہل شام اور بنی امیہ پر پریشانی پڑگئی اور بسبب کے رسوا اور ذلیل ہوکر بھاگے اور عبداللہ بن زبیر محفوظ رہے۔

بعض محققین نے تاریخ فوت یزید پندرھویں ربیع الاول سنہ ۶۴ ہجری مقام حمص میں لکھی ہے اور عمر اُنتالیس ۳۹ برس یا سینتیس ۳۷ برس کی بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ بعد قتل امام حسین علیہ السلام کے کل تین برس اور سات مہینے اس مردود نے فسوق وضلال وکفر وکافری وفسق وفجور کو رونق دی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ وقوع واقعہ حرہ روز چہارشنبہ ستائیسویں یا اٹھائیسویں ذیحجہ سال تریسٹھ ہجری میں ہوا اور مسلم بن عقبہ غرہ محرم سنہ ۶۴ ہجری میں داخل جہنم ہوا۔ اور ہتک حرمت بیت اللہ شریف اور قذف بیت اللہ منجنیقہا سے تحقیق بروز شنبہ تیسری ربیع الاول اور واقعہ حرہ سے تین مہینہ کے بعد تاریخ یکم ربیع الثانی کو یزید جہنم رسید ہوا۔

اخبار الدول میں ہے کہ بمرض ذات الجنب ماہ ربیع الاول سنہ ۶۴ ہجری میں بمقام حوران مرا اور اُسکو دمشق میں لائے اور خالد ابن معاویہ نے نماز پڑھی و بقولی معاویہ ابن یزید نے نماز پڑھی اور مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہے اور قبر اُسکی اسوقت مزبلہ شہر ہے یعنی وہاں تمام شہر کی نجاست و غلاظت پھینکی جاتی ہے۔

بیان جواز و عدم جواز لعن بر یزید پلید علیہ ما یستحقہ

ابن جوزی نے جسکی کمال شدت اور عصبیت اور حفظ سنت و شریعت مشہور ہے ایک رسالہ لکھا ہے الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم الیزید اسمیں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا حال پوچھا میں نے کہا کہ اُسکے اعمال قبیحہ اور احوال فضیحہ سب ظاہر ہیں تب اُسنے کہا کہ اس پر لعن جائز ہے یا نہیں میں نے کہا علماے متورعین نے تو جائز رکھی ہے انہیں سے احمد بن حنبل ہیں اُنھون نے تو اُسکے حق میں وہ کچھ لکھا ہے جو لعنت سے بھی بڑھ گیا ہے۔

پھر روایت کی ہے اس جوزی نے قاضی ابی یعلی فراء سے کہ اُنھون نے اپنی کتاب معتمد میں جو علم اصول میں ہے اپنے اسناد سے طرف صالح ابن احمد بن حنبل کے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ لوگ ہمکو نسبت کرتے ہین طرف تولی یزید کے اُنھوں نے کہا اے بیٹے کوئی مسلمان بھلا یزید سے بھی دوستی رکھ سکتا ہے تو کیون نہیں لعنت کرتا اُسکو جسکو خدا نے اپنی کتاب میں لعن فرمائی پس میں نے پوچھا کہاں فرمائی ہے کہا اِس آیہ میں فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ یعنی پس کیا ہو تم نزدیک اِس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے کہ فساد کرو زمین میں اور کاٹو قرابت میں اپنے یہ لوگ ہیں جنھین لعنت کی ہے اللہ نے پس بہرا کر دیا اُنکو اور اندھا کر دیا اُنکی آنکھوں کو یعنی حکومت کے غرور میں ظلم کرنے لگے پھر کسی کا سمجھایا نہ سمجھے۔ انتہی۔

پس کون فساد اس واقعہ قتل سے بڑھ کر ہو سکتا ہے

اگر کوئی کہے کہ یہ آیت شان منافقین اور یہود میں نازل ہوئی ہے۔ تو اُسکا جواب یہ ہے کہ ابن جوزی نے اپنی کتاب الردین لکھا ہے کہ ناقل اس روایت کا مقاتل بن سلیمان ہے جس نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور عامہ محدثین نے اسکے کذب پر اجماع کیا ہے مثل امام بخاری اور وکیع اور نسائی وغیرہ کے اور کہا ابن جوزی نے کہ بیان کیا حضرت امام احمد نے کہ یہ آیت شان مسلمین میں ہے پس میں کیونکر امام احمد کا قول نہ مانوں۔ انتہی کذا فی اظہار السعادت۔

شیخ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں کہ قصہ قتل امام حسین علیہ السلام بہت طویل ہے دل اُسکے بیان کا متحمل نہیں۔ پس لعنت کرے اللہ اُسکے قاتل پر اور ابن زیاد پر ساتھ اُسکے اور یزید پر بھی۔

اور اکلیل فی احکام التنزیل میں تفسیر سورۂ ہود میں تحت تفسیر آیت اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کے افادہ فرماتے ہیں کہ اِس سے استدلال کیا جاتا ہے اوپر جواز لعن مسلم ظالم کے۔ انتہیٰ۔

ظاہر ہے کہ یزید سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔

مولوی سلامت اللہ صاحب نے تحریر الشہادتین میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ دریں شکے نیست کہ یزید پلید آمر و راضی و مستبشر از قتل حسین علیہ السلام بود وہمیں ست مذہب مختار جمہور اہلسنت وجماعت چنانچہ در کتب معتمدہ مثل مفتاح النجا مرزا محمد بدخشی و مناقب السادات ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی و شرح عقائد نسفی ملا سعد الدین تفتازانی و تکمیل الایمان شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیر آں از اسفار معتبرہ ماثور است و

دلائل مذکورہ مسطور ست ولہذا لعن آں ملعون صحیح قاطعہ وبراہین ساطعہ ثابت کردہ اند ومختار راقم الحروف واساتذہ صوری ومعنوی ما ہمیں ست کہ یزید آمر وراضی ومتلبس بقتل حسین بودہ ومستحق لعنت ابدی ودبال ونکال سرمدی ست واگر تامل بکار رود قصر بر مجرد لعنت درحق آں ملعون قصور یست کہ مقصور بران ساید بود چنانچہ استاذ البریہ صاحب تحفۂ اثنا عشریہ علیہ الرحمۃ در رسالہ العقیدہ در حاشیہ کہ بر کلمہ علیہ ما یستحقہ تعلیق فرمودہ افادہ می نماید کہ علیہ ما یستحقہ کنایہ است از لعنت والکنایۃ ابلغ من التصریح از قواعد مشہورہ عربیت ست معہذا در ابہام ما یستحقہ تعمیم ست وتشنیعی ست کہ در تصریح بلفظ لعنت فوت میگردد چنانچہ در تفسیر فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ مذکور میشود حق ایں ست کہ اکتفا بر محض لعنت در حق یزید قصور ست زیرا کہ ایں قدر جزا مطلق قتل مومن مقرر کردہ اند قال اللہ تعالے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ویزید را دریں عمل زیادتی ست کہ غیر او را دست ندادہ وآں زیادت را چہ سزا استحقاق او حوالہ نتوان کرد کہ علم بشر از معرفت مخصوصیت آں عاجز ست واللہ اعلم وعلمہ احکم۔ انتہی کلامہ۔

اسکا خلاصہ تصریح الاذکیا میں ہے کہ اگر صرف قتل امام حسین علیہ السلام اور آمر اور راضی اور خوش ہونا یزید پلید کا ہتک حرمت اہلبیت نبوی پر موجب لعن اور کفر یزید اور اُسکے اعوان وانصار کا ہے اور اُس پر تخریب مدینہ منورہ اور قتل صحابہ رسول اللہ اور لوٹنا جانا گھر ام المومنین اُم سلمہ کا اور باندھنا گھوڑوں کا مسجد نبوی میں اور قیام کرنا کتوں اور ریچھوں کا مسجد شریف پر کہ مورد حسود ملائکہ ہے اور ہتک حرمت بیت اللہ شریف اور اباحت وحلت منہیات شرعیہ مثل قتل وزنا ولواطت وشرب خمر

اور ترویج براور یا جواہر وغیرہ جو یزید کے اور اُسکے اعوان والصار کے ہاتھوں سے صادر ہوے اور باخبار متواترہ ثابت ہیں گویا سلاسل وطوق رییت بحتی کھرہیں پھراہیں ہم جو کوئی یزید کے حق میں خیال اسلام رکھتا ہے خالی از حماقت وجہالت نہیں ہے غرض راقم الحروف کو ملاحظہ کتب معتمدہ اور اسفار معتبرہ سے کسی طرح کا شبہ نہیں رہا ہے کہ یزید پلید آمر اور راضی اور مستبشر قتل امام حسین علیہ السلام سے تھا وابدالعن اُس ملعون پر بدلائل واضحہ جائز اور درست ہے بلکہ مجرد لعن بھی قصور ہے اور اگراب بھی کسیکو شبہہ ہو تو مفتاح النجا مرزا محمد بدخشی اور مناقب السادات قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور شرح عقائد نسفی ملا سعد الدین تفتازانی اور تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور سیف المسلول قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ کتب معتبرہ بامعان نظر دیکھے اور شبہات واہیہ کو دفع کرے اور حق یہ ہے کہ اُس پلید کے حق میں فقط لعنت پر اکتفا کر بار ہیا نہیں ہے اس سبب کہ اللہ تعالی نے لعنت تو اُس شخص پر فرمائی ہے جو ایک مسلمان کو قتل کرے اور اُس شقی نے تو ایسے امیر المومنین ابن امیر المومنین کو قتل کیا ہے سراسکی اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کسقدر ہے یہ بایک تو مستحق اُس بات کا ہے جو لعنت سے کروڑ درجے زیادہ ہو اور اسکا علم سوائے علام الغیوب کے دوسرے کو نہیں ہو سکتا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

اور عبارت شرح عقائد نسفیہ کی یہ ہے وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَاءَ یَزِیْدَ لِقَتْلِ الْحُسَیْنِ وَاِسْتِبْشَارَہٗ بِذٰلِكَ وَاِهَانَةَ اَهْلِ بَیْتِ النَّبِیِّ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاہُ وَاِنْ کَانَ تَفَاصِیْلُهٗ اٰحَادًا فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِیْ شَانِهٖ بَلْ فِیْ اِیْمَانِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ ۔

یعنی حق یہ ہے کہ یزید کا راضی ہونا حسین کے مارے جانے پر اور خوشی اُسکی

اس امر کے ساتھ اورا ہانت اہلبیت ہوی کی ان چیزوں میں سے ہے جو معنیً متواتر ہیں اگرچہ تفصیلین اسکی احاد ہیں یعنی اگرچہ روایتون میں تخالف اور تفاوت ہے لیکن مضمون مین سب متفق ہیں کہ یہ عمل انکی رضامندی سے ہوا تو اب ہم توقف نہیں کرتے اسکی شان ہیں بلکہ اسکے ایمان مین لعنت خدا کی یزید پر اور اسکے مددگارون پر

ملا سعدالدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں وَاَمَّا مَا جَرَى بَعْدَ الصَّحَابَةِ مِنَ الظُّلْمِ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الظُّهُوْرِ بِحَيْثُ لَا مَجَالَ لِلْإِخْفَاءِ وَمِنَ الشَّنَاعَةِ بِحَيْثُ لَا اِشْتِبَاهَ عَلَى الْآرَاءِ وَيَكَادُ يَشْهَدُ لَهُ الْجَمَاءُ وَالْعَجَمَاءُ وَيَبْكِي الْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ وَتَنْهَدُّ مِنْهُ الْجِبَالُ وَتَنْشَقُّ وَيَبْقٰى سُوْءُ عَمَلِهٖ عَلٰى كَرِّ الشُّهُوْرِ وَمَرِّ الدُّهُوْرِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ بَاشَرَ وَرَضِيَ وَسَعٰى وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى

ولیکن جو کچھ ظلم بعد صحابہ کے اہلبیت ہوی پر گذرا ہیں ظاہر ہونا اسکا اس طور پر ہے کہ اسکے چھپانے کی مجال نہیں اور برائی اس واقعہ کی ایسی ہے کہ کسی رائے پر اسکا شبہ نہیں اور قریب ہے کہ اسکی شہادت حیوانات دیں اور روئیں زمین و آسمان اور ڈھے جائیں اسکے ساتھ پہاڑ اور پھٹ جائیں اور باقی رہیگی اس عمل کی برائی مہینون اور زمانوں کے گذرنے تک پس لعنت خدا کی اس پر جس نے یہ کیا اور جو راضی ہوا اور جس نے کوشش کی اسمیں اور مرآئینہ عذاب عقبیٰ کا شدید ہے۔

رویانی نے اپنی مسند میں ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اول وہ شخص جو میری سنت کو تغییر دیگا ایک شخص بنی امیہ سے ہوگا اسکو یزید کہیں گے۔

اور بعضے براہ غلو و افراط اسکے حق میں اُسکی دوستی کیطرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ باتفاق مسلمانوں کے اطاعت اُسکی امام حسین علیہ السلام پر واجب ہوئی نعوذ باللہ
من ہذا القول والاعتقاد کہ وہ مردود با وجود حضرت امام حسین السلام کے امام اور امیر
اور خود مسلمانوں کا اسیر اتفاق کب ہوا تھا ایک جماعت صحابہ سے جو اُسکے زمانہ میں
تھے اور اولاد صحابہ منکر اور خارج اُسکی اطاعت سے تھے البتہ ایک جماعت مدینہ
طیبہ سے بخیال اُسکے تشدد اور ظلم کے جبرًا وکرہًا گئے اور اُس سے ملکر دفعًا للضرر والتہلکہ
اُسکی بیعت کرلی بعد اُسکے جب حال قباحت مآل اُسکا دیکھا تو مدینے میں پلٹ گئے اور
یہاں آکر خلع بیعت کی اور کہا کہ وہ عدو اللہ شارب الخمر تارک الصلوۃ زانی اور فاسق اور
مستحل محارم ہے۔

بعضے کہتے ہیں کہ قتل امام حسین علیہ السلام گناہ کبیرہ ہے نہ کفر اور لعنت مخصوص
بہ کفار ہے۔ پس افسوس کہ ان باتوں کے کہنے والے بالکل نادان ہیں۔ ان احادیث
نبویہ کو نہیں جانتے جو ناطق ہیں اس بات پر کہ اہانت فاطمہ زہرا اور بعض اُنکی اولاد
امجاد کا سبب بغض اور عداوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور وہ سبب کفر اور
موجب لعن اور خلود نار ہے۔

فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ یعنی بیتک جو لوگ
ستاتے ہیں اللہ کو اور اُسکے رسول کو اُنکو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور
رکھی ہے اُسکے واسطے ذلت کی مار۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ خاتمہ اُسکا معلوم نہیں کہ کیا ہوا شاید مرتے وقت توبہ کر گیا ہو

سو یہ بھی کچھ نہیں وہ مبغوض ترین عالم ہے اور جو کام اُس شقی داریں نے کیے کسی سے نہ کیے ہوں گے اُسکو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا وہ پورا دہریا تھا اُسکے قصائد شاہد ہیں اُسکو خدا اور رسول ہی سے انکار تھا۔ بعد قتل امام علیہ السلام اور اہانت اہلبیت کے اُسنے مدینہ اور ساکنان مدینہ کی تخریب کے واسطے لشکر بھیجا اور بقیہ صحابہ اور تابعین کو مروا ڈالا اور مکہ معظمہ کی بے حرمتی کی اور عبداللہ بن زبیر کے قتل کی فکر کی اسی حال میں جو یزید دنیا سے اُٹھا اب اور کون احتمال ہو سکتا ہے کہ اُس مردود سے رجوع اور توبہ کی ہو گی کبھی نہیں۔ اُسکے بیٹے معاویہ نے سرسر ستی حال اپنے باپ کی بیان کی جو قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں اُسکا خطبہ نقل کیا ہے جسکا خلاصہ اور ترجمہ یہ ہے کہ معاویہ نے خلیفہ ہونے کے چند روز بعد ایک دن منبر پر چڑھ کر اکابر اور اشراف کو جمع کر کے بعد حمد و نعت یہ بیان کیا کہ خلافت آئین مضبوط خدا اور حق خلفاء باصفا کا ہے میرے دادا معاویہ ابن ابی سفیان نے خلاف کی راہ سے علی مرتضی کے ساتھ جو احق اور الیق بخلافت تھے نزاع اور جدال کی۔ بعد اُسکے میرا باپ کہ کسی طرح لیاقت اور استحقاق نہیں رکھتا تھا تخت سلطنت پر بیٹھا اور بیاد شاہی حمایت کو حسین بن علی ایسے فرزند رسول کو مار آخر جو دخواں مراد اور وبال و نکال دارین ان چند دنوں کی حکومت کی طمع پر اپنے ساتھ لے گیا بعد اُسکے بہت روئے اور کہا میں جانتا ہوں کہ محاربہ امیر المومنین حسین علیہ السلام سے نہایت بد تھا جو میرے باپ سے واقع ہوا۔ اب مقام اُسکا دوزخ ہے کہ اُسنے اولاد رسول کو قتل کیا اور شراب کو مباح اور مدینہ طیبہ کو خراب و برباد کیا اور بیت اللہ سے بے ادبیاں کیں سو میں ہرگز اس امارت اور خلافت میں لذت نہیں پاتا۔ اولاد ابی سفیان سے جو کوئی راضی ہو اُسکو امیر کرو

مین قلادۂ بیعت ایسا مسلمانوں کی گردنوں سے نکالے لیتا ہون بعد ازان منبر سے اُتر
آئے اور ایک گوشۂ عافیت میں دروازہ بند کر کے بیٹھے اور چالیس دن کے بعد اسی حال
میں دنیا سے عازم ملک بقا ہوئے۔ انتہی از تحریر الشہادتین۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم مین لکھا ہے کہ شخص خاص کی لعنت
مین ڈر ہے۔ بہرحال سکوت اولی ہے کیونکہ خاتمہ کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے اسی وجہ
سے چند علماء حق کہتے ہیں کہ نہ کہنے ہی میں احتیاط ہے۔ اور فتاویٰ رشیدیہ حصہ
اول کے صفحہ ۷۴ میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نے بجواب سائل تحریر
فرمایا ہے کہ حدیث صحیح ہے کہ جو کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے اگر وہ شخص قابل لعن
کا ہے تو لعن اُسپر پڑتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے پر رجوع کرتی ہے پس جبتک
کسی کا کفر پر مرنا محقق ہو جائے اُسپر لعنت نہ کرنا چاہیے کہ اسے اوپر عود لعنت کا
احتمال ہے لہذا یزید کے وہ افعال ناشایستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں مگر جسکو محقق اخبار
سے اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی و خوش تھا اور اُسکو غیر
جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ قول لعن کے جواز کے قائل ہیں اور
مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اسمین تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا اُس کے بعد
ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور تائب ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا ایسے مرد پر تحقیق
اس امر کے لعن جائز نہیں لہذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع
کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔ پس جواز لعن و عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم
مقلدین کو احتیاط سکوت مین ہے۔ کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج
نہیں لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں

تو خود مبتلا ہو نا معصیت کا اچھا نہیں فقط۔ پس میرے نزدیک یہی فیصلہ خوب ہے۔

القصہ جب یزید پلید مرا تو معاویہ بن یزید المشہور بمعاویۃ الاصغر کہ ولیعہد و خلیفہ تھا باستصواب عمائد شام بروز فوت یزید تخت سلطنت پر بیٹھا یہ معاویہ جوان صالح عاقل دیندار تھا اور زہد و تقویٰ میں کمال رغبت رکھتا تھا اور دنیا و مافیہا سے نفرت چنانچہ نقش خاتم اسکا الدنیا غرور تھا اسکی والدہ ام خالد بنت ہشام ابن عتبہ تھی سو اسنے ممبر پر چڑھ کر دو خطبہ پڑھا خوا ہی اوپر ذکر ہوا اور خلافت سے تارک ہو کر عازم ملک بقا ہوئے۔ انکی عمر قاضی صاحب سیف المسلول میں فرماتے ہیں کہ تیئس برس کی ہوئی اور مدت خلافت تین مہینے بائیس روز اور عبدالرحمن انکے بھائی نے انکے جنازے کی نماز پڑھی اور دمشق مین باب الجابیہ کے باہر دفن ہوئے۔

بعد معاویہ ابن یزید کے اہل شام نے جابیہ میں مروان کی بیعت کی اور مروان ابن الحکم شام اور مصر پر حاکم ہو گیا۔

اور ابن زبیر حجاز اور عراق پر۔ اور عبیداللہ ابن زیاد کوفے سے بھاگا اور شام مین آکر مروان سے ملا۔

بیان حال عُبَیدُ اللہ ابن زیاد بدنہاد کا

ابن زیاد کا باپ ولد الزنا تھا۔ ماں حارث ثقفی کی لونڈی جو اسکے غلام کے نکاح مین تھی اس سے ابوسفیان نے حالت مستی شراب میں زنا کی کہ اس سے زیاد پیدا ہوا اسکی خلقت جیسی ہوئی ویسا ہی اسکی سیرت تھی اسکا بیٹا عبیداللہ ابن زیاد زنا زاد ابن زانیہ سعد اور شمر ذی الجوشن اور قیس ابن اشعث کندی اور خولی ابن یزید اور سنان

ابن انس حجمی اور عبداللہ ابن قیس اور یزید ابن مالک وغیرہ اتقیا مختار کے ہاتھ سے طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل ہوے اور لاشون کو اُنکی اس طرح گھوڑون کے سُمون سے روندا کہ ہڈیان چور چور ہوکر خاک برابر ہوئین۔

عبدالملک ابن عمرو لیثی سے روایت ہے کہ عجب اتفاق ہے کہ مین نے دارالامارت کوفے مین اول امام حسین علیہ السلام کا سر دیکھا کہ ابن زیاد کے رو برو رکھا تھا۔ پھر ابن زیاد کا سر دیکھا کہ مختار کے سامنے رکھا تھا۔ پھر مختار کا سر دیکھا کہ مصعب کے آگے رکھا تھا پھر وہین مصعب کا سر عبدالملک کے روبرو رکھا تھا۔ عبدالملک نے یہ کلام سُنکر کہا خدا مجھکو پانچوان سر نہ دکھلاے اور اُسی وقت عبدالملک نے اُس مکان کو گروا دیا۔

ترمذی کی صحیح روایت مین وارد ہے کہ جب ابن زیاد اور اُسکے یارون کے سر مختار کے پاس دارالامارۃ کوفہ مین رکھے گئے تو یکایک ایک سانپ بہت بڑا ظاہر ہوا کہ لوگ اُسے دیکھ کے ہٹ گئے۔ سانپ سب سرون مین سے عبیداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس آکر اُسکے نتھنے مین گھسا اور تھوڑی دیر ٹھہر کے اُسکے مُنھ سے نکلا۔ پھر اُسکے مُنھ میں گھسا اور نتھنے سے نکلا۔ اسی طرح سات بار سانپ نے آمد و رفت کی پھر غائب ہوگیا رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح۔

روایت ہے کہ ستر ہزار آدمی مختار کے ہاتھ سے فی النار ہوے اور آثار معاوضہ خون ناحق حضرت امام علیہ السلام کے عالم میں مشہور ہوے۔ پھر مدت تک قتال عالم برپا رہا۔ باقتضاے روایت عبداللہ ابن عباس اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ قَتَلْتُ بِيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا

سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَاِنِّيْ قَاتِلٌ بِاِبْنِ بِنْتِكَ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَسَبْعِيْنَ اَلْفًا

یعنی وحی بھیجی اللہ جل شانہ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ میں نے مارے یحیی ابن ذکریا کے عوض ستر ہزار اور میں ماروں گا تیرے نواسے کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار سو اسکا ظہور مختار ابن عبید ثقفی اور سفاح عباسی کے ہاتھوں سے ہوا۔ از تحریر الشہادتین۔

ابو سعید شرف النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے فاطمہ خدائے تعالی تیرے غضب سے غضب فرماتا ہے اور تیری خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے پس جو کوئی اولاد فاطمہ علیہا السلام کو ایذا یا تکلیف دیگا وہ بلاشک غضب الٰہی میں پڑ جائیگا اور جو کوئی دوست رکھیگا اور محبت کرے گا وہ امیدوار رضا و خوشنودی حق کا ہے کہ نتیجہ اُسکا جنت ہے۔ اور علمائے اہل سنت وجماعت نے تصریح فرمائی ہے کہ سزاوار یہ ہے کہ اکرام سادات مدینہ طیبہ ہر مسلمان کرتا رہے۔ گو کہ اُن سے کوئی بدعت یا مثل اُسکے صادر ہوئی ہو اور یہ بات محض برعایت جوار حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے بھر بیت آنحضرت کہ جگر گوشۂ آنحضرت ہیں بطریق اولی لائق اکرام و اعزاز ہیں۔ اِس قول سے واضح ہوتا ہے کہ دوستان و محبان اہلبیت محب خدا و رسول ہیں اور مستحق دخول جنت اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مُحِبًّا وَاَحْيِنِيْ مُحِبًّا وَاَمِتْنِيْ مُحِبًّا وَابْعَثْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمُحِبِّيْنَ فِيْ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

اکنون خمش کہ ذکر حسین ست جانگداز	حرفی بہ گفتہ تو ازین قصہ دراز
دردا کہ کوفیانِ لعیں تیغ بارند	سر گرد سے کہ بود حمیدہ سئے نماز
تا اہلبیت دست سرور جدا رسند	خون حسین ست بہ داستے طراز

شرم وحیاسے اہل جفا بین کہ از حسین
خون ریختند و دعوی دین می کنند ناز

از ماتم حسین غم آلودہ بنگرو
در مہر دسے کہ جلوہ کند ذات بے نیاز

ظلمی کہ رفت بر سر اولاد مصطفے
ہست انتقام آن بہ خداوند کارساز

نازم بہ شاہ دین کہ بہ میدان امتحان
در زیر تیغ تیز نہد گردن نیاز

دین نبی رواج پذیر فت از امام
صلوات بر محمد و بر آل او مدام

الٰہی بحق ذات پاک سلطان سریر لولاک سرور اصفیا خاتم الانبیا محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بحرمت اہلبیت نبوت و ذریات حضرت رسالت خصوصًا حضرت امام حسنؑ امام حسینؑ علیہما السلام میرے گناہوں اور جمیع امتیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہوں سے درگذر فرما اور خاتمہ بخیر کر آمین یارب العالمین ۵

خدایا بحق بنی فاطمہ رض
کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ

یارب آن ساعت کہ جان بلب رسد
چشم پژمردہ بتاب و تب رسد

شربت شہد شہادت نوشیم
خلعت راہ سعادت پوشیم

چون ندارم در دو عالم جز تو کس
ہم تو می باشی مرا فریاد رس

خداوندا تو اس کتاب کو مقبول قلوب بندگان کردے اور نظر عیب بینوں کو ہنر مین فرما
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

تمام شد

بعون اللہ تعالی بتاریخ ۵ ہر جمادی الاخر ۱۳۳۳ھ ہجری مطابق ۱۰ ر مئی ۱۹۱۵ء۔